مخزن النکات

شیخ محمد قیام الدین

اورنگ آباد انجمن ترقی اردو

1929

فصل اوّل

اسناد خبری کا بیان | خبر سے فوائد مفصلۂ ذیل مطلوب ہوتے ہیں
اوّل سامع ناواقف کو واقف کرنا۔ شعر (منشی)

وہ بولا کہ گو درزجنگ آزما ۔ خداوند ہے خیمۂ سُرخ ک

دوّم سامع کو بتانا کہ متکلم بھی مثل سامع واقف ہے جیسے کو
زید کی تعریف کرتا ہو دوسرا کہے کہ ہاں صاحب زید بہت اچھا آد
سوّم دانا کو بمنزلہ نادان قرار دیکر خبر دیجاتی ہے جہاں کہ وہ اپنے علم
نہو اور غرض اس سے ترغیب و تحریض سامع ہوتی ہے جیسے کسی ظ
کہیں کہ ظلم کرنا گناہ ہے۔ شعر (لاأعلم)
آنکھیں خدا نے دیکھنے کو دی ہیں میری جاں ۔ دیکھا کسی نے تیری طرف کو تو ک
اگرچہ مضمون مصرعۂ اوّل سے تمام خلق واقف ہے مگر چونکہ مخاطب د
کا مانع ہے لہ... کو ناواقف فرض کر کے مطلع کیا گیا چہارم لذت م
کے واسطے ... کو کسی محرم راز سے بار بار مفصل
کرنا پنجم ... شعر

خود ما ز ہفت کشور

جس سے کہ زنا گ

حسرت ذرا ابھی دل سے نہ نکلی ہزار حیف   نکلا اُدھر وہ گھر سے اِدھر جی نکل گیا

ہشتم اظہار عجز و ضعف۔ شعر (منشی)

ہیں اُفتادہ یارب سر خاک ہوں   ستم دیدہ جور افلاک ہوں

نہم مناجات و طلب حاجات جیسے اے خدا تو نے سب کچھ دیا مگر بیٹا نہ دیا۔ خدا کو خبر دینا مراد نہیں بلکہ التجا ہے کہ عنایت کر۔ شعر (مومن)

نہ دیا رحم ٹک بتوں کے تئیں   کیا کیا ہائے یہ خدا صاحب

سوائے اس کے اور بہت سے فوائد اخبار کے ہیں جو غوض و تامل سے دریافت ہو سکتے ہیں۔ اب واضح ہو کہ مخاطب اگر خالی الذہن اور بے تردد ہو تو موکدات کی کچھ حاجت نہیں ہوتی ورنہ بقدر شک و تردد مخاطب کے موکدات کی حاجت پڑتی ہے اور الفاظ تاکید کے بہت ہیں جیسے جلدی اور اصلا اور ہرگز اور بیشک اور الفاظ مرادف قسم۔ شعر (یاس)

ہوں وہ ثابت رہِ الفت میں کہ جوں نقش قدم
جب تلک مٹ نہیں لیتا نہیں اصلا ہلتا

شعر

یہ میرا جی ہی جانے ہے ترے لکنت کے عالم کو
خدا شاہد ہے کچھ تقریر مجھ سے ہو نہیں سکتی

فائدہ۔ اسناد خواہ خبری ہو خواہ انشائی دو قسم ہے حقیقی عقلی و

کو پیدا کیا اور جیسے کسی دہریے کا قول کہ مینہ نے نباتات کو اُگایا اگرچہ فی الواقع خدا مینہ کے ذریعہ سے اُگاتا ہے مگر دہریے کے اعتقاد میں مینہ ہی اُگانے والا ہے اور جیسے زید آگیا خواہ واقع میں آیا ہو یا خواہ نہ آیا ہو مگر قائل کو آنا ہی معلوم ہو دوسرے مجاز عقلی یعنی کسی امر کو کسی تاویل سے اُس کے ملابس کی طرف اسناد کرنا مگر اعتقاد متکلم ایسا نہو مثلاً نہر جاری ہے۔ قارورے میں حرارت ہے۔ بادشاہ نے قلعہ بنایا۔ چراغ جلتا ہے۔ ہانڈی پک رہی ہے آگ نے فلاں گھر جلا دیا عشق نے مجھے مار ڈالا۔ حالانکہ قائل جانتا ہے کہ پانی جاری ہے۔ بولِ مریض میں حرارت ہے۔ معماروں نے بحکم بادشاہ قلعہ بنایا۔ بتی اور تیل جلتا ہے۔ ہانڈی کے اندر کی چیز پک رہی ہے۔ خدا نے آگ کے ذریعہ سے گھر جلا دیا اور عشق کے ذریعہ سے مجھے مار ڈالا اِن میں تاویل ظرف و مظروف یا عام و خاص یا کل و جزیا سبب و مُسبب کی ہے۔ مجاز عقلی خبر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انشا میں بھی ہوتا ہے

شعر (ذوق)

نام منظور ہے توفیض کے اسباب بنا   پُل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

مراد یہ کہ بذریعہ معماروں کے بنوا۔

فصل دوم

مسند الیہ کے بیان میں | مسند الیہ کبھی حذف بھی ہو جاتا ہے مگر کوئی قر

سطے استلذاذ طبع کے۔ شعر (راغب)

رشکِ چمن جو اُٹھ گیا آج ہمارے پاس سے
اپنے بہ رنگِ گُل یہاں اُڑ گئے کچھ حواس سے

چمن بغرض استلذاذ لایا یا واسطے شرح و بسط کلام کے جہاں متکلم کو
سے بسبب اُس کی عظمت یا محبت کے بہت دیر گفتگو کرنا منظور
تہویل و تخویف جیسے شہنشاہ فرماتے ہیں۔ شعر (نسیم)

بولا لشکر کا اک سپاہی — جاتی ہے ارم کو فوج شاہی

اب۔ جیسے لڑکا شبیر کا مقابلہ کرتا ہے۔

مسند الیہ کو مضمر لاتے ہیں موقع تکلم و خطاب و غیبت میں جیسے
میں آیا۔ تو آیا۔ وہ آیا۔ کبھی غیر معین کو بھی مخاطب بنا لیتے ہیں۔ شعر (ناجی)

کرسلیماں کا تخت دیں مت لے — کہ سب آخر کو جائے گا بر باد

مخاطب شخص معین نہیں بلکہ عام سامعین مسند الیہ عَلَم ہوتا ہے
، ذکر اُسکا بنام خاص منظور ہو۔ شعر (ظفر)

دوں میں وہ مہ لقا ایک ہے — قسم ہے خدا کی خدا ایک ہے

ان تعظیم یا اہانت مقصود ہو اور عَلَم سے یہ مطلب نکلتا ہو۔ شعر (لااعلم)

دہا زمیں پہ نے سام رہ گیا — مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا

ایسے ایسے مرد جیسے رستم و سام۔ شعر (لطیف)

چہ خوش اب قیس بھی ہمسر مرا سودا میں بنتا ہے
نہ کہئے اُس کو گر خبطی تو پھر کہئے کہ کیا۔۔ت کی ہوائیں بر باد

یا استلذاذ طبع۔ شعر (میر حسن)

مرے نوجواں میں کدھر جاؤں پیر نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر

نام بے نظیر کا لذت طبع کے واسطے مذکور ہوا یا رحم دلانے کے لئے۔ شعر

نہ ملا پر ترے ناقے کا پتا او لیلیٰ چھان ڈالے ترے مجنوں نے بیابان

ترے مجنوں رحم دلانے کے لئے مذکور ہوا۔ کبھی تفاول کے لئے۔ جیسے جواں بخت

اس شعر میں۔ شعر (ذوق)

اے جواں بخت مبارک ترے سر پر سہرا آج ہے یمن وسعادت کا ترے سر سہرا

کبھی واسطے تبرک کے۔ شعر (نسیم)

بولا وہ خدا خدا کرو واہ ہے جملہ جہاں کا مالک اللہ

کبھی واسطے کنایہ ایسے معنی کے جو علم سے نکلتے ہوں۔ جیسے شیر افگن خاں

آئے جبکہ کنایہ اُس کے شجاع ہونے سے ہو۔ شعر (غالب)

دیا ہے خلق کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لئے

کبھی اظہار تعظیم نظیر کے لئے آتا ہے۔ شعر (مومن)

تری غلامی کی دولت سے خاکپائے ہلال سفیدہ رخ فغفور چین و قیصر روم

فغفور و قیصر اس لئے مذکور ہوئے جس سے خاکِ پائے ہلال کی عظمت ظاہر

ہو۔ کبھی حیران و مشوش کر دینا سامع کا منظور ہوتا ہے۔ شعر (منشی)

کہ سہراب کا کام آخر ہوا نشاں مٹ گیا نام آخر ہوا

کہنا کہ تیرے ...اللہ کا کام تمام ہوا۔ تو سامع کو تشویش ہوئی جو سہراب کے

...ن کے پورا ہو سکتا تھا۔

ام سے ہوئی
لقب وکنیت | کبھی مسند الیہ لقب وکنیت کے ساتھ آتا ہے یہ بھی کبھی
تحقیر کے لئے ہوتا ہے۔ شعر
ناصحا ہی بوالفضول عبث لاف عاشقی ۔۔۔ یہ عاشقی ہے بازیٔ طفلاں نہیں کوئی

شعر (بقا)

دست ناصح جو مری جیب کو اکبار لگا ۔۔۔ پھاڑوں ایسا کہ پھر اسمیں نہ رہے تار لگا
بوالفضول کنیت ناصح لقب ہے۔

اسم اشارہ | مسند الیہ کو معروف باسم اشارہ لاتے ہیں جہاں اسکی تمیز کامل منظور ہو شعر
(رنگین)
یہ مراجی ہی جانے ہے ترے لکنت کے عالم کو
خدا شاہد ہے کچھ تقریر مجھ سے ہو نہیں سکتی

شعر (لا اعلم)

میں وہ نہیں کہ کروں سیر بوستاں تنہا ۔۔۔ بہشت ہو تو نہ مُنہ کیجیے باغباں تنہا
یا واسطے بیان قرب و بعد مسند الیہ کے۔ شعر (لا اعلم)
یار سے ہے لطف مے کا آہ یہ ہو وہ نہو ۔۔۔ یہ کوئی محفل ہے ساقی واہ یہ ہو وہ نہو
یہ۔ قریب کے لئے وہ۔ بعید کے لئے لفظ اشارہ ہے۔ اشارہ قریب
کبھی واسطے تعظیم مسند الیہ کے آتا ہے۔ شعر (ناسخ)
یہ آدمی ہے کہ برسوں جمال رہتا ہے ۔۔۔ وگرنہ ماہ کو اک شب کمال رہتا ہے

شعر (امانت)

کیا کیا انداز لگاوٹ کے ہیں اس عشق کو یاد ۔۔۔ کر دیا کتنوں کو الفت کی ہوائیں برباد

کبھی واسطے تحقیر مسند الیہ کے۔ شعر (مومن)

اِن نصیبوں پر کیا اختر شناس   آسماں بھی ہے ستم ایجاد کیا

اشارہ بعید کبھی بغرض تعظیم آتا ہے۔ شعر (جرأت)

در تک اب چھوڑ دیا گھر سے نکل کر آنا   یا وہ راتوں کو سدا بھیس بدل کر آنا

شعر (غالب)

مر گیا پھوڑ کے سر غالبِ وحشی ہے ہے   بیٹھنا اُس کا وہ آکر تری دیوار کے پاس

جو امر معزز و معظم تھا اُسکی طرف لفظ وہ سے اشارہ کیا اور بغرض تحقیر شعر (شیفتہ)

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زُہد کی   میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر

شعر (سودا)

نہ پڑھیو یہ غزل سودا تو ہرگز میر کے آگے

وہ اِن طرز دل سے کیا واقف وہ یہ انداز کیا جانے

کبھی اسم اشارے کو حذف کر دیتے ہیں واسطے ترحّم کے۔ شعر (ذوق)

قاصد جو واں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا   بیچارہ[1] سینہ چاک گریباں دریدہ تھا

واسطے مذمّت کے۔ شعر (ناسخ)

تنگ آکر جب کہا میں نے کہ مرجاؤں کہیں

بدگماں سمجھا کہ اس کو اشتیاق حور ہے

موصول کبھی اسم اشارہ کے بعد لفظ جو یا کہ لاتے ہیں اور اسم موصول ہو جاتا ہے اُس سے کبھی یہ غرض ہوتی ہے کہ جو احوال مسند الیہ سے مختص

---

[1] گویا کوئی اور ایسا بیچارہ بیچارہ نہیں ہے۔

ہے اور مخاطب کو اُسکا علم صرف بذریعہ صلہ ہو سکتا ہو اُس کے معلوم کرانے کو لاتے ہیں ۔شعر (ناسخ)

اس نے جس سنگ پہ کھودی تھی شبیہ شیریں قبر فرہاد کو لازم ہے اُسی کا تعویذ

یا جہاں مسندالیہ کا نام مکروہ ہو۔ شعر (جرأت)

آج بھی اُسکے جو ملنے کی نہ ٹھہرے گی تو بس ہم وہ کر بیٹھیں گے جو دل میں ہیں ٹھہرائے ہوئے

یعنی مر جائینگے۔ یا جس جگہ غرض کلام کی تاکید منظور ہو۔ شعر (مصحفی)

چوکھٹ پہ جس کی میں نے رو رو کے رات کاٹی

سُنتا ہوں صبح کیا وہ مہمان کسی کے گھر ہیں

موصول جو مصرعہ اول ہے موکد مقصود کلام بیوفائی معشوق ہے ۔شعر (ولہ)

ہائے وہ دل کہ جسے میں نے بغل میں پالا اب اُسے یوں ہدف ناوک مژگاں دیکھوں

یا جہاں تعظیم و تخویف منظور ہو شعر (لااعلم)

بس اب آپ تشریف لے جائیے گذرنی ہے جو کچھ گذر جائے گی

یعنی جو صدمہ عظیم و خطرناک گذرنا ہے یا واسطے اظہار خطا و تنبیہ مخاطب کے

شعر (جرأت)

اب گذارا نہیں اُس شوخ کے در پر اپنا جس کے ہم گھر کو سمجھتے تھے کہ ہے گھر اپنا

شعر (غالب)

عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

کبھی واسطے تعظیم غیر خبر کے ۔شعر (سودا)

ف۱ اگر موصول نہوتا تو تخطیہ لازم نہ آتا۔

زباں ہے شکر میں قاصر شکستہ بالی کی
کہ جس نے دل سے مٹایا خلش جدائی کا

موصول کی جو غیر خبر ہے خبر میں مدح کی ہے کبھی واسطے اہانت غیر خبر کے

شعر (رضی)

ہے عشق آدمی کی ذرا شان ہی نہیں
جس کو نہوے عشق وہ انسان ہی نہیں

غیر خبر یعنی موصول کی خبر میں مذمت ہے۔

معرف بالاضافت | کبھی مسندالیہ معرف بالاضافت آتا ہے بغرض اختصار کلام۔[1] شعر (مومن)

گو آپ نے جواب برا ہی دیا و لے
مجھ سے بیاں نہ کیجے عدو کے پیام کو

عدو کا پیام اختصار ہے اسکا کہ وہ پیام جو عدو نے بھیجا۔ شعر (ذوق)

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

اپنا گھر اختصار ہے اُسکا کہ وہ گھر جس میں ہم رہتے ہیں یا بغرض تعظیم شان مضاف

شعر (غالب)

جہاں پناہا دل و جاں فیض رسانا شاہا
وصیِ ختم رسل تو ہے بفتوائے یقیں

ختم رسل کا وصی ہونا باعثِ اعزاز ممدوح ہے۔ شعر (بقا)

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے ہیں
اُسکا میں چاہنے والا ہوں بقا واہ رے ہیں

یا واسطے تعظیم شان مضاف الیہ کے۔ جیسے ہمارا گھوڑا لاؤ یعنی ہم ایسے ہیں کہ ہمارا گھوڑا ہے۔ شعر (میر حسن)

ارے ہے کوئی ہاں ذرا جائیو ٹک
مری عیش بائی کو لے آئیو ٹک

[1] یہ فائدہ ہر ایک قسم کی اضافت میں ملحوظ ہوتا ہے۔

یر مضاف۔ شعر (مومن)

ب نے جواب براہی دیا دے   مجھ سے بیاں نہ کیجے عدو کے پیام کو

اف کرنے سے عدو کے کلام کی تحقیر ثابت کی یا تحقیر مضاف الیہ۔ شعر (میر)

فاتحہ کو نہ بعد مرگ آیا   میر کے یار کی طرح دیکھو

یا جیسے یہ سرکار کے سپاہی ہیں جبکہ کوئی جبن کی بات اس سے صادر ہو

یا جہاں تفصیل محال یا دشوار ہو یا ضرورت تفصیل نہو یا درصورت تفصیل

تقدیم و تاخیر میں ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہو جیسے اہل حکمت یا ران وطن۔ شعر (میر)

مستی میں لغزش ہوگئی معذور رکھا چاہئے   اے اہل مسجد اسطرف آیا ہوں میں بہکا ہوا

شعر (لا اعلم)

ہوئے ہم بُت کے بندے برہمن سے راہ کرتے ہیں

حرم کے رہنے والو تم سے عشق اللہ کرتے ہیں

اضافت کبھی باعتبار مجاز بادنے ملابست ہوتی ہے۔ شعر (سحر لکھنوی)

اس اپنے لکھنو کی بھی کیا سرزمین ہے   زیب النسا سے نور جہاں سے ذہین ہے

تمام لکھنو متکلم کا نہیں مگر تھوڑی سی ملابست کے لحاظ سے آپنے لکھنؤ لکھا

تنکیر | مسند الیہ کو نکرہ[1] لاتے ہیں جہاں کوئی فرد غیر معین افراد جنس سے مطلوب ہو۔ شعر (غالب)

نہ شعلہ میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا   کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

غیر معین کوئی شخص کبھی کوئی نوع افراد جنس سے مراد ہوتی ہے۔ شعر (غالب)

---

[1] الفاظ تنکیر کوئی ایک۔ جو ہر وغیرہ ہیں۔

مانعِ دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں
یعنی ایک قسم کا چکر۔ واسطے تعظیم کے۔ شعر (حکیم تصدق حسین خاں لکھنوی)
ایک مرشد ہو تم قصور معاف سن چکی ہوں میں آپ کے اوصاف
یعنی بڑے مرشد ہو۔ واسطے تحقیر کے۔ شعر (غالب)

اک کھیل ہے اورنگِ سلیماں مرے نزدیک
اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

یعنی حقیر کھیل واسطے تقلیل کے۔ شعر (میر)
جس دم زباں پہ یار ترا نام آگیا کچھ دل کو چین جان کو آرام آگیا
واسطے تجدید نشاط کے۔ شعر

کوئی تڑپے ہے مارا چشم کا اور کوئی قامت کا
ترے کوچے میں ہے گرم آج ہنگامہ قیامت کا

واسطے تعجب کے۔ شعر (مصحفی)
نہ کہیں صبح ہی ہوتی ہے نہ خواب آتا ہے رات کیا آتی ہے اک سر پہ عذاب آتا ہے
یعنی بلائے عظیم و عجیب تنکیر کبھی محض تاکید کے واسطے آتی ہے۔ مثلاً زید
کسی نہ کسی جگہ ملے گا۔ یعنی ضرور ملے گا۔ یا کوئی نہ کوئی آدمی آوے گا۔
یعنی بالضرور آدمی آوے گا۔ کبھی عَلَم کو نکرہ کر لیتے ہیں اور اُس سے وہ
معنی مقصود ہوتے ہیں جس میں وہ مشہور ہو جیسے میں کوئی خدا تو نہیں۔
خدا عَلَم کو نکرہ لیا۔ معنی یہ کہ صاحبِ قدرت نہیں کیونکہ خدا کی قدرت مشہور ہے
اُس کے ہاتھوں اک جہاں ویران ہے چشم بھی میری کوئی طوفان ہے (خادم)

طوفان یعنی کوئی ویران کنندۂ عالم -
صوف کبھی مسند الیہ موصوف ہوتا ہے اور یہ صفت کبھی قید اتفاقی ہوتی
ہے۔ یعنی اُس سے کوئی غرض متعلق نہیں۔ شعر (لاا علم)
ہمارے بعد ساقی قلقلِ مینا نہوے گا ۔ مے گلگلوں کا شیشہ ہچکیاں لیلے کے رو یگا
صفت کبھی تخصیص کے لئے ہوتی ہے۔ شعر (صفدر ی)
آنکھ اپنی یہ کسکے دُر دنداں سے لڑی ہے ۔ جو اشک مسلسل ہے سو موتی کی لڑی ہے

شعر (ذوق)

فلک کیا فتنہ سازی میں ہو ہمسر چشم فتاں سے ۔ گرا تھا یہ کبھی اشکِ سرمہ آلود اسکی مژگاں سے
صفت اشک کی مسلسل خاص مطلوب تھی تاکہ تشبیہ موتی کی لڑی کی ثابت ہو
اور شعر دوم میں خاص سرمہ آلود تاکہ فلک کے ہمرنگ ہو۔ کبھی واسطے
مقابلہ کے۔ شعر (ضمیر)

میں بتاتا ہوں ضمیر اب کچھ تجھے بھی ہے خیال
چشم خواب آلود اُسکی فتنۂ بیدار ہے

خواب آلود صفتِ چشم بغرض مقابلۂ فتنۂ بیدار کے لایا یا بالعکس یا استہزا
کے لئے۔ شعر (ذوق)
جو پاس مہر و محبت یہاں کہیں بکتا ۔ تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہرباں کے لئے
مہرباں صفت معشوق بطور استہزا کے ہے۔ یا صفت جو تخصیص موصوف
کی کرتی ہے۔ شعر (غالب)
فلک سے ہمکو عیشِ رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے ۔ متاعِ بردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرض رہزن پر

یعنی خاص وہ عیش جو جاتا رہا یا مسندالیہ کی مدح یا ذم کرتی ہو شعر (لا اعلم)

یہ عشق ایسی بلائے بد ہے جسکے نام کی دولت درختوں کو سکھاتا ہے لپٹنا عشق پیچاں کا

یا صفت کی تاکید کرتی ہو۔ شعر (جوشش)

ہماری آہ کے صدمے نہیں اُٹھانے کا یہ چرخ یام کہن ہے کسی زمانے کا

تاکید کہن تاکید ہے کیونکہ کسی زمانہ کا اور کہن ہم معنی ہیں۔ مسندالیہ کی تاکید بغرض تقریر ہوتی ہے یعنی ذہن سامع میں اسکا مقرر اور معین کر دینا کہ اس میں غیر کا گمان نہ رہے۔ شعر (ذوق)

عزیز اصلا نہیں سرمایہ ہمت کو کر دریا نے گرہ دیکہ نہ باندھا گوہر شہوار دامن سے

لفظ اصلا نے یہ گمان رفع کر دیا کہ شاید عزیز ہوا ور مبالغتًا ایسا کہا ہو

یا دفع وہم عدم شمول۔ شعر (حکیم تصدق حسین)

جمع ہولیں سب اقربا جسدم رکھنا اُسوقت تم وہاں پہ قدم

سب سے یہ گمان رفع ہو گیا کہ کوئی اس میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

یا رفع تجویز جیسے میں خود وہاں گیا تھا مخاطب جائز سمجھا تھا کہ شاید کسی آدمی کو بھیجا ہوگا خود سے وہ تجوز رفع ہو گیا۔ یا میں خود نہیں گیا تھا رفع کرتا ہے

۱ے خود یا آپ کا لفظ کبھی تاکید کا بھی فائدہ دیتا ہے جیسے میں خود نہیں جاؤنگا۔ یعنی تم کیا منع کرتے ہو میں آپ ہی نہ جاؤنگا۔ یعنی تم نہ جانے کو کیا کہتے ہو میں آپ ہی نہ جاؤنگا۔

اور کبھی وقوع فعل میں اثبات یا نفی تحریک غیر کا مثلاً میں خود نہیں گرا یعنی کوئی اور شخص مثلاً زید میرے گرنے کا محرک ہوا اور مجھکو گرا دیا یا میں خود گرا یعنی اور نے نہیں گرایا۔ فقط۔

مخاطب کے اس خیال کو کہ متکلم ہی گیا تھا یا دفع سہو اور یہ تکرار[۱] لفظ سے ہوتا ہے۔

شعر (رند)

باغ تاراج ہوا لوٹ گئی بادِ خزاں	آ گئے آ گئے ایام زوالِ بلبل

تاکہ سامع کو گمان نہو کہ آ گئے۔ اول مرتبہ سہواً نکل گیا بلکہ قصداً ہے یا متکلم کو خیال ہو کہ شاید لفظ آ گئے سامع نے نہیں سنا یا اس لفظ کو اپنے حقیقی معنی پر حمل نہیں کیا مسند الیہ کے بعد بدل[۲] بغرض توضیح مدعا و تجدید نشاط سامع کے لاتے ہیں۔ جیسے تیرا بھائی زید آیا شاہزادہ سلیم نے فرمایا سامع کو شوق پیدا ہوا کہ کس بھائی کا ذکر ہے یا کس شاہزادے کا نام سے وضاحت ہوئی اور نشاط حاصل ہوا اِسی طرح عطف بیان سے تشریح اور تمیز کامل حاصل ہو جاتی ہے جیسے ابوظفر بہادر شاہ کا دیوان خوب ہے۔ ابراہیم ذوق اُستاد سخن ہے۔ شعر (منشی)

لگا کہنے یوں بہمن نامدار	کہ آتا ہے روئین تن اسفندیار

---

[۱] تکرار لفظ سے مبالغہ کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ شعر (ذوق)

ملا جو غیر نے عطر اُسکے واں تو رشک سے یاں	لکیریں مٹ گئیں ہاتھوں کی ملتے ملتے ہاتھ

یعنی بہت ملے یہ تکرار سند میں ہے اور نیز تکرار سے ہر ہر فرد مراد ہوتا ہے۔ شعر (ظفر)

چڑھے نہ پھر سے جوانی خضاب سے اے شیخ	اگرچہ رنگ ترے بال بال پر چڑھ جائے

یعنی ہر ایک بال پر اور کبھی رو مخاطب مثلاً زید آیا بھی زید جبکہ مخاطب زید کے آنے سے انکار کرتا ہو۔

[۲] بدل وہ ہے کہ اُس کے اور مبدل منہ کے معنی ایک ہی ہوں جیسے تیرا بھائی کلو آیا۔ تیرا بھائی اور کلو دونوں سے ایک ہی ذات مراد ہے عطف بیان ایک چیز کے دو ناموں میں سے جو زیادہ مشہور ہو اُس کو کہتے ہیں جیسے سراج الدین بہادر شاہ بہادر شاہ عطف بیان ہے۔

مسند الیہ کے بعد حرف عطف لانے سے مسند الیہ کی تفصیل اختصار مسند کے ساتھ مطلوب ہوتی ہے جیسے زید اور عمر اور بکر آیا یا زید مع عمرو بکر کے آیا مسند ایک ہے مسند الیہ تین۔ کبھی مسند کی تفصیل اختصار مسند الیہ کے ساتھ ہوتی ہے جیسے زید آیا اور بیٹھا اور بولا پھر چلا گیا۔ پھر بھی حرف عطف ہے مگر اُس کے معنی میں تعقیب ہے۔ یعنی چلا جانا بعد میں واقع ہوا حروف تردید۔ یا و کہ بھی حروف عاطفہ میں شمار کئے جاتے ہیں اور وہ تشکیک سامع کے لئے آتے ہیں۔ شعر (محرور)

اعجاز حُسن و ناز سے اونچا نہ ہوسکا ۔۔۔ ہے زلف یا دھواں ہے یہ شمع جمال کا
پیدا ہے یا کہ شام غریباں یہ برملا ۔۔۔ یا آفتاب ابر کے پہلو میں آگیا

یا تخئیر کے لئے۔ یعنی سامع کو مختار کر دینا جو صورت چاہے اختیار کرے

شعر (لااعلم)

جو اِن میں آپکو منظور ہو وہ جھٹ پٹ ہو ۔۔۔ میں جاں[1] بلب ہوں گلا کاٹو یا گلے سے لگو

یا حصر کے لئے۔ شعر (رشک)

مدفن تو ملے گا جو ترا گھر نہ ملے گا ۔۔۔ یا ساتھ ترے سوئینگے یا قبر میں جا کر

یعنی اِن دو کے سوائے تیسری جگہ نہ سوئینگے۔ معطوف اور معطوف الیہ میں اگر کمال اور اتحاد یا کمال تنافر و استبعاد منظور ہوتا ہے تو حرف الخفیں کو

---

[1] جب دو انشائیہ جملوں کے درمیان کلمہ تردید آتا ہے تو حذف حرف عطف کی حالت میں جملہ دوم شرطیہ منفصلہ بنجاتا ہے جیسے شعر مذکور کا مطلب یہ ہے کہ گلا کاٹو اور آپ اگر گلا نہیں کاٹتے ہو تو گلے سے لگ جاؤ۔

ذکر کرتے ہیں اور مسند کو حذف۔ شعر (حافظ عبدالرحمٰن احسان)

کیا کام کسی سے ہم کو احسان ہم اور یہ بیکسی ہماری

یعنی ہم کو بیکسی سے اتحاد ہے اور وہ ہمکو لازم ہے۔ شعر (مومن)

مومن تم اور عشق بتاں اے پیر و مرشد خیر ہے

یہ ذکر اور منہ آپکا صاحب خدا کا نام لو

یعنی تم میں اور عشق میں کمال منافات ہے۔ کبھی تخویف وترہیب کے لئے آتا ہے۔ شعر

اگر ابکی نوبت شب وصل بولا چھری اور مرغِ سحر کا گلو ہے

تقدیم مسند الیہ | مسند الیہ کی تقدیم بوجوہ ہوتی ہے اوّل تو یہ کہ وہ اصل ہے اور کوئی وجہ اُس کے تعقیب کی نہیں جیسے زید عالم ہے۔ یا یہ کہ سامع کے ذہن میں خبر کی تمکین پیدا ہو کیونکہ مسند الیہ کی تقدیم سامع کو ایک قسم کا شوق دلاتی ہے۔ شعر (المولفہ)

محبت نے تری اے رشک لیلیٰ مجھے مجنوں کی صورت کر دیا ہے

ابتدا سے سامع مشتاق ہوگا کہ دیکھا چاہئے کہ محبت کی کیا خبر نکلتی ہے اور اُس نے کیا کیا اور بعد انتظار خبر معلوم ہونے سے اُس کی تمکین زیادہ ہوئی۔ نظم میں تقدیم ضرورت شعری پر محمول ہو سکتی ہے۔ لہٰذا توضیح مثال کے لئے فقرہ نثر لکھتا ہوں۔ فقرہ سینہ آتشِ فراق میں سوزاں ہے۔ دل صدمۂ ہجر سے مثال ماہی بے آب تپاں ہے۔ رنگ رُخ بسان برگ خزاں دیدۂ زرد ہے۔ جگر دردمیں گرد برد ہے یا تعجیل

نشاط جیسے بار آیا۔ بنظر مزید اہتمام۔ شعر (کافی)

حمد لایق داور اکبر کو ہے — خالقِ اشیار بحر و بر کو ہے

چونکہ حمد مقصود خاص تھا۔ لہذا بوجہ اہمیت لفظ حمد کو مقدم لایا۔ یا اس غرض سے کہ خبر فعلی مبتدا کے ساتھ خاص ہے جیسے میں نے زید کو مارا ہے۔ یعنی مارنا میرے ساتھ خاص ہے اور کسی نے نہیں مارا۔ یا میں نے زید کو نہیں مارا یعنی نہ مارنا میرے ساتھ خاص ہے اور کسی نے مارا ہے۔ شعر (المولفہ)

میں نے چاہا تو ہوئی شہر میں شہرت تیری — میری ذلت ہی ہوئی باعثِ عزت تیری

یعنی صرف میرے چاہنے سے اور کسی کے نہیں۔ یا جبکہ الفاظ مثل اور مرادف اُس کے مسند الیہ ہوں۔ شعر (مصحفی)

رشک ہے حال زلیخا پہ کہ ہم سے کمبخت
خواب میں بھی نہ کبھی وصل سے مسرور ہوئے

یہاں ہم سے کوئی اور شخص مثل متکلم مراد نہیں بلکہ خود متکلم۔

فائدہ۔ ابتک جو مذکور ہوا اُسکا بیان تھا کہ کلام مقتضائے ظاہر کے موافق ہو اب واضح ہو کہ کبھی کلام مقتضائے ظاہر کے مخالف بھی ہوتا ہے۔ وہ یہ مواقع ہیں۔ اوّل مظہر کو بجائے مضمر لانا اور یہ کبھی تخویف مخاطب اور سامع کے دل پہ رعب جمانے کی غرض سے ہوتا ہے مثلاً بادشاہ کا قول کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں۔ یا اظہار عجز و انکسار کے لئے۔ شعر (ہوس)

انکار سے کیا تمھارے صاحب بندہ تو غلام ہو چکا اب

یعنی میں۔ شعر (قرار)

ہے ناز سے اُسکے یہی پیغام قضا کا کیوں نام کیا آپ نے بدنام قضا کا

یا ترحم۔ شعر (تسنیم)

دکھلا کے کہا سمن پری کو اب چین کہاں بکاؤلی کو

یعنی مجکو کہ بکاؤلی تیری عزیز ہوں چین نہیں اُس کی مدد کر یا اس غرض سے کہ خوب ذہن نشین ہو جائے۔ شعر (مہر)

محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہے نور نہوتی محبت نہ ہوتا ظہور

بجائے وہ نہوتی کے دوم مضمر کو بجائے مظہر لانا اسکے کئی اقسام ہیں ایک یہ کہ ضمیر بے ذکر مرجع لاتے ہیں۔ اس دعوے سے کہ ذہن سامع سوائے مرجع کے غیر کی طرف نہ جائیگا بسبب شہرت مرجع کے یا متکلم اپنے ذہن میں اُس کو حاضر سمجھتا ہے جیسا اکثر غزلیات میں۔ شعر (احسن)

بزم میں اُسکی جو ہوتی ہے کبھی سرگوشی دل دھڑکتا ہے کہ میرا کہیں مذکور نہو

شعر (مومن)

وقت وداع بے سبب آزردہ کیوں ہوئے

یوں بھی تو ہجر میں مجھے رنج و عذاب تھا

دوسرے اضمار قبل الذکر یعنی مرجع تو مذکور ہوتا ہے مگر بعد ضمیر کے اسمیں لطف یہ نکلتا ہے کہ جب سامع صرف ضمیر سُنتا ہے تو تلاش مرجع میں متردد ہوتا ہے اور متوجہ سُنتا ہے اور بعد میں اُس کو معلوم کر کے لذت

پاتا ہے۔ شعر (لاعلم)

پھینک دینگے اسے ہم چیر کے پہلو اپنا　　تجھ پہ قابو نہیں دل پر تو ہے قابو اپنا

شعر (ناسخ)

بس یہی تدبیر اب انکے بھگانے کی رہی　　جی میں ہے ہوجاؤں عاشق چندروز اغیار پر

شعر (ولہ)

آتے آتے کیوں نہ الٹے پاؤں بھاگے دور سے
صبح ڈرتی ہے بہت میری شبِ دیجور سے

شعر (میر)

اتنی گذری جو ترے ہجر میں سو اسکے سبب　　صبر مرحوم عجب مونس تنہائی تھا

سوم جمع کا اطلاق مفرد پر کرنا۔ شعر (امانت)

یہ باتیں نہ لانا زباں پر کبھی　　فقیروں سے اچھی نہیں دل لگی

بمقتضائے ظاہر فقیر واحد ہوتا لیکن جمع لانے سے مراد بڑا فقیر ہے۔ شعر (ذوق)

گر منہ سے نہیں کہتے اشاروں سے تو کہئے
کیا مدنظر تمکو ہے یاروں سے تو کہئے

یعنی مجھ سے۔ چہارم استطراد اور ایک کلمہ کو صرف ازدواج کی جہت سے ذکر کرنا حالانکہ مطلب میں اس کو دخل نہو مثلاً ہم اُس کے بھلے بُرے کے ذمہ دار نہیں۔ مراد یہی ہے کہ صرف بُرے کے ذمہ دار نہیں۔ شعر (بزاز)

کہوں ہوں جب سے میں انکو بلا لاؤ یہ کہتا ہے　　مجھے ناحق ہو دوڑاتے نہ آئینگے نہ جائینگے

لہ مگر جب کہا کہ بھلے کا ذمہ دار نہیں تو کمال پر میز پر دال ہوا حالانکہ بھلے کا ذمہ دار ہر شخص ہو۔

شعر (میر)

آپسمیں تھا سکوت تو سہتے تھے نرم گرم   کاہیکو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی

پنجم التفات یعنی متکلم یا خطاب یا غیبت سے ایک دوسرے کی طرف خلاف مقتضائے ظاہر نقل کرنا یعنی کچھ کلام بطور خطاب لکھنا پھر بطور غیبت علیٰ ہذا القیاس۔ شعر (احسان)

میں تو اُس نوجوان پر غش ہوں   ہائے عالم تری جوانی کا [۱]

شعر (انشا)

اُن اُنگلیوں میں قول کے چھلّے نظر پڑے   واللہ تم بھی سخت چھلّے نظر پڑے

کبھی کوئی خاص لطیفہ ہوتا ہے مثلاً زید نے مجھ سے بیان کیا کہ میں دشمنوں سے خوب لڑا اور آخر اسکا ہاتھ ٹوٹ گیا یعنی میرا اس میں لطیفہ یہ ہے کہ ہاتھ ٹوٹنے کا بصیغہ متکلم بولنا مکروہ سمجھا۔ ششم کلام [۲] کو خلاف مراد قائل حمل کرنا بشرطیکہ وہ حمل کرنا صحیح اور قرینہ صارفہ بھی ہو بدیں مدعا کہ اس کے یہ معنی ہونا بہتر ہے۔ مثلاً کوئی حاکم کسی مجرم سے کہے کہ تیرے ہاتھ پاؤں میں کڑے پہنائے جاوینگے وہ جواب دے کہ چاندی کے نہیں سونے کے ہوں اور اُس کے سوائے اُنگلیوں میں بھی چھلّے انگوٹھی پہنائے جاویں حاکم نے وہ کڑا مقصود رکھا تھا جو مجرموں کے ڈالا جاتا ہے اور مجرم نے

---

[۱] کیونکہ خلاف مقتضائے ظاہر و اُمید سامع کے اگر نہو تو التفات نہیں جیسے میں عاشق ہوں تو معشوق ہے التفات نہیں کیونکہ بعد تکلم کے غائب کے لئے اسم ظاہر لایا گیا ہے۔

[۲] یہ قاعدہ صنعت ایہام سے ماخوذ ہے۔

زیور پر حمل کیا اور قرینہ حمل کا لفظ چاندی سونا اور چھلا انگوٹھی ہے شعر (ذوق)

یاد کرتا قدِ موزوں کو ہے اُس کے زاہد ۔ دمِ تکبیر جو کہتا ہے سدا قد قامت

قد قامت کو جو قد قامت الصلوٰۃ میں ہے۔ قدِ یار کے معنی تصور کئے اِسی قبیل سے ہے۔ شعر (ذوق)

اُس بتِ نامہرباں کو ہے پسند اتنا رقیب ۔ وردِ اسماء الٰہی میں بھی ہے تو یا رقیب

ہفتم قلب یعنی کلام کا ایک جزو دوسرے کی جگہ لانا خواہ قلب صفت و موصوف جیسے۔ شعر (آتش)

مسی آلودہ لب پہ رنگ پان ہے ۔ تماشا ہے تہِ آتش دھواں ہے

خواہ قلب کے سبب تعقید لفظی ہو جائے۔ شعر (ظفر)

یارو اُس نوخط کی تم مشقِ ستم مثلِ قلم ۔ سر ہمارا اُس نے تھا جس دم تراشا دیکھئے

یعنی یارو تم اُس نوخط کی مشقِ ستم کو دیکھئے جس دم اُس نے ہمارا سر مثلِ قلم تراشا تھا۔

ہشتم تجرید یعنی ایک لفظ کو معنی سے مجرد کرنا اور وہی معنی دوسرے کلمہ میں زیادت ایضاح کے لئے ذکر کرنا جیسے ذمایم اخلاق ذمایم کے معنی صفات بد اور اخلاق بمعنی عادات اِسی طرح تعظیم کرنا۔ تعظیم خود مصدر ہے بمعنی بزرگ سمجھنے کے پھر کرنا لانا داخل تجرید ہے کبھی صیغۂ جمع کو مجرد کر کے جمع اُس کی بقاعدہ فارسی لاتے ہیں جیسے اہالیانِ دفتر۔ شعر (مومن)

ہوانِ حرکا توں سے ندامت تجھے کیا کیا

دل میں یہی پچھتائے کہ یہ میں نے کیا کیا

فصل سوم

مسند کے بیان میں حذف مسند کا انھیں فوائد کے لئے ہوتا ہے جو حذف مسند الیہ میں مذکور ہوئے یعنی کثرت استعمال یا اختصار یا احتراز عبث یا اعتماد قرینہ یا ضیق مقام یا واجب الستر ہونا مسند کا یا کراہت وغیرہ جیسے مزاج شریف۔ بلحاظ کثرت استعمال کیسا ہے حذف ہو گیا۔ گویا۔ شعر

نگہ وابرو و مژگاں نے ترے کاوش کی　　تیر نے برچھی نے تلوار نے سونے نہ دیا

یعنی تیر نے سونے نہ دیا اور برچھی نے سونے نہ دیا اور تلوار نے سونے نہ دیا۔ شعر (قدرت)

حسرت اے صبح چمن ہم سے چمن چھوٹے ہے
مژدہ اے شامِ غریبی کہ وطن چھوٹے ہے

شعر (ممنون)

اضطرابِ دل ذرا فرصت کہ لوں بوسہ کوئی　　پھر لبِ معشوق سینہ میں کسی کا تیر ہے

شعر (سودا)

قاتل کے دل سے آہ نہ نکلی ہوس تمام　　ذرہ بھی ہم تڑپنے نہ پائے کہ بس تمام

کبھی مقام تقدیس میں بھی حذف کر دیتے ہیں۔ شعر (بقا)

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں　　اُسکا میں چاہنے والا ہوں بقا واہ رے میں

یعنی اللہ اکبر میں بڑا حسین ہوں۔ شعر (سید)

سید سے یہ عداوت اللہ رے کفر اے بت　　پڑھنے جنازہ اُسکا سید آئے تو نہ آیا

تعالی اللہ تیرا الفر بہت زیادہ ہے یا مقام تفخیم میں۔شعر (فارغ)

دور سے دیکھ مجھے جبین بجبیں ہوتا ہے
تاکہ کچھ کہہ نہ سکوں بلبے رکھائی تیری

یعنی اے رکھائی تیرا اثر سخت زور پر ہے۔

ذکر مسند | ذکر مسند کبھی انھیں اغراض سے ہوتا ہے جو ذکر مسند الیہ میں مذکور ہوئیں مثل عدم اعتماد قرینہ و اظہار عباوت سامع یا ارادہ تشریح یا قصد توبیخ یا ترحم یا تہدید یا استلذاذ یا تعظیم یا اہانت یا بسط کلام یا اس لئے کہ معین کر دیں کہ مسند اسم ہے یا فعل ایس اگر اسم ہوگا اُس سے فائدہ ثبوت اور استمرار کا حاصل ہوتا ہے۔شعر (بقا)

دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں
اُسکا میں چاہنے والا ہوں بقا واہ رے میں

یعنی چاہنے کی صفت میرے لئے ثابت ہے اور بطور استمرار و دوام موجود ہے نہ بطور حدوث و تجدد کے اور اگر فعل ہے خواہ ماضی یا حال یا مستقبل تو فائدہ تجدد کا دیگا۔مثال ماضی۔شعر (ظفر)

عجب روش سے اُنھیں ہم گلے لگا کے ہنسے
کہ گل تمام گلستاں میں کھلکھلا کے ہنسے

یعنی زمانہ گذشتہ میں ہنسنا حادث ہوا مثال حال۔شعر (ولہ)

ہنستا ہے تیغ یار سے اسطرح میرا زخم
جس طرح آشنا سے کوئی آشنا ہنسے

مثال استقبال۔شعر (ولہ)

آپ جو تشریف یہاں سے مہرباں لیجائیں گے
حضرتِ دل دیکھیے مجھکو کہاں لیجائیں گے

مسند مقید بشرط | مسند کو مقید بشرط اُن فوائد کے لئے لاتے ہیں جو حروف

شرط سے پائے جاتے ہیں۔ حروف شرطیہ ہیں اگر۔ گر۔ جو۔ جب۔ جسوقت جہاں۔ جو نہیں۔ ہر چند۔ گرچہ۔ گو۔ اگر۔ گر۔ جو۔ وہاں آتا ہے جہاں وقوع ولاوقوع شرط کا یقین نہیں ہوتا اسی سبب سے مستقبل میں استعمال کرتے ہیں۔

شعر (مومن)

نہ جاؤنگا کبھی جنت کو میں نہ جاؤنگا	اگر نہ ہوئیگا نقشہ تمھارے گھر کا سا

جنت کا مثل خانۂ معشوق ہونا امر مشکوک ہے۔ شعر (ناسخ)

جنت کو جائینگے لئے دوزخ بغل میں ہم	ناسخ یونہیں جو بعد فنا ہے وفائے داغ

بعد فنا داغ کا باقی رہنا امر مشکوک ہے اور ماضی وحال میں وہاں لاتے ہیں جہاں یقین کا ذکر نہ ہو اور وقوع ولاوقوع بطور فرض کے ہو

شعر (امیر)

جواب نامۂ سیاہی کا اپنے ہے وہ زلف	کسی نے حشر کو ہم سے اگر سوال کیا

یہ ماضی یقینی نہیں بلکہ فرضی ہے۔ شعر (احسان)

کسی مہرو کے خاطر ہمکو اک جھومر بنانا ہے	اگر نیچے فلک عقد ثریا مول لیتے ہیں

جو کبھی بمعنی جب کے بھی آتا ہے۔ شعر (ناسخ)

ہاتھ دوڑائے زمیں سے سو شہید ناز نے	آگیا چلتے میں قاتل کا جو دامن زیر پا

جب جسوقت تعیین زمان کے لئے آتے ہیں اور مستقبل کے ساتھ مقام شک میں اور ماضی وحال میں مقام یقین پر۔ شعر (ظفر)

جب چھری کرتا ہے وہ بیداد گر اور ونیہ تیز
لگتی مرچیں سی مرے زخم جگر پر اور ہیں

مرچین سی لگنے کا زمانہ معین ہو گیا۔ کبھی تعمیم زمان کے لئے بھی۔ شعر (غالب)

مہرباں ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت — میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آبھی نہ سکوں

یعنی اوقات نامعینہ ہیں سے جس وقت چاہو جہاں تعیین مکان و زماں دونوں کے لئے آتا ہے۔ شعر (زند)

گیا جہاں میں گیا لیکے دام واں صیاد — پھرا تلاش میں میری کہاں کہاں صیاد

شعر (میر)

کبھی دل کی نہ کہنے پائے اس سے — جہاں بولے لگا کہنے کہ بس بس

بعد حروف شرط کے جملہ جزائیہ کے شروع میں تو آتا ہے۔ شعر (ظفر)

اگر زندہ رہے تو پھر نہ ہرگز دل لگائیں گے

ترے ہاتھوں سے ایذا دل کو اپنے اسقدر پہنچی

کبھی حذف بھی کر دیتے ہیں۔ شعر (سوز)

میں اگر قید حیا سے چھوٹوں — ناصحا تیری بلا سے چھوٹوں

خصوصاً جبکہ جزا مقدم شرط مؤخر ہو۔ شعر (غالب)

رنگ شکستہ گل و لالہ پریشاں کیوں ہے — گر چراغان سر رہگذر باد نہیں

ہر چند گر چہ گو ایک ہی حکم میں ہیں اور ان کی جزا میں حرف استدراک لیک۔ لیکن پر مگر لفظاً یا تقدیراً ضرور آتا ہے۔ شعر (ظفر)

گر چہ کچھ بھی نہیں ہوں میں لیکن — اس پہ بھی کچھ نہ پوچھو کیا کچھ ہوں

شعر (میر حسن)

در وازہ گو کھلا ہے اجابت کا پر حسن — ہم کس کس آرزو کو خدا سے طلب کریں

شعر (ظفر)

اگرچہ کیسا ہی ہوگا کڑی کمان کا تیر وہ پیش جائیگا آہِ دلِ حزیں سے نہیں

حرفِ شرط کبھی حذف کر دیتے ہیں۔ شعر (ناسخ)

اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہی ہے آج آتی شبِ فرقت میں تو احساں ہوتا

کبھی جملہ جزائیہ محذوف ہوتا ہے بنظر قرینہ والے کے اور موکدات جزا اُسکے قائم مقام کر دیتے ہیں۔ شعر (ذوق)

اُسکے لبِ خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ تو اے دلِ پرحسرت کیا دیر لگائی ہے

یعنی تو بوسہ لے محذوف ہے حرفِ شرط جب صیغہ ماضی تمنائی کے ساتھ آتا ہے تو مثبت کو منفی اور منفی کو مثبت کر دیتا ہے۔ شعر (ظفر)

ہم ایک بار وہاں تک جو بار پا جاتے تو جو معاملے ہیں سب قرار پا جاتے

یعنی ہم نے بار نہیں پایا اسی سبب سے معاملوں نے قرار نہیں پایا۔ شعر (ولہ)

مائلِ ابروے خوباں گر نہیں ہیں ظفر مجھپہ تلواریں یہ کیوں پھر ہر وقت کھینچتے

یعنی ہیں مائل ہوا تب تلواریں کھینچتے ہیں۔ شعر (ولہ)

ہم جو اُنکو باعثِ جذبِ محبت کھینچتے دور ہم سے آپکو کیوں ماہِ طلعت کھینچتے

یعنی ہم نے نہیں کھینچا اس سبب دور کھینچتے ہیں۔ شعر (غالب)

لیتا نہ اگر دل تمھیں دیتا کوئی دم چین کرتا جو نہ مرتا کوئی دم آہ و فغاں اور

چونکہ دل دیا اس لئے چین نہیں لے سکتا۔

فائدہ۔ شرط و جزا میں اختلافِ زمان ہونا چاہیے یعنی ایک ماضی دوسرا استقبل یا بالعکس کسی نکتہ کے لحاظ سے لاتے ہیں۔ جیسے زید اگر

آبھی گیا تو کیا کرلیگا۔ یہاں پر وجود شرط جو آئندہ ہونے والا تھا بطریق
فرض ماضی پر حمل کرلیا مسند کو اسم فاعل و اسم مفعول و صفت مُشبّہ
و اسم تفضیل و مفعول مطلق و بہ و معہ ولہ و فیہ و حال و تمیز وغیرہ کے ساتھ
اس لئے مقید کرتے ہیں کہ کلام سے فائدہ زیادہ حاصل ہو مثلاً بہ نسبت
اس فقرے کے کہ زید نے عمرو کو مارا یہ فقرہ کہ زید ولد خالد نے عمرو کو
رات کے وقت اپنے گھر میں لاٹھی سے خوب مارا زیادہ مفصل اور فائدہ بخش ہے

مسند غیر مقید | مسند کو غیر مقید اُس جگہ لاتے ہیں جس جگہ کوئی مانع ہو
مثل کمی فرصتی و خوف انقضاے وقت کلام یا جس جگہ یہ منظور ہو کہ
حاضرین زمان یا مکان یا مفعول فعل سے واقف نہوں یا متکلم کو حال
قیود معلوم نہو یا مثل اسکے مسند کو نکرہ لاتے ہیں جبکہ معرفہ لانے کی کچھ
ضرورت نہو۔ جیسا زید کاتب ہے اور عمرو شاعر ہے یا بغرض تعظیم جیسے
زید مرد ہے یا زید دانا ہے یعنی مرد یا دانا ہے کامل یا تحقیر جیسے زید کچھ
چیز نہیں یا بیوقوف ہے۔ **شعر** (سحر لکھنوی)

زر چیز کچھ نہیں ہے محبت ہی چیز ہے
اسکا جسے مزہ نہیں وہ بے تمیز ہے

نکرہ تخصیص باضافت وصف معرفہ | مسند کی تخصیص اضافت یا وصف کے ساتھ بغرض
مزید فائدہ کے ہوتی ہے کما مر۔ مسند کو معرفہ وہاں
لاتے ہیں جہاں ایک شے معلوم پر ایک امر معلوم کا حکم کرنا مقصود ہو۔
خواہ بغرض رفع ناواقفیت سامع خواہ اپنے علم سے سامع کو آگاہ کرنا
جیسا وہ جاننے والا زید ہے یا جو سوار ہے وہ جاننے والا ہے یا یہ زید ہے

اور یہ تب بولینگے کہ سامع مشارٌالیہ کو جانتا ہو مگر نہ جانتا ہو کہ اسکو زید کہتے ہیں یا عمرو۔ یا زید یہ ہے یوں تب بولینگے کہ سامع زید کو جانتا ہو مگر نہ جانتا ہو کہ زید اسی کا نام ہے یا کسی اور کا یا زید یا تیرا بھائی زید ہے۔
اوّل اُس مقام پر بولیں گے کہ سامع زید کو جانتا ہو مگر بھائی ہونا معلوم نہ ہو دوم اُس جگہ جہاں سامع واقف ہو کہ کوئی میرا بھائی ہو مگر شخص متعین نہیں۔ مسند کبھی منفی واقع ہوتا ہے اور حقیقت میں نفی مراد نہیں حرفِ نفی زاید ہوتا ہے اور قلت مقدار شے یا زمانہ مقصود ہوتی ہے جیسے دیکھیئے نہ کیا شیریں ہے یعنی تھوڑا سا چکھکر دیکھیئے شعر (غالب)
کیا فرض ہے کہ سبکو ملے ایک سا جواب آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی
یعنی تھوڑی دیر کے لئے۔
تقدیم مسند تقدیم مسند کی نہایت اہتمام کے واسطے ہوتی ہے یعنی جہاں اُسکا بیان اہم ہوتا ہے اور چونکہ حق اُسکا مؤخر ہونے کا ہے تقدیم سے اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ شعر (للمولفہ)
جاتا ہے یار مانگیں نشانی تو کس طرح اپنے کہیں حواس بھی وقت سفر ہوں جمع
یار جاتا ہے چاہیئے تھا مگر چونکہ اُس کے جانے کا اظہار خاص مقصد کلام ہے اس لئے ایسا کہا یا تشویق کے لئے ذکر مسند الیہ کی طرف شعر (قائم)
دو چیز ہیں یادگار دوراں تیرا ستم اپنی جانفشانی
مصرعہ اوّل کے سُننے سے سامع کو شوق ہوگا کہ کن چیزوں کا بیان کریگا اور بعد میں معلوم ہوا۔ پس حصولِ شے بعد انتظار موجب لذت طبیعت

ہوگا۔ شعر (نسیم)

معمول ہے بزم میں یہ عود فارجمع
مینا و کباب و مجمر و شمع

یا جہاں مسندالیہ مسند کے ساتھ مخصوص ہو جیسا۔ شعر

تم کو مسجد ہے ہم کو میخانہ
زاہدا اپنی اپنی قسمت ہے

یعنی مسجد تم کو خاص ہے میخانہ ہم کو خاص یا واسطے تفاول کے شعر (تپش)

ہو مبارک تمہیں جنون تپش
پھر نئی رت نئی بہار آئی

فعلی و سببی | مسند دو قسم کا ہوتا ہے فعلی و سببی فعلی وہ جس میں اسناد بلاواسطہ ہو جیسے زید عالم ہے عمرو شاعر ہے۔ خالد آتا ہے۔ سببی وہ جو بواسطہ اسناد ہو جیسے زید اسکا باپ عالم ہے یا عمرو اُسکی رفتار اچھی ہے وصف عالمیت زید کو بواسطہ باپ کے حاصل ہوا اگر فعلی ہوتا تو یوں کہا جاتا زید کا باپ عالم ہے عمرو کی رفتار اچھی ہے۔

حذف مسند و مسندالیہ | کبھی مسند و مسندالیہ دونوں حذف ہوکر صرف مفعول پر اکتفا کرتے ہیں جیسے نوکر سے کہیں پانی حقہ یعنی تو پانی یا حقہ لا۔ فعل یا فاعل حذف ہو گیا۔ شعر (مومن)

اٹھی کہیں جام سنگ مدد اے ہجوم شوق
آج اور زور کرتے ہیں بیطاقتی سے ہم

شعر (ظفر)

دے جام یہ گر جام پیا ہے مجھے ساقی
بس بس نہ کہوں منہ سے کہے جاؤں کہ ہاں اور

جو حالات در فصل گذشتہ ہیں بیان ہوئے یعنی ذکر و حذف و تعریف و تنکیر و تقدیم و تاخیر وغیرہ اکثر اُن میں سے اُنھیں دونوں مسندالیہ و مسند کے

ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ متعلقات یعنی معمولات فعل وغیرہ میں بھی پائے جاتے ہیں طالب علم سمجھنے سے اور جگہ خود اُن قواعد کو جاری کرسکتا ہے مگر بمزید آگاہی بعض مسائل معمولات فعل بھی مذکور کئے جاتے ہیں۔

فصل چہارم

متعلقاتِ فعل کا بیان | مفعول فعل متعدی میں بھی کبھی محذوف ہوتا ہے۔

شعر (ذوق)

کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا
آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز

یعنی وہ امور جو قابل پڑھانے کے ہیں۔ **شعر** (معروف)

آنکھ مُندے پر گیا ایک مگر دیکھنا
اور تو باتیں بری چھٹ گئیں سب جیتے جی

یعنی معشوقوں کا۔ **شعر** (مصحفی)

میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے
مصحفی سود نصیحت کا نہیں عاشق کو

یعنی جو باتیں سمجھانے کے لائق ہیں کبھی اس غرض سے کہ بعد ابہام و اجمال کے اُس کا ذکر کیا جائیگا اور یہ اکثر فعل کہنے اور چاہنے میں آتا ہے **شعر** (مجنون)

مجھ سے کیا پوچھتے ہو اپنے ہی جی سے پوچھو
جس سے جی چاہے ملو تم نہ کسی سے پوچھو

یعنی جی ملنا چاہیئے۔ اور جیسے اگر کہیئے تو بیٹھ جاؤں یعنی بیٹھنے کو کہیئے یا یہ غرض ہوتی ہے کہ ابتداً معنی غیر مقصود نہ سمجھے جائیں جیسے ع

کاٹے ہے تیری تیغ شہا استخواں تلک

یہاں مفعول کاٹنے کا یعنی گوشت اس لئے حذف کردیا کہ سامع قبل ذکر استخواں

یہ خیال نہ کرے کہ تلوار نے صرف گوشت کو کاٹا اور استخواں تلک مبالغہ ہے
اور حذف مفعول سے یہ نم اڑھر ہو گیا کہ جب استخواں کاٹا تو گوشت ضرور ہی کاٹا۔

شعر (امیر)

ان جلتی ہڈیوں پر ہرگز ہما نہ بیٹھے　　پہنچی ہے عشق کی تپ اے میر استخواں تک

یعنی بدن کو گرم کر کے ہڈیوں تک پہنچی ہے۔ یا دھوپ ایسی سخت تھی کہ
بھیجا پکنے لگا۔ کبھی یہ غرض ہوتی ہے کہ بعد حذف کے مفعول کو اس طرح
ذکر کریں کہ صدور فعل کی نسبت مفعول کی طرف صریح کی جائے نہ بذریعہ
ضمیر۔ شعر (آتش)

کس طرح تم سے نہ مانگیں تمھیں انصاف کرو　　بوسہ لینے کا سزاوار دہن ہے کس کا

یعنی بوسہ نہ مانگیں کیوں کہ اگر مفعول مذکور ہوتا تو بذریعہ ضمیر اُس کے لینے کی سزاوار
کہنا پڑتا نہ صریح یا بغرض تعمیم و اختصار۔ شعر (انشا)

یہ چھیڑنے کا تو مزا تب ہے کہو اور سُنو　　بات میں تم تو خفا ہو گئے لو اور سُنو

کہو اور سُنو مفعول محذوف ہے۔ کبھی مفعول کو محذوف کر کر اُسکے مضاف
الیہ پر اکتفا کرتے ہیں اور مفعول محض قرینۂ عقلی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ شعر

گالیاں دے چکے اب نالہ وزاری تو سُنو (ظفر)　　اپنی تم کہہ چکے تھوڑی سی ہماری تو سُنو

یعنی اپنی اور ہماری بات اور کیفیت جو عقل سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ شعر (منعم بریلوی)

وہ نوک مژہ جب سے مرے دل میں گڑی ہے　　ایسی تو کھٹکتی ہے کہ جینے کی پڑی ہے

یعنی جینے کی فکر یا مفعول کا ذکر مکروہ ہو۔ ع (سودا)

صبا جیک کے اُڑا دیوے کسی بن میں قلندر

ع (ذوق) "شیطاں کے چلا دیتا ہے سوتے سوتے"
مفعول آلۂ تناسل ہے۔ کبھی مفعول حذف ہوتا ہے اور فعل صرف تمہید کلام پر دلالت کرتا ہے۔ شعر (شیفتہ)

شیفتہ اُسکو تو تم سے محبت نکلی | ایسی رغبت سے کرے قتل گماں کا ہیکو تھا

شعر (مومن)

اجل بھی کرنے محبت کا امتحان لگی | میں اور اُسکو بلاؤ نگار وزہجر میں لو

لو بلا مفعول تمہید کلام کے لئے ہے۔ شعر (ذوق)

نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے | کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے

لا صرف حوصلہ دلانے اور سست کو ہوشیار کرنے کے لئے ہے یا متکلم و مخاطب کے درمیان مفعول متعین ہو۔ شعر (منشی محمد لطیف)

لطف اسمیں ہے مری جاں بلا مانگے جو دو | مانگے پر دنیا بھی کچھ دینے میں دنیا ہی بھلا

یعنی زر یا باعتبار قرینۂ سابقہ۔ شعر (شہیدی)

خواہ دو سیبِ ذقن کے خواہ دو غبغب کے دو | ایک ہیں نے کب لیا دینے ہیں گر دو تو دو

یعنی بوسہ۔ جو شعر ماسبق میں مذکور تھا یا تحذیر میں جیسے مار و مار و یعنی سانپ کو یا سامع سے پوشیدہ رکھنا منظور ہو یا عندالحاجت اُس سے انکار ہو سکے وغیرہ مراد ہوتی ہیں۔

تقدیم مفعول تقدیم مفعول کبھی بغرض اہتمام اُسکے شان کے ہوتی ہے۔

شعر (عشق)

تو بھی وہ میرے گھر نہیں آتا | خانماں کر چکا ہوں میں برباد

چونکہ بربادئے خانماں ایک امر عظیم تھا اور اُسی کا اظہار مقصد خاص ہے لہذا بنظر مزید اہتمام مقدم کیا کبھی واسطے تعظیم شان فاعل کے شعر (لا اعلم)

ادھر دیکھو تو کس ناز و ادا سے یار آتا ہے ۔ مسیحا کی موئی اُمت کو ٹھوکر سے جلاتا ہے

مسیحا کی موئی اُمت کو جلانا عظمت شان یار پر دلالت کرتا ہے کبھی واسطے حصر کے۔ شعر (لا اعلم)

ہمیں دیں گالیاں غیروں کو بوسے ۔ ستمگر دل میں شرمایا تو ہوتا

یعنی ہمیں تو خاص گالیاں۔ خاص غیروں کو بوسے۔ اسی طرح تمھیں دیا ہے بو لیتے ہیں جب مخاطب کو گمان ہو کہ شاید کسی اور کو دیا ہے اگر دیا ہے تمھیں بولیں تب تخصیص مفعول کی نہوگی۔ دیا جاتا یقینی ہو جائیگا تقدیم ظرف کی بغرض اہتمام اُس کی شان کے ہوتی ہے۔ شعر (مجذوب)

طوبیٰ کے نیچے بیٹھ کے روؤنگا زار زار ۔ جنت میں تیرے سایۂ دیوار کے لئے

چونکہ جنت میں سایۂ طوبےٰ سے ملکر رونا عظیم الشان تھا لہذا مقدم کیا۔ حال کو بھی اسی غرض سے مقدم لاتے ہیں جب اُسکی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہے۔ شعر (نسیم)

عریاں مجھے دیکھ کر گیا ہے ۔ کھال اُسکی جو کھینچیے سزا ہے

چونکہ جتانا حال کو منظور تھا اس لئے اُسکو مقدم کیا۔

فصل پنجم

قصر کا بیان ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنے کو قصر کہتے ہیں۔

پس اگر تخصیص نفس الامر میں ہوگی اس کو حقیقی کہتے ہیں اور اگر تخصیص
بہ نسبت دوسری چیز کے ہے اُس کو اضافی کہتے ہیں ہر ایک ان میں سے
دو نوع ہے اوّل قصر صفت کا موصوف پر۔ دوم قصر موصوف کا صفت پر۔
قصر تحقیقی صفت کا موصوف پر جیسے زید ہی گھر میں ہے یا گھر میں نہیں
ہے مگر زید۔ گھر میں ہونے کا وصف زید کے ساتھ خاص کیا گیا قصر حقیقی
موصوف کا صفت پر جیسے زید کاتب ہی[1] ہے یا نہیں ہے زید مگر کاتب۔
یعنی سوائے کاتب ہونے کے اور کوئی وصفِ ذات زید میں نہیں ہے۔
یہ مثال فرضی ہے کیونکہ اور اوصاف بھی گو ہوں مگر اُن کو معدوم خیال
کیا گیا۔ قصر اضافی کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل قصرِ افراد یعنی مخصوص کرنا ایک
امر کا دوسرے امر کی جگہ جس میں احتمال شرکت ہو۔ مثلاً کوئی شخص قیاس
کرتا ہو کہ زید اور عمرو دونوں آتے ہیں۔ اُس سے کہا جاوے کہ زید ہی
آیا ہے نہ عمرو۔ قیاس مخاطب کا بابت شرکت کے قصر سے رفع کیا گیا۔
اس قصر میں شرط ہے کہ دونوں وصف منافی نہ ہوں ورنہ احتمال شرکت
غیر ممکن ہوگا۔ مثال زید بینا ہے نہ اندھا یہاں بینا اور اندھے ہونے

---

[1] لفظ ہی کبھی بمعنی مجرد فی الفور کے بھی آتا ہے۔ شعر (میر حسن)

میں حشر کو کیا روؤں کہ اُٹھ جاتے ہی تیرے — برپا ہوئی اک مجھ پہ قیامت ہی یہیں اور

اور لفظ ہی مفید معنی حصر جب مسند الیہ کے ساتھ ہو تو فعل منفی کے حالت میں اثبات بالاشتمال اور فعل مثبت کی حالت میں مسند الیہ کی نسبت اثبات اور غیر کے نسبت نفی مقصود ہوتا ہے مثلاً زید نے ہی نہیں مارا یعنی بلکہ عمرو نے بھی مارا اور جیسے زید نے ہی مارا یعنی زید کے سوا عمرو وغیرہ نے نہیں مارا اور فعل منفی کی حالت میں کبھی مسند الیہ کی نسبت نفی اور غیر کی نسبت ثبوت منظور ہوتا ہے جیسے زید نے ہی نہیں مارا یعنی زید کے سوائے اور سب نے بھی مارا۔

دونوں کا احتمال ہو خا نماں ایک دوم قصر تعیین مخصوص کرنا ایک امر کا ہے دوسرے امر کی جگہ جس کے تعیین میں شک ہو مثلاً کوئی سمجھتا ہے کہ یا زید بیٹھا ہے یا عمرو اُس سے کہا جائے کہ زید ہی بیٹھا ہے نہ عمرو یہاں شک رفع ہو کر علی التعیین معلوم ہو گیا۔ اس قصر میں نہ تنافی شرط ہے نہ عدم تنافی کیونکہ زید کھڑا ہے نہ بیٹھا بھی صحیح ہے جبکہ اشتباہ ہو کہ یا کھڑا ہے یا بیٹھا۔ سوم قصر قلب مخصوص کرنا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ جو اس کے برخلاف ہو مثلاً کوئی شخص زید کا آنا خیال کرتا ہو اُس سے کہا جائے کہ عمرو آیا ہے نہ زید اس قصر میں یہ شرط ہے کہ دونوں وصف منافی و مقابل ہوں جیسے زید کھڑا ہے نہ بیٹھا نہ یوں کہ زید کھڑا ہے نہ کاتب کیونکہ کھڑا ہونے اور کاتب ہونے میں تقابل نہیں ہے۔ فقط الفاظ قصر یہ ہیں۔ ہی۔ تو۔ سوا۔ بجز۔ جز۔ بدوں۔ بن۔ بغیر۔ مگر۔ لیکن۔ پہ۔ نہ۔ بلکہ۔ خاص۔ تنہا فقط۔ اکیلا۔ صرف۔ محض

امثلہ۔ شعر (لااعلم)

پھنسا ہوں کس غضب میں دیکھتا ہوں جب کوئی صورت
دلِ ناداں مچلتا ہے کہ بس ہم تو یہی لیں گے

شعر (ذوق)

کہتے ہیں لوگ موت تو سب جائے جائے ہے — پر میرے پاس آ سے بھی کوئی لگائے جائے ہے

شعر (تاباں)

ہاتھ بیفائدہ زنداں میں نہ دوڑائے جنوں — طوق ہے میرے گلے میں یہ گریباں تو نہیں

شعر (ناسخ)

جو مجھکو یار نے مارا تو غیر کو کر قتل — عزیز واس کے سوا اور انتقام نہیں

شعر (محمود)

نہ ڈرا نارِ جہنم سے ہمیں اے واعظ
ہے بجز ذکر عدو ہم و دردو ہیں

شعر (آشفتہ)

میرا ہی کیا قصور رہے بیتاب و بے قرار
جز غیر اور کون نہیں تیرے واسطے

شعر (ذوق)

چاندنی نے شب تجھ بن روپ یہ دکھایا تھا
مجھکو ماہتابی پر دھوپ میں بٹھایا تھا

شعر (لااعلم)

بغیر تیرے نہیں کوئی یار آنکھوں میں
پھرے ہے تو ہی تو لیل و نہار آنکھوں میں

شعر (امیر)

سب گئے صبر و ہوش و تاب و تواں
لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا

شعر (معروف)

اور تو باتیں بری چھٹ گئیں سب جیتے جی
آنکھ منہ سے پہ گیا ایک مگر دیکھنا

شعر (لطف)

نہیں سمندر و پروانہ پہ وہ آتش ہوں
کہ جس کے نام سے آتش کو احتراز رہا

شعر (غالب)

کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

شعر (خیال)

مژگاں کی یہ کاوش نہیں ناوک فگنی ہے
ابرو کی اشارت نہیں شمشیر زنی ہے

دونوں ر

شعر (میر حسن)

اوس کے ہو گئے وہ کیوں نہ کسی اور سے حسن   یہ سب بگاڑ چاہ کا ہے اور کچھ نہیں

شعر (غالب)

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

شعر (میر حسن)

پر اس قید میں بھی ترا دھیان ہے   فقط تیرے ملنے کا ارمان ہے

اور جیسے نہ چاندی ہے نہ سونا ہے بلکہ رانگہ ہے۔ شعر (وصال)

آئینہ گھورنے کو سب سے نرالا نکلا   مُنہ تو دیکھوں یہ بڑا چاہنے والا نکلا

فصل ششم

انشا کا بیان انشا کے بہت اقسام ہیں۔ اوّل تمنّا یعنی آرزو کرنا اور طلب کسی شے کی بطریق محبت کے خواہ متمنی ممکن الوجود ہو یا محال۔ الفاظ اُس کے۔ کاش کاش کے۔ اے کاش۔ اے کاشکے۔ خدا کرے۔ خدا وہ دن کرے۔ اللہ کرے شاید۔ مگر۔ کہیں۔ ہیں۔ شعر (مومن)

گر یہی شوقِ شہادت ہے تو مومن جی چکے   مار ڈالے کاش کوئی کافرِ دلجو ہمیں

شعر (میر تقی)

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق میں   ایک رہتا ایک کھوتے عشق میں

شعر (غالب)

جانا پڑا رقیب کے در پہ ہزار بار   اے کاش جانتا نہ تری رہگذر کو میں

شعر (میر تقی)

خدا کرے مرے دل کو ٹک اک قرار آئے   کہ زندگی تو کروں جب تلک کہ یار آئے

شعر (غالب)

مرے دلمیں ہی غالب شوقِ وصل و شکوۂ ہجراں   خدا وہ دن کرے جو اُس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

شعر (ولہ)

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں شاید   مر گیا غالبِ آشفتہ نوا کہتے ہیں

شعر (میر حسن)

مگر غنچہ ساں کچھ کھلے میرا دل   کہ غم نے کیا ہے بہت مضمحل

شعر (سودا)

جی تک تو دیکھ لوں کہ تو ہو کارگر کہیں   اے آہ کیا کروں نہیں بکتا اثر کہیں

کبھی لفظ تمنا محذوف بھی ہوتا ہے۔ شعر (غالب)

میری قسمت میں غم گر اتنا تھا   دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

شعر (مومن)

اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہے ضرور   آج آتی شبِ فرقت میں تو احساں ہوتا

کبھی حرفِ استفہام سے بھی تمنا کا مطلب نکلتا ہے۔ شعر (مضطر)

مجھسے[1] کس واسطے اب آپ کے وہ طور نہیں

میں وہی خادمِ دیریں ہوں کوئی اور نہیں

---

[1] مراد یہ ہے کہ کاش وہی طور پھر ہوں۔

دوم استفہام الفاظ اُس کے یہ ہیں۔ آیا۔ کیا۔ طلب تصدیق[۵۱] وطلب تصوّر کے لئے
ہیں۔ کونسا۔ طلب تعین ذوی العقول یا غیر ذوی العقول کے لئے۔ کتنا۔ کتنے۔ کسقدر
طلب کمیت عدد و مقدار کے لئے۔ کدھر۔ استفسار جہت کے لئے۔ کب۔
کس وقت۔ استفسار زماں کے لئے کہاں۔ استفسار مکاں کے لئے۔ کیوں
کس لئے۔ کسواسطے۔ طلب سبب کے لئے۔ کس طرح۔ کیونکر۔ کیسے۔ طلب وضع کیلئے
کیسا۔ کیسی۔ طلب کیفیت کے لئے۔ کس۔ طلب تعین ذوی العقول وغیرہ
ذوی العقول کے لئے۔ مگر طلب تصدیق کے لئے اور کیا۔ واسطے طلب
ماہیت کسی شے کے بھی آتا ہے۔ شعر (غالب)

ہے اب اس معمورہ میں قحط غم الفت اسد ہم نے یہ مانا کہ دہلی میں رہیں کھائینگے کیا

---

۵۱ طلب تصدیق صدور فعل کی جبکہ ذات فعل میں شک ہے یعنی استفسار نسبت ثبوتی یا سلبی کا
درمیان دو شی کے جیسے کیا۔ آگیا زید اور آیا سوتا ہے زید۔ طلب تصور جسمیں نسبت نہیں ہوتی یعنی اسمیں صدور
ذات فعل کا متحقق ہے۔ مگر طلب کا تصور فاعل یا مفعول مطلوب ہے جیسے کیا زید نے عمرو کو مارا اور آیا زید نے عمرو کو
مارا یوں تب بولینگے جب فاعل میں شک ہوگا اور جیسے کیا عمرو کو مارا زید نے اور آیا عمرو کو مارا زید نے یوں تب
بولتے ہیں جب مفعول میں شک ہو۔ اور لفظ آیا و کیا طلب تصدیق وطلب تصور کے معنی پر قضایائے شرطیہ منفصلہ پر
آتا ہے۔ واضح ہو کہ اصطلاح منطق میں قضیہ اُس بات کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے کو جھوٹا یا سچا کہہ سکیں اور اُسکی
تین قسمیں ہیں حملیہ شرطیہ متصلہ شرطیہ منفصلہ۔ اگر محکوم ومحکوم بہ مفرد ہوں وہ حملیہ ہے اور مفرد نہ ہونے کی صورت
میں اگر حکم باتصال ہے تو شرطیہ متصلہ ہے اور اگر حکم بانفصال ہے تو شرطیہ منفصلہ انفصال یہ کہ شرط کی
دونوں نسبتیں جمع ہو سکیں نہ رفع مثلاً آیا سوتا ہے زید یا جاگتا سوتا اور جاگتا ایک ذات میں نہ
جمع ہو سکتے ہیں نہ رفع یعنی ممکن نہیں کہ سوتا بھی ہو اور جاگتا بھی نہ یوں ممکن کہ نہ سوتا ہو
نہ جاگتا ہو کبھی جو جز ثانی محذوف ہوتا ہے مثلاً ہر دو امثلہ طلب تصدیق میں یا نہیں آتا اور یا جاگتا محذوف
ہیں اور طلب تصور کو اول مثال میں عمر یا بکر اور دوم میں یا بکر کو محذوف ہے۔ ۱۲۔۔۔۔

مدعی مجھکو کھڑے صاف بُرا کہتے ہیں، (میر) چپکے تم سُنتے ہو بیٹھے اِسے کیا کہتے ہیں
آہ وہ کون تھا خدا مارا (معروف) جس نے اُس سے مجھے لگا مارا
ہزاروں رنج و غم ہیں خانۂ دلمیں نہیں کھلتا (ظفر) کہ صاحب خانہ انمیں کتنے اور مہمان کتنے ہیں
کسقدر شرح گرانباری غم لکھی تھی (ممنون) کہ مرے نامہ نے بازوئے کبوتر توڑا
دل کو بے بھاگے کدھر ہاتھ سے تیرے انشا (انشا) کوئی کھڑکی بھی تو اس گنبد بیدر میں نہیں
مضطر ہو کب میں شب اُٹھا اے ماہرو نہ آیا (طالب) گھر سے تری گلی میں تا بام تو نہ آیا
وہ جنازے پر مرے کسوقت آئے دیکھنا (ذوق) جبکہ اذن عام میرے اقربا کہنے کو ہیں
کیا پوچھتا ہے ہمدم اس جسم ناتواں کی (جانی) رگ رگ میں نیش غم ہے کہئے کہاں کہاں کی
کچھ تو سمجھ گیا ہے جو اُسکو دیا ہے دل (معروف) کیوں ناصحا عبث ہمیں سمجھائے جائے ہے
شانیکا دل چاک پسند آپ کو آیا (ذوق) کسواسطے اِن سینہ فگاروں سے تو کہئے
کسطرح سے نہ مانگیں تمھیں انصاف کرو (آتش) بوسہ لینے کا سزاوار دہن ہے کس کا
مت پوچھ یہ کہ رات کٹی کیونکہ تجھ بغیر (سودا) اس گفتگو سے فائدہ پیارے گذر گئی
واں ہے یہ بدگمانی جائے حجاب کیونکر (جرأت) دو دن کے واسطے ہو کوئی خراب کیونکر
دہن پر ہیں اُنکے گماں کیسے کیسے (آتش) کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے
دمبدم ہے رنگ تغیر مرا حیران ہے (مومن) رنگ کیسا مری تصویر میں بہزاد بھرے
دوستدار اسکا جو مجھ سا اُٹھ گیا دنیا سے ہے (آتش) بیکسی پھرتی ہے کیسی ماری ماری اندنوں
رشک کہتا ہو کہ اُسکا غیر سے اخلاص حیف (غالب) عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا
کعبہ کس مُنہ سے جاؤ گے غالب (ولہ) شرم تم کو مگر نہیں آتی

ے میر — جو چمن میں گزرے تو اے صبا تو یہ کہیو اُس سے کہ بیوفا
مگر ایک میر شکستہ پا ترے باغ تازہ میں خار تھا

کبھی لفظ استفہام کو حذف بھی کر دیتے ہیں۔ شعر (فدوی)

گلہ آپس میں ایسا بھی کبھو تھا — تکلّف بر طرف ایسا ہی تو تھا

کلمات استفہام سے سوائے استفہام کبھی اور کچھ معنی بھی مقصود ہوتے ہیں مثل اظہار اضطرار و شدت انتظار۔ شعر (ذوقؔ)

وہ جنازے پہ مرے کسوقت آئے دیکھیا — جبکہ اذنِ عام میرے اقربا کہنے کو ہیں

اظہار تعجب۔ شعر (لااوری)

آتشیں رُخ پہ ترے خال کا آنا کیسا — قائم النار پہ بارود کا دانا کیسا

زجر و توبیخ۔ شعر (غالبؔ)

بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائینگے کیا

تمسخر۔ جیسے چہ خوش۔ شعر (غالبؔ)

کیا خوب تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا — بس چپ رہو ہمارے بھی مُنہ میں زبان ہے

اظہار تاسف۔ شعر (احسانؔ)

کہاں وہ گریہ و نالہ وہ جاں بلب رہنا — کسی کا کام ہمیشہ بنا نہیں رہتا

تعظیم۔ شعر (غالبؔ)

آئینہ دیکھ اپنا سامنہ لیکے رہ گئے — صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

یعنی بہت کچھ تحسین۔ شعر (ناسخؔ)

کس چین سے ہم اُسکے تصوّر میں محو تھے　　کنج لحد میں شورِ قیامت مخل ہوا
یعنی نہایت عمدہ چین سے ✤ تحقیر و استغنا۔ شعر (ناسخ)
بار ہا بیٹھ کے کعبہ میں لُنڈھائی ہے شراب　　محتسب کیا ہے خدا کا ہیں جب پاس نہیں
کیا کرونگا ہاتھ سے حور و نکے واعظ لیکے جام　　(سودا) ہوں میں ساغر کش کسی کے نرگسِ مخمور کا
تیس دن میں بالیک دن دیکھا نہ روئے رشکِ ماہ　　(کراہت) یعنی مُنہ اُس چاند میں دیکھا تھا کس منحوس کا
اظہار گمراہی۔ جیسے کہاں بہکتے پھرتے ہو۔ شعر (میر تقی)
واعظ نا کس کی باتوں پر کوئی جاتا ہے میر　　آؤ میخانے چلو تم کس کی باتوں پر گئے
استفہام تقریری جس سے اُس امر کا اقرار لینا مخاطب سے مقصود ہوتا ہے
جس کو وہ جانتا ہے۔ اندریں صورت لفظ استفہام شئے اقرار طلب کے متصل
لاتے ہیں۔ جیسے اقرار فعل یا فاعل یا مفعول کے مواقع پر یوں کہیں گے (کیا
مارا زید نے عمرو کو) (کیا زید نے مارا عمرو کو) (کیا عمرو کو زید نے مارا) استفہام
انکاری جس سے اس امر سے انکار کرانا مخاطب کا مقصود ہوتا ہے۔ جسکو وہ جانتا ہے۔ شعر
گلہ آپسمیں ایسا بھی کبھو تھا　　تکلّف بر طرف ایسا ہی تو تھا
یعنی نہ تھا۔ سوم امر۔ اور وہ طلب فعل کے ہے بطور حکم و استعلا[1] کے۔ شعر (مومن)
مومن آکیش محبت میں کہ ہی سب جائز　　حسرت حرمت صہبا مزامیر نہ کھینچ
کبھی امر سوائے حکم کے دیگر معانی کے واسطے آتا ہے۔ اجازت و اباحت
میں جاں بلب ہوں گلا کاٹو یا گلے سے لگو　　(لا اعلم) جو انمیں آپ کو منظور ہو وہ جھٹ پٹ ہو
یعنی اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے ایک صورت کرو۔ تخویف و تہدید۔

---

[1] استعلا یعنی امر کرنیوالا آپ کو بلند مرتبہ اور دوسرے کو پست قدر سمجھ کر حکم کرے۔

اور مدہوش بنو اور بنو متوالے (لاادری) ہم کو کیا کام ہی ہم کون نصیحت والے

مدہوش بننے کی اجازت مرد نہیں بلکہ تہدید ہے۔ شعر (لاا علم)

قتل کرتے ہیں ترے لب کے تمنائی کو　　دیکھ بدنام نہ کر اپنی مسیحائی کو

دیکھ صرف بطور تخویف کے ہے + زجر و توبیخ۔ شعر (میر)

آخانہ خرابی اپنی مت کر　　قحبہ ہے یہ اس سے گھر نہ ہوگا

آ زجر کے طور پر ہے + تمنا۔ شعر (میر حسن)

آجا کہیں شتاب کہ مانند نقش پا　　تکتے ہیں راہ تیرے سر راہ میں پڑے

دعا۔ شعر (صاحب)

صاحب جو بنایا ہے تو مانند زلیخا　　یوسف سا غلام اک مجھے دے ڈال الٰہی

التماس۔ شعر (نشاط)

تڑپوں ہوں دیکھنے کو ہے وقت آخری یہ　　وہ آئے یا نہ آئے یارو ں بلا تو دیکھو

اور جیسے آئیے بیٹھئے +۔ مساوات۔ شعر (رند)

بسمل تڑپ کے خون کی چھینٹیں اڑا چکے　　دامن سمیٹ اپنا کہ اب آستیں الٹ

یعنی دونوں مساوی ہیں اظہار و اہانت و کم قدری کسی شے کی۔ شعر (سودا)

ہوتی نہیں ہے صبح نہ آتی ہے مجھ کو نیند　　جس کو پکارتا ہوں وہ کہتا ہے ہر کہیں

کبھی امر کو محذوف بھی کر دیتے ہیں۔ شعر (مومن)

اُس کو ہیں جام سنگ مدد اے ہجوم شوق　　آج اور زور کرتے ہیں بیطاقتی سے ہم

کبھی صیغہ مستقبل بھی امر کے معنی دیتا ہے جیسے کل یہاں آپ آئینگے اور میں

ہمراہ چلونگا یعنی آئیو۔ کبھی مصدر بھی معنے امر کے دیتا ہے۔ شعر (سودا)

کیفیتِ چشم اُسکی مجھے یاد ہے سودا ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

چہارم نہی اور وہ طلب ترک فعل کی ہے۔ شعر (نصیر)

قدم نہ رکھ مرے چشم پُرآب کے گھر میں بھرا ہے نوح کا طوفاں حباب کے گھر میں

نہی بھی امر کی طرح سوائے اپنے معنے کے اور معنی میں مستعمل ہوتا ہے تہدید۔ شعر (جرأت)

مل نہ مل پاس مرے بیٹھ نہ بیٹھ آ کہ نہ آ جس نے بہکایا ہے تجھ کو تو اُسی کے گھر جا

نہ ملنا مراد نہیں بلکہ تہدید + دعا۔ شعر (ناسخ)

دمِ اخیر تو کر لوں نظارہ جی بھر کر الٰہی خنجرِ سفاک آبدار نہ ہو

التماس۔ شعر (غالب علی خاں سید تخلص)

یارو مرے بالیں سے نہ اُٹھو نہ جدا ہو حالت مری اچھی نہیں کیا جانئے کیا ہو

پنجم ندا اور وہ طلب اقبال ہے۔ یعنی پکارنا حروف ندا یہ ہیں۔ اے۔ او۔ ارے۔ ابے۔ ری۔ بی۔ یا الف ندا۔ شعر (غالب)

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

اب تو ہر دم ہے یہی کوچۂ جاناں میں پکار (لا اعلم) بیچتا ہے تو اِدھر آ ارے او دل والے

یوں کریں چارۂ بیماریٔ اغیار وہ لب (ممنون) یہ مرے درد کی ہوتی ہے دوا یا قسمت

ناصحا دل میں ذرا سوچ تو اِتنا ہی کہ ہم (مومن) لاکھ ناداں سہی کیا تجھ سے بھی ناداں ہونگے

اور منادی ضرور نہیں کہ مخاطب ہی ہو بلکہ غائب یا متکلم کو بھی حاضر سمجھ کر منادی بنا لیتے ہیں۔ شعر (لا اعلم)

میری لیلیٰ کو کر دیا مجنوں اے سکندر ریس تجھکو کیا کوسوں

عشق کا ہو درد لے ناسخ نہ کیونکر لا دوا (ناسخ) زخم ہائے تیرِ مژگاں کا نشاں ہوتا نہیں

اور ندا کو غیر ندا کے مقام پر بھی استعمال کرتے ہیں اور اُس سے اظہار حسرت و مصیبت و حیرت مراد ہوتی ہے جبکہ آسمان یا زمانہ یا شب و روز یا غم وغیرہ منادی ہوتے ہیں اور اظہار کمال بیطاقتی و جوش و شوق مقصود ہوتا ہے جبکہ باد صبا و منزلِ محبوب وغیرہ اشیا غیر قابل خطاب مخاطب ہوتے ہیں۔ شعر (میرؔ)

ہم خاک میں ملے تو ملے لیکن اے فلک
اُس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا مُنہ
اے شبِ ہجر تیرا کالا مُنہ (مومن)

اے غمِ یار ہیں بندہ ہوں رفاقت کا تری
نہ کیا تو نے گوارا مری تنہائی کو (لا اعلم)

اے مرگ آکہ میری بھی رہ جائے آبرو
رکھا ہے اُس نے سوگ عدو کی وفات کا (شیفتہ)

اس سرے دل کی خرابی ہوئی اے عشق و دریغ
تو نے کس خانہ مطبوع کو ویران کیا (میر)

جو چمن میں گذرے تو اے صبا تو یہ کہیو اُس سے کہ بیوفا
(میر)
مگر ایک میر شکستہ پا ترے باغ تازہ میں خار تھا

حرف ندا محذوف بھی ہوتا ہے۔ شعر (مومنؔ)

درد ہے جان کے عوض ہر رگ و پے میں ساری
چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہوگا

ششم دعا جناب باری سے کچھ مانگنا۔ شعر (گویاؔ)

یں گویا خوش ہوں اُسکی زندگی سے
رہے خوش یا الٰہی وہ جہاں ہے

فائدہ۔ جو حالات پانچ باب سابق میں درباب خبر مذکور ہوئے اکثر اُن میں سے انشا میں بھی جاری ہو سکتے ہیں مثلاً کلام انشائی یا موکد ہوگا یا غیر موکد اور مسند الیہ محذوف ہوگا یا مذکور علیٰ ہذا القیاس

طالب اُن کو انشا میں بھی جاری کرلے۔

فصل ہفتم

وصل و فصل کا بیان ایک جملے پر دوسرے جملے کے معطوف کرنے کو وصل اور عطف کرنے کو فصل کہتے ہیں۔ جب ایک جملہ دوسرے جملہ کے بعد آوے تو دیکھنا چاہیئے کہ جملہ اوّل کا کیا حال ہے اگر وہ محل اعراب ہے یعنی مبتدا یا خبر یا صفت یا حال یا صلہ یا جزاء شرط وغیرہ ہے پس اگر جملہ دوم کو بھی جملہ اول کے حکم میں شریک کرنا منظور ہو یعنی اسکو بھی ویسا ہی مبتدا یا خبر یا صفت وغیرہ بنانا منظور ہو تو اس کو مثل مفرد کے عطف کرنا چاہیئے یعنی جیسا ایک مفرد کو دوسرے مفرد کے اعراب میں شریک کرنا ہوتا ہے یعنی دونوں مفرد فاعل یا مفعول یا خبر وغیرہ ہوتی ہیں تو عطف کرتے ہیں جیسے زید اور عمر آئے یا زید اور عمر کو مارا۔ اِسی طرح جملہ کو بھی کرنا چاہیئے مگر یاد رہے کہ عطف واوٗ یا اور کے ساتھ تب درست ہوگا جب دونوں میں وجہ جامع یعنی کچھ مناسبت پائی جائے مسند خواہ مسند الیہ میں جیسے یار کی چشم فتّان نے دل لے لیا۔ اور غمزۂ دل فریب نے ایمان اس میں تو حد مسند وجہ جامع ہے یا زید ناظم و ناثر ہے اور زید لیتا اور دیتا ہے۔ مناسبت نظم اور نثر کی اور نسبت تضاد لینے دینے میں وجہ جامع ہے مگر زید ناظم اور سخی ہے یا زید کاتب اور بخیل ہے درست نہیں۔ اِسی طرح جملات زید شعر لکھتا ہے اور عمرو نثر لکھتا ہے یا زید خوبصورت ہے اور عمرو کریہ منظر ہے میں عطف

درست ہے کیونکہ شعر اور نثر میں یا خوبصورت اور کرہ منظر میں مناسبت ہے اور یہ تب درست ہوگا جب زید اور عمرو میں کچھ مناسبت اور علاقہ ہو مثلاً دونوں بھائی ہوں یا دوست یا دشمن اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ زید شاعر ہے اور عمرو خوبصورت ہے خواہ زید اور عمرو میں مناسبت ہو یا نہ ہو کیونکہ شاعر اور خوبصورت میں کچھ مناسبت نہیں ہے۔ اسی طرح یہ کاغذ سفید ہے اور بگلا بھی۔ بھی غلط ہے کیونکہ کاغذ اور بگلے میں کچھ نسبت نہیں ہے اور حکم جملۂ اوّل میں جملۂ دوم کو شریک کرنا منظور نہو تو عطف نہ کرینگے کیونکہ عطف سے جملۂ دوم جملۂ اوّل کے حکم میں شریک ہو جاویگا اور خلاف مقصود معنی کا شریک پڑے گا مثلاً زید کہتا ہے کہ آج عمرو آویگا یہ قول قابل اعتبار نہیں اِن دونوں جملوں میں اگر عطف لاتے تو جملۂ دوم بھی خلاف مقصود زید کا مقولہ سمجھا جاتا۔ شعر (سوز)

لوگ کہتے ہیں مجھے یہ شخص عاشق ہے کہیں — عاشقی معلوم لیکن دل تو بے آرام ہے

ہے اب اس معمورہ میں قحطِ غمِ الفت اسد — ہم نے یہ مانا کہ دہلی میں رہیں کھائینگے کیا (غالب)

شعر اوّل مصرعہ دوم میں اگر عطف لاتے تو مقولہ لوگونکا ہو جاتا اور دہلی میں رہیں گے بعد در صورت عطف کھائینگے کیا مفعول مانا کا ہو جاتا اور یہ مراد نہیں۔ اور اگر جملہ اوّل محل اعراب نہو اور جملہ دوم کو جملہ اوّل کے ساتھ واؤ کے سوائے کسی اور حرف کے ذریعہ سے مربوط کرنا منظور ہو تو یہ عطف بلا ضرورت شرط وجہ جامع کے درست سمجھا جائیگا جیسے زید آیا پھر عمرو گیا اسمیں تعقیب و مہلت ملحوظ ہے۔ اور اگر جملۂ دوم کو جملۂ اوّل کے ساتھ سوائے واؤ

کے اور حرف کے ساتھ عطف کرنا منظور نہ ہو پس اگر جملہ اوّل کے واسطے ایسا حکم ہے جس میں جملۂ دوم کو شریک کرنا مقصود نہیں ہے تو فصل واجب ہے کیونکہ عطف سے اشتراک حکم لازم آجائیگا جیسے زید نے اگر عمرو کو سلام کیا وہ نہایت خوش ہوا اور صورت عطف میں لازم آتا ہے کہ یہ بھی زید کے فعل میں سے ہو۔ شعر (درد)

حیف کہتے ہیں ہوا گلزار تاراجِ خزاں ۔ آشنا اپنا بھی واں ایک سبزۂ بیگانہ تھا

مصرعہ دوم جو مقولہ شاعر ہے درصورت عطف کہتے ہیں کا مقولہ ہو جاتا ہے اور اگر جملہ اوّل کے واسطے ایسا حکم جس میں جملۂ دوم کو شریک کرنا نہیں چاہتے نہ ہو پس اگر کمال انقطاع یا کمال اتصال ہو تو فصل واجب ہی ورنہ وصل کیونکہ عطف میں ضرور ہے کہ معطوف و معطوف الیہ میں مناسبت بھی ہو اور مغائرت بھی اور کمال اتصال میں مغائرت نہیں اور کمال انقطاع میں مناسبت نہیں ہوتی کمال انقطاع یا بسبب اختلاف جملتین کے ہوتا ہے یعنی ایک خبریہ ہو دوسرا انشائیہ جیسے۔ شعر (یاس)

دم توے تیغ تلے اے طپشِ دل تھم جا ۔ دیکھ قاتل کا مرے دھیان بٹا جاتا ہے

کافر ہوں سیر ہم رہیں محرم واعظا ۔ (ناسخ) اگر میکدہ پہ حکم نہ جاری ذات کا

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لے اپنی ۔ (انشا) تجھے اٹھکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

وہ غریقِ رحمتِ پروردگار ۔ (خوشنود) آج ساقی کا پیالہ ہو گیا

عقل سے اپنی کوئی تدبیر جو چاہے کرے ۔ (ظفر) پر ہو بے تقدیر کیا تقدیر جو چاہے کرے

یا یہ کہ وجہ جامع نہ ہو جیسے زید خوبصورت ہے اور عمر سوتا ہے۔ شعر (غالب)

یہ لاش بے کفن اسدؔ خستہ جاں کی ہے   حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

اور کبھی اگرچہ وجہ جامع موجود ہو۔ مگر عطف سے ایہام خلاف مقصود کا ہوتا ہے لہذا عطف نہیں کرتے۔ شعر (للمولفہ)

میں نے یہ کہا کہ مر رہا ہوں   وہ بولا یہی تو چاہتا ہوں

کمال اتصال اس صورت میں ہوتا ہے کہ جملہ دوم جملہ اوّل کی تاکید لفظی ہو یا معنوی یا بدل۔ شعر (ذوقؔ)

مذکور ترے بزم میں کس کا نہیں آتا   پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

نہیں آتا دوم تاکید لفظی نہیں آتا اوّل کی ہے۔ شعر (مومنؔ)

بیخود تھے غش تھے محو تھے دنیا کا غم نہ تھا   جینا وصال میں بھی تو مرنے سے کم نہ تھا

ہر ایک جملہ مصرعۂ اوّل کا ایک دوسرے کا تاکید معنوی ہے۔ شعر (فرحؔ)

چشم سے نور گیا تن سے تواں دل سے صبر   ہجر میں تیرے جدا مجھسے ہوا کیا کیا کچھ

جدا ہونے کا کچھ جزو مصرعۂ اوّل میں بیان کیا بدل بعض ہے۔ شعر (برکتؔ)

دلِ بیتاب کو کس طرح سے ٹھہرائے کوئی   مجھے سمجھائے کوئی یا اُسے سمجھائے کوئی

طرح کا بیان مصرع دوم میں ہے یا جملۂ اوّل مجمل اور شرح طلب ہو۔ جملۂ دوم اُس کا بیان کرتا ہو۔ شعر (اکرمؔ)

اسیری نے کی پردہ پوشی جنوں کی   کیا طوق گردن نے کار گریباں

مصرعہ دوم میں پردہ پوشی کی شرح ہے۔ شعر (معروفؔ)

بعد مرنے کے ملی میری سیہ بختی کی داد   نعش کے ہمراہ تھا وہ موئے سر کھولے ہوئے

مصرع ثانی میں داد ملنے کا بیان ہے یا دوسرا جملۂ اہم ہوا ول سے غرض

متعلق نہ ہو مثلاً آیئے تشریف لایئے لیجئے حقہ پیجئے۔ جایئے آرام کیجئے۔ اصل مطلوب دوسرا جملہ ہے اس لئے فصل کیا گیا۔ یا یہ کہ جملہ دوم مستانفہ ہو یعنی جواب ہو اُس سوال کا جو جملۂ اوّل سے پیدا ہوتا ہو تو بھی عطف نہ کرینگے۔ شعر (ظفر)

پڑھ لیتے ہیں صفحہ سے مضموں ترے خط کا　　　کاغذ میں سیاہی دم تحریر نہ چھوٹی

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس سبب سے نہیں پڑھا مصرع دوم جواب ہے کبھی جواب مقدار ہوتا ہے صرف وجہ مذکور ہوتی ہے۔ شعر (میر)

جہاں کو فتنہ سے خالی کبھی نہیں پایا　　　ہمارے عہد میں تو آفتِ زمانہ ہوا

سوال یہ کہ اب خالی ہے یا نہیں۔ جواب نہیں۔ بوجہ مصرعہ دوم کمال اتصال کی حالت میں بھی کبھی ترک عطف سے ایہام خلاف مقصود ہوتا ہے مثلاً کوئی پوچھے تم زید کے گھر گئے تھے وہ جواب دے نہیں جاؤنگا یہاں اشتباہ گذرتا ہے کہ نہیں جاؤنگا ایک جملہ ہے ایسی جگہ رفع ابہام کے لئے یوں کہنا چاہئے نہیں ہیں اب جاؤنگا یا عنقریب جاؤنگا۔ یہ صورتیں فصل کی تھیں۔ اور وصل کے دو موقع ہیں اوّل یہ کہ گو کمال انقطاع ہو مگر ترکِ عطف میں ابہام خلاف مقصود کا اشتباہ ہو مثلاً کوئی شخص پوچھے کہ آپ ہم سے خفا تو نہیں ہیں وہ کہے کہ نہیں ہیں۔ اور تم سلامت رہو اگرچہ اختلاف جملتین کمال انقطاع ہے مگر ترک عطف میں اشتباہ بد دعا کا خلاف مراد ہے۔ دوسرے یہ کہ دونوں جملے درمیان کمال انقطاع وکمال اتصال کے متوسط ہوں مثلاً دونوں خبریہ یا دونوں انشائیہ ہوں اور

اُن دونوں میں وجہ جامع بھی پائی جائے۔ شعر (مومن)

مجھے تو کہتے ہو مت دیکھ میری جانب تو   اور آپ دیکھتے ہو بار بار آئینہ

بیان وجہ جامع وجہ جامع تین قسم کی ہے۔ عقلی۔ وہمی۔ خیالی۔ عقلی وہ امر ہے جس کے سبب سے عقل دو چیزوں کو قوت متفکرہ میں جمع کرنے کا تقاضا کرتی ہے اور وہ امر تین ہیں اوّل یہ کہ مجزء یا مجزعنہ متحد ہوں یا اُن کی کسی قید مثل صفت یا حال یا ظرف وغیرہ میں اتحاد ہو۔ اتحاد مجز و مجزعنہ کی مثالیں اوپر مذکور ہوئیں اتحاد وصفت جیسے زید فاضل آیا اور عمرو فاضل گیا۔ اتحاد حال جیسے زید دوڑتا آیا اور عمرو دوڑتا گیا۔ اتحاد ظرف جیسے زید بازار میں آیا اور عمرو بازار میں آیا یا زید شام کو آیا اور عمرو شام کو آیا دوم تماثل[1] یعنی دو چیزیں نوع میں متحد ہوں اور تعین میں مختلف مثلاً زید اور عمرو کہ دونوں نوعِ انسان میں ہیں ایسا ہی تجانس مثلاً آدمی اور گھوڑا جو جنس حیوان میں شریک ہیں اور نیز تشابہ یعنی عرضیات میں متحد ہوں جیسے زید اور عمرو سخاوت یا شجاعت میں شریک ہوں مثلاً اقسام حیوانات کے بیان میں کہا جائے کہ آدمی ایسا ہوتا ہے اور گھوڑا ایسا ہوتا ہے یا جب افراد اسخیا کا بیان ہو تو کہیں زید سخی ایسا ہے اور عمرو سخی ایسا ہے۔ سوم تضائف یعنی ایک کے سمجھنے سے دوسری چیز سمجھی جائے۔

---

[1] تماثل کو عقلی اس لئے گنا ہے کہ عقل مدرک کلیات ہے نہ جزئیات بس قوت عاقلہ زید اور عمرو دو شکلوں کو تشخص اور تعین خارجی سے مجرد کر لیتی ہے اور اُن سے معانی کلیہ سمجھتی ہے یعنی اُن کو ایک چیز یعنی انسان خیال کرتی ہے۔

مثلاً باپ اور بیٹا۔ یا علت و معلول۔ مثلاً آفتاب اور روز یا اکثر و اقل۔ مثلاً عمر و بڑا ہے۔ اور زید چھوٹا ہے اور جامع وہمی وہ امر ہے کہ جس کے سبب سے وہم دو چیزوں کو قوت متفکرہ میں جمع کرنے کا تقاضا کرتا ہے حالانکہ عقل اُن کو جدا جدا مانتی ہے وہ تین قسم ہے اوّل شبہ تماثل جیسے سفیدی اور زردی یا سبزی و سیاہی کہ ہم ان دونوں کو بسبب ہونے غایت خلاف کے مثل یکدیگر سمجھتا ہے یعنی سفیدی کو زیادہ صاف زردی سے اور زردی کو زیادہ مکدر سفیدی سے سمجھتا ہے حالانکہ عقل دونوں کو دو نوع متباین ایک جنس کی افراد شمار کرتی ہے دوم تضاد[1] یعنی دو امر وجودی کہ ایک محل پر باری باری آسکتے ہوں اور اُن میں غایت خلاف ہو۔ مثلاً سفیدی اور سیاہی سوم شبہ تضاد جیسے آسمان و زمین یا اول و دوم اگرچہ آسمان و زمین وجودی ہیں ایک نہایت بلند اور ایک نہایت پست مگر چونکہ اجسام ہیں اعراض نہیں اور اس لئے ایک محل پر پس یک دیگر نہیں آسکتے اس لئے متضاد نہیں کہی جاسکتی اور اوّل و دوم میں غایت خلاف نہیں ہے کیونکہ اول سے بہ نسبت دوم کے سوم و چہارم زیادہ مخالف ہیں لہذا اُن کو بھی متضاد نہیں کہہ سکتے تیسرا جامع خیالی وہ امر ہے جس کے سبب سے خیال دو چیزوں کو قوت متفکرہ میں

---

[1] تضاد اور شبہ تضاد کو جامع وہمی میں اس لئے گنتا ہے کہ وہم ان دونوں کو بمنزلہ تضایف کے خیال کرتا ہے کیونکہ ان میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب ان میں سے ایک ذہن میں گذر کرتا ہے تو فوراً دوسرا ابھی ذہن میں آجاتا ہے اور یہ کام وہم کا ہے ورنہ عقل ایک کو بدوں دوسرے کے سمجھ سکتی ہے۔

جمع کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور یہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ عطف کرنے سے پہلے اُن دونوں کے تصور خیال میں متقارب ہوں اور اسباب قرب کے مختلف ہیں اسی سبب سے یہ صورت خیالیہ ترتیب اور وضوح کی رو سے مختلف ہوتی ہیں کیونکہ بعض صورتیں ایک شخص کے خیال میں ایک دوسرے سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتیں اور دوسرے کے خیال میں ہرگز مجتمع نہیں ہوتیں۔ مثلاً قلمدان۔ چاقو۔ کاغذ وغیرہ کی صورتیں کاتب کے ذہن میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں اور دھوبی کا ایسا حال نہیں ہے۔ اور بعض صورتیں ایک شخص کے خیال سے بالکل غائب نہیں ہوتیں اور دوسرے کے خیال میں کبھی گذر نہیں کرتیں مثلاً زید کے معشوق کی صورت اُس کے خیال سے کبھی جدا نہیں اور عمرو کے خیال میں کبھی نہیں آتی۔ اندریں صورت طلبہ کو وجہ جامع خیالی کا جاننا نہایت ضرور ہے کیونکہ اُس کی بنا عادت اور طبیعت پر ہے جو ایک دوسرے سے بشدت مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً کہیں کہ قامت یار دیکھا اور قیامت یاد آئی یہاں قد یار اور قیامت میں وجہ جامع فتنہ انگیزی ہے اور چونکہ یہ خیال شاعرانہ ہے پس شاعر کے نزدیک یہ دونوں مناسب ہیں عام آدمی اس کو ہرگز نہ سمجھے گا۔

فصل ہشتم

ایجاز۔ واطناب و مساوات کا بیان

مطلب تین طرح پر ادا کیا جا سکتا ہے۔ اوّل مساوات اور وہ ادا کرنا اصل مراد کا ایسی لفظ سے ہے جو ضرورت سے نہ زیادہ ہو نہ کم۔ دوم ایجاز اور وہ ادا کرنا ایسے لفظ سے جو اصل مراد سے

کم ہو کہ ناکافی نہو۔ سوم اطناب اور وہ ایسا لفظ ہے جو اصل مراد سے زیادہ ہو مگر کچھ فائدہ دے۔ مثال مساوات۔ شعر (ذوق)

وقت پیری شباب کی باتیں ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

اس میں کوئی لفظ اصل مراد سے زیادہ یا کم نہیں ہے۔ ایجاز دو قسم ہے اول ایجاز قصر جس میں کچھ حذف نہ کیا گیا ہو جیسے مثل نادان کی دوستی جی کا جنجال۔ یہ قصر ہے اُس عبارت کا جو نادان کے ساتھ دوستی کرتا ہے اُسکے جی کو اُس کی دوستی جنجال ہو جاتی ہے۔ دوم ایجاز حذف جس میں حذف کر دیا گیا ہو کوئی جزو جملہ کا مثل مسند اور مسند الیہ کے یا مفعول وغیرہ جس کی مثالیں اوپر بھی گزریں۔ شعر (ذوق)

اُسکے لب خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ تو اے دل پُر حسرت کیا دیر لگائی ہے

تو لے محذوف ہے۔ کیا دیر لگائی ہے جو جملہ جزائیہ کا موثر ہے۔ اُسکا قائم مقام ہے مثال حذف مضاف ہے۔ شعر (سید)

سید سے یہ عداوت اللہ رے کفر ایت پڑھنے جنازہ اُسکا سب آئے تو نہ آیا

یعنی نماز جنازہ۔ شعر (جامی)

کیا پوچھتا ہے ہمدم اس جسم ناتواں کی رگ رگ میں نیشِ غم ہے کھئے کہاں کہاں کی

تاب بوسے کی کسے دیں بھی وہ اب شیفتہ گر (شیفتہ) اگر چکی کام یہاں لذت دشنام اپنا

مثال حذف مضاف الیہ۔ شعر (آتش)

لہ کیونکہ اگر اظہار اصل مراد کو ناکافی ہوگا تو عیب اخلال ہے۔

لہ کیونکہ اگر بے کسی فائدہ کے لفظ زیادہ ہوگا تو عیب تطویل ہے یا حشو مفسد یا حشو غیر مفسد۔

مرتے ہیں ہم تو اُسکے لبِ آبدار پر گر آبِ زندگی ہو تو ماریں ہیں دھار پر
یعنی پیشاب کی دھار پر۔ مثال حذف مفعول۔ شعر (کرم)
اے طفلِ اشک دیکھ کے برباد کیجیو ہر پارۂ جگر ورق انتخاب ہے
یعنی جگر کو۔ شعر (فدوی)
گالیاں کیونکر نہ دیوے تو نے فدوی چھیڑ چھیڑ ایک تو وہ تھا ہی اُسکو اور بھی بدخو کیا
بدخو تھا ہی۔ شعر (اثر)
آپ ہیں کہنے لگوں سو ہے کہاں میری مجال پوچھے تو احوال میرا ایسی کیا تجھکو پڑی
ایسی غرض۔ مثال حذف جملہ۔ شعر (قائم)
کسی بلا میں پھنسے قید ہوئے جان سے جائے پر آدمی کو خدا تجھ پہ مبتلا نہ کرے
بعد مصرعۂ اول کے تو بہتر ہے جملہ جزائیہ مقدر ہے۔ شعر (محمود)
ہے زخم جگر ناوک مژگاں کی نشانی اے چارہ گر اسکا مٹانا نہیں اچھا
مت مٹاؤ محذوف ہے اور وجہ اُس کی مذکور ہے کہ مٹانا اچھا نہیں شعر (رند)
تولنا تیغ کا عبث ہر بار جو لگانا ہو لگا بیٹھے
سب آدمیوں کا یہ دستور ہے مقدر ہے۔ اور جیسے کسی کام کے آغاز میں
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا مراد یہ ہے کہ میں اللہ کے نام پر شروع کرتا ہوں اور
اقتران۔ یعنی کوئی کلمہ کسی تقریب کے متصل بولا جائے مثلاً مبارک تقریب شادی
وغیرہ میں۔ شعر (غالب)
علی الرغم دشمن شہید وفا ہوں مبارک مبارک سلامت سلامت
اطناب۔ اس طرح ہوتا ہے۔ اول بعد ابہام کے ایضاح۔ یا بعد اجمال کے تفصیل

تاکہ ایک امر دو طرح بیان ہو یا معنی ذہن میں خوب مستحکم ہو جائیں۔ یا تکمیل لذت کے لئے جو اس سے حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً زید کے تذکرہ میں کہنا کہ بہت لایق آدمی ہے زید باوجود ضمیر مستتر کے زید مظہر بھی ذکر کیا گیا ہے۔ شعر

کامیابی پر مری کچھ آسماں کو رشک ہے (نثار) اس لئے مجھپر ستم کرتا ہے ہر دم آسماں
اُسکے پاؤں سے لگی رہتی ہے دن رات حنا خوب دنیا میں بسر کرتی ہے اوقات حنا

دوم توسیع۔ اوّل ایک معدود ذکر کرکے بعدہٗ اُس کی تفسیر لاویں۔ شعر (قائم)

دو چیز ہیں یادگارِ دوراں تیر استم اپنی جاں فشانی
آٹھ بوسوں پر ہوں نوکر اک بتِ اوباش کا (شہیدی) صبح کے دو شام کے دو روز کے دو شب کے دو

سوم تکرار کلمہ کسی نکتہ کے لئے۔ مثلاً تاکید۔ شعر (مومن)

نہ جاؤنگا کبھی جنت کو میں نہ جاؤں گا اگر نہ ہوئیگا نقشہ تمھارے گھر کا سا

چہارم ایغال یعنی آخر کلام میں کسی نکتہ کے لئے ایسا لفظ لاویں جس کے بغیر اصل معنی تمام ہو سکیں خواہ وہ نکتہ مبالغہ ہو۔ شعر (غالب)

نالہ جاتا تھا پرے عرش کے میرا اور اب لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے بقصد مبالغہ ہے خواہ وہ نکتہ تحقق تشبیہ ہو۔ شعر (ظفر)

کیا کیجے دلا سیر اب اس بحر جہاں کی ہستی ہے ہوا مثل حباب ایک نفس میں

(ایک نفس میں) اس لئے لکھا کہ تشبیہ کامل ہو جائے۔ پنجم تذئیل یعنی ایک جملہ کے بعد دوسرا جملہ مشتمل اُسی معنی پر بقصد تاکید لانا خواہ جملہ دوم ضرب المثل ہو یا نہ ہو۔ شعر (حسرت)

مجھکو تجھسے خدا جُدا نہ کرے میں ہوں تجھ سے جُدا خدا نہ کرے

ہمارے آگے ہی ذکر اگلے دوستداروں کا　　پرانے مُردوں کی وہ ہڈیاں اکھاڑتے ہیں

ششم تکمیل یعنی اوّل کلام میں جو شُبہ ہوتا ہو اُسکو دوم کلام سے دفع کرنا۔ شعر

ظاہر میں دیکھنے کا کچھ اسباب ہی نہیں (لا اعلم) آئے نگہ وہ خواب میں سو خواب ہی نہیں

اوّل کلام سے شبہ ہوتا تھا کہ شاعر کو خواب آتا ہوگا سو (خواب ہی نہیں) سے

شُبہ رفع ہو گیا۔ ہفتم تتمیم کسی کلام میں کسی غرض مثل مبالغہ کے لئے کسی قدر

لفظ زیادہ کریں۔ شعر (غالب)

جو عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ ہووا　　تو وا کرے اس عقدے سو بھی باشارت

(سو بھی باشارت) سے صرف مبالغہ پیدا ہوا یا میں نے اپنی آنکھوں سے

دیکھا (اپنی آنکھوں سے) تتمیم ہے۔ شعر (ظفر)

ہزاروں میں وہ مہ لقا ایک ہے　　قسم ہے خدا کی خدا ایک ہے

خدا ایک ہے دوبارہ قسم بطور تاکید قسم کے ہے۔ ہشتم۔ اعتراض۔ یعنی درمیان

کلام کے ایک جملہ لانا کسی نکتہ کے لئے سوائے دفع ایہام کے۔ مثلاً

تقدیس کے لئے جیسے اللہ (جل شانہٗ) فرماتا ہے۔ شعر (میرؔ)

اعجاز مُنہ تکے ہے ترے لب کے کام کا　　کیا ذکر یاں مسیح علیہ السّلام کا

یا تعجب کے لئے جیسے آپ کو (اللہ اکبر) اسقدر غرور ہے یا دعا۔ شعر (نواب مرزا لکھنوی)

جلوۂ حسن رشکِ شعلۂ طور　　چشم بد دور آنکھ موتی چور

سوائے اس دل کمبخت کے کہ ہو تیو خوار (ہوشیار) کہاں نصیب کسی کے کہ تجھپہ شیدا ہو

یا توصیف۔ شعر (ہوشیار)

تری صفائی رُخ پر کہے وہ نور قریب　　یقین لائے وہی جس نے تجھکو دیکھا ہو

باب دوم

علم بیان

علم بیان وہ ہے کہ جس کو مستحضر رکھنے سے ایک معنی کو کئی طریق سے لکھ سکیں کہ اُن میں سے کوئی طریق معنی مطلوب پر دلالتؔ واضح رکھتا ہو اور

لہ دلالت اس طرح ہونا کسی چیز کا ہے کہ اُسکے جاننے سے دوسری چیز جان لیجائے اول چیز کو دال کہتے ہیں دوسری کو مدلول جیسے دھواں ہونے سے آگ کا ہونا جانا جاتا ہے۔ پس دھواں دال ہے آگ مدلول اور دلالت تین قسم کی ہے وضعی جسمیں وضع کو دخل ہو۔ عقلی کہ بمقتضائے عقل ہو۔ طبعی کہ بسبب اقتضائے طبع ہو اور پھر ایک دو قسم ہے لفظی اور غیر لفظی۔ وضعی لفظی جیسے دلالت لفظ زید کی شخص معلوم کی ذات پر۔ وضعی غیر لفظی چار قسم ہے خطوط۔ اشارات۔ نصب۔ عقود۔ کہ ان سے بدون تلفظ معنی مفہوم ہوتے ہیں۔ خطوط جیسے حروف کتابی۔ اشارات جو اعضا سے کئے جاتے ہیں اور اُن سے کوئی معنی مفہوم ہوتے ہیں مثلاً سر ہلانا انکار پر وغیرہ نصب جو کسی مقدار مسافت پر دلالت کرتے ہیں جیسے تالاب۔ چاہ۔ درخت۔ گنبد۔ منارہ۔ تکیہ۔ لقر سنگ میل وغیرہ نشان کہ سر راہ ہو پس وہاں پہونچنے سے مقدار مسافت طے شدہ کی بلا لفظ معلوم ہو جاتی ہے۔ عقود یعنی مفاصل انگشتان دست کہ شمار اور تعداد پر دلالت کرتی ہیں بہ ترتیب مقررہ عقلی و لفظی جیسے پس دیوار سے کوئی شخص کچھ لفظ معنی دار خواہ بے معنی کہے سامع کو دریافت ہو جائیگا فاعل اس کا آدمی ہے جانور نہیں عقلی غیر لفظی جیسے دلالت مصنوعات کے وجود صانع پر یا دلالت آگ کے دھوئیں کے وجود پر یا دلالت دھوئیں کی حرارت پر طبعی لفظی جیسے حرارت لفظ اُح۔ اُح کی درد سینہ پر اگرچہ واضع نے لفظ اُح۔ اح بمعنی درد سینہ کے نہیں وضع کیا ہے مگر صدور اُس لفظ کا بسبب اضطرار اور اقتضائے طبیعت کے ہے اور انتقال اس لفظ سے صرف مدلول یعنی درد سینہ کے عقلی نہیں بلکہ طبعی ہے۔ یعنی ممارست عادت طبیعت کے اور طبیعت اُح اُح سننے سے لافظ کی بیماری درد سینہ پر آگاہ ہوتی ہے۔ طبعی غیر لفظی جیسے دلالت سرعت نبض کے تپ پر یا سرخی رنگ چہرہ کی غصہ یا خجالت پر اور زردی اُس کے خوف پر یہ بیان دلالت کا مطابق اصطلاح منطقیین کے ہوا اور مطابق اصطلاح علماء علم بیان کے متن میں درج ہے۔

کوئی واضح تر۔ اور دلالت تین قسم پر ہے اگر لفظ تمام معنی موضوع لہٗ پر دلالت
کرے وہ وضعی ہے جیسے دلالت لفظ شیر کی جانور معروف پر اگر لفظ جزو موضوع لہٗ
پر دلالت کرے وہ تضمنی ہے جیسے دلالت لفظ انسان کی حیوان پر نہ حیوانِ
ناطق پر جو اُس کے کل معنی ہیں اور اگر لفظ اُس معنی پر دلالت کرے جو حقیقت
موضوع لہٗ سے خارج ہے لیکن لازم اُس کے ہو وہ التزامی ہے جیسے دلالت
لفظ شیر کی شجاع پر اور جیسے دلالت لفظ انسان کی ضاحک یا کاتب پر۔ دلالت
وضعی کو دلالت مطابقہ اور تضمنی اور التزامی کو عقلیہ بھی کہتے ہیں۔ پس ظاہر ہے
کہ علم بیان میں بحث صرف دلالت تضمنی اور التزامی سے ہے اس لئے کہ
دلالت وضعی واضح اور اوضح نہیں ہو سکتی کیونکہ لفظ شیر اور اسد اور ضیغم
معنی موضوع لہٗ پر سب یکساں دلالت کرتے ہیں نہ واضح اور اوضح پس یہ علم
لغت سے متعلق ہے نہ علم بیان سے البتہ دلالات اخیرہ میں ممکن ہے کیونکہ
دلالت التزامی میں ممکن ہے کہ ایک ملزوم کے چند لوازم ہوں کہ بعض بسبب
قلت وسائط کے ملزوم کے قریب ہوں اور بعض بسبب کثرت وسائط کے
اُس سے بعید پس یہی قرب و بُعد باعث وضوح اور خفا کا ہو جائیگا جیسے
لمبے انگر کھے والا بمعنی شخص درازقد دلالت التزامی بے واسطہ ہے اور بہت
راکھ والا بمعنی مہمان دوست اس میں کئی واسطے ہیں کیونکہ بہت راکھ لازم
بہت لکڑی جلنے کی ہے اور بہت لکڑی جلنا لازم بہت روٹی پکنے کی اور
وہ لازم کثرت مہمان کی اور وہ لازم مہمان دوست ہونے کی ہے پس اول
دلالت بہ نسبت دوم واضح تر ہے علیٰ ہذا القیاس ممکن ہے کہ ایک لازم کو چند

عہ جس معنی کے لئے لفظ کی وضع کی گئی ہو

ملزوم ہوں مثلاً سفیدی لازم ہے برف اور شیر اور عاج اور بط وغیرہ میں یہ جائز ہے کہ لزوم سفیدی کا بعض ملزوموں کی نسبت واضح ہو اور بعض کی نسبت اوضح اور دلالت تضمنی میں ممکن ہے کہ کسی شے کے چند جزو ہوں اور چند جزو خرد پس جزو اُس شے پر دلالت واضح تر کریگا بہ نسبت جزو خرد کے اُس شے پر مثلاً حیوان کی دلالت جسم پر واضح تر ہے بہ نسبت دلالت انسان کے جسم پر۔ غرض کہ علم بیان میں لوازمات معنی کو اعتبار کرنا چاہیے اور کبھی لزوم دونوں طرف سے ہوتا ہے جیسے امام و مقتدی میں کیونکہ امام بغیر مقتدی کے نہیں ہو سکتا اور مقتدی بغیر امام کے نہیں کہلایا جا سکتا اور کبھی ایک طرف جیسے علم و حیات اور جرأت شیر میں کیونکہ جرأت کو شیر لازم نہیں اور شیر کو جرأت لازم ہے اب واضح ہو کہ جب کوئی لفظ معنی موضوع لہٗ کے واسطے استعمال کیا جائے اُس کو حقیقت[۱] کہتے ہیں اور اگر معنی غیر حقیقی کے واسطے استعمال کریں

---

[۱] حقیقت دلالت کرنا کلمہ کا ہے بذاتہٖ اپنے وضعی معنے پر موافق اُس اصطلاح کے جسمیں گفتگو منظور ہو مثلاً اصطلاح لغت یا شرع یا عرف۔ مجاز دلالت کرنا کلمہ کا ہے معنی غیر موضوع لہٗ پر بلحاظ قرینہ دونوں کی چار چار قسمیں ہیں لغوی۔ شرعی۔ عرفی خاص۔ عرفی عام حقیقت لغوی وہ جس معنی کے واسطے لغت میں وضع کیا گیا ہے۔ حقیقت شرعی وہ جس کے واسطے شرع میں وضع کیا گیا ہو حقیقت عرفی خاص وہ جس کے واسطے کسی خاص فرقہ کی اصطلاح میں وضع کیا گیا ہو مثلاً صرف و نحو و منطق وغیرہ۔ حقیقت عرفی عام۔ وہ جس معنی کے واسطے اصطلاح عام میں وضع کیا گیا ہو اور اُسی طرح مجاز کے اقسام مجاز لغوی و مجاز شرعی مجاز عرفی خاص۔ مجاز عرفی عام۔ مثلاً شیر بمعنی درندہ معروف حقیقت لغوی ہے اور بمعنی مرد بہادر مجاز لغوی اور لفظ صلوٰۃ کے معنی اصطلاح شرع میں نماز کے ہیں پس شرع میں اُس معنی پر استعمال کرنا حقیقت شرعی ہے اور اُس اصطلاح میں معنی لغوی دعا پر استعمال کرنا مجاز شرعی اور لفظ فعل کے معنی اصطلاح صرف میں ماضی مضارع وغیرہ کے ہیں پس اصطلاح صرف میں یہ معنی مراد رکھنا حقیقت عرفی خاص ہے اور اُسی اصطلاح میں لغوی معنی کرنے کی مراد رکھنا مجاز عرفی خاص ہے اور لفظ دابہ عرف عام میں بمعنی حیوان چارپایہ کے ہے پس اس معنی پر استعمال کرنا حقیقت عرفی عام ہے۔ اور اگر مثلاً بمعنی انسان استعمال کریں تو مجاز عرفی عام ہوگا۔

اُس کو مجاز مگر اس صورت میں معنی حقیقی اور مجازی میں کچھ علاقہ ضرور ہوگا اور مجاز میں جب کہ معنی موضوع لہٗ متروک ہوں پس اگر وہ علاقہ تشبیہ کا ہے اُس کو استعارہ اور اگر اور کچھ علاقہ مثل لزوم و سببیت وغیرہ کا ہے اُس کو مجاز مرسل کہتے ہیں اور اگر معنی موضوع لہٗ کا بھی ارادہ جائز ہو اُس کو کنایہ کہتے ہیں جیسے استعمال لفظِ نرگس کا بجائے چشم استعارہ ہے اور استعمال لفظ قارورہ کا بول مریض پر مجاز مرسل ہے چونکہ بول مریض کا اکثر قارورے یعنی شیشی میں رکھتے ہیں پس یہاں علاقہ معنی حقیقی مجازی میں ظرفیت کا ہے اور لمبے انگر کھے والا یعنی دراز قد کنایہ ہے مثال استعارہ میں مراد صرف چشم سے ہے نہ نرگس سے علیٰ ہٰذا القیاس مجاز مرسل میں صرف بول سے نہ شیشی سے مگر کنایہ میں شخص دراز قد کے سوائے اگر لمبا انگرکھا ہونا مراد کریں تو بھی جائز ہے پس چونکہ استعارہ منحصر ہے ادراکِ ماہیت تشبیہ پر لہٰذا مدار علم[1] بیان کا چار چیز پر ہے تشبیہ[1] ۔ استعارہ[2] ۔ مجاز مرسل[3] ۔ کنایہ[4] اب ہر ایک کا بیان ایک فصل میں ہوتا ہے ۔

---

[1] اس تقریر سے تشبیہ مقاصد اصلی بیان سے نہیں ثابت ہوتی ہے بلکہ فروع اور لوازم میں سے ہے مگر بعض محققین کی رائے ہے کہ جب معنی موضوع لہٗ متروک ہوں اُس کے دو اقسام ہیں۔ استعارہ و مجاز مرسل حسب بیان مّتن ہیں اور جب معنی موضوع لہٗ کا بھی ارادہ ہے اُسمیں بھی اگر علاقہ مشابہت کا ہے اُسکو تشبیہ کہتے ہیں اگر اور کچھ علاقہ ہو تو کنایہ اس صورت میں تشبیہ بھی داخل اصول اربع علم بیان ہوگی اور تشبیہ میں ارادہ ہر دو معنی موضوع لہٗ اور غیر حقیقی کا وہ اس طرح بیان کہتے ہیں کہ جب کہیں کہ اسکا چہرہ مثل چاند کے ہے پس یہاں سوائے معنی وضعی کے بھی معنی مراد ہیں یعنی نہایت حسین اور منور ہے اور یہ معنی لازمی ہیں اور واضح ہو کہ کسی شے کو حسین منور دوسرے طریق سے یوں کہہ سکتے ہیں مثل چاند کے ہے اور یہ بہ نسبت اُس کے کم واضح ہے اور یہ علم متعلق علم بیان کے ہے ۔

فصل اوّل

تشبیہ کے بیان میں تشبیہ عبارت دلالت مشارکت[1] دو چیز سے ہے ایک معنی پر اُن دونوں کو اطراف تشبیہ یعنی مشبّہ اور مشبّہ بہ کہتے ہیں اور معنی مشترک وجہ شبہ ضرور ہے کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ اگر حقیقت میں مشترک ہونگے تو صفت میں مختلف اور یا بالعکس کیونکہ اگر حقیقت اور صفت دونوں میں اختلاف نہوگا تو تشبیہ باطل ہو جائے گی اور صفت وجہ شبہ مشبّہ میں کم اور مشبّہ بہ میں زیادہ ہونا چاہیے ورنہ تشبیہ سے کچھ فائدہ نہوگا اور تشبیہ سے جو مطلب متکلم کا ہوتا ہے اُس کو غرض تشبیہ کہتے ہیں اور جو لفظ دلالت تشبیہ پر کرتا ہے اُس کو ادات تشبیہ کہتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ ارکان تشبیہ کے پانچ چیزیں ہیں مشبّہ مشبّہ بہ۔ وجہ شبہ۔ غرض تشبیہ۔ ادات تشبیہ جیسے پھول سا چہرہ یہاں چہرہ مشبّہ پھول مشبّہ بہ رنگینی وجہ شبہ اظہار خوب روئی معشوق غرض تشبیہ اور لفظ سا ادات تشبیہ ہے اب بیان اِن اصول پنجگانہ کا چار قسم میں کیا جاتا ہے۔

قسم اوّل بیان مشبّہ و مشبّہ بہ مشبّہ و مشبّہ بہ کبھی دونوں حسّی ہوتے ہیں یعنی جو کسی حس سے منجملۂ حواس[2] پنجگانہ ظاہری کے مدرک ہوں۔ شعر حکیم تقدق حسین خان

سرو سا قد تو گل سے رخسارے ۔۔۔ شانے بازو بھرے بھرے سارے

---

[1] مگر مشارکت بطور استعارہ یا صنعت تجرید کے نہو دونوں کا بیان آگے آئے گا۔

[2] باعتبار باصرہ جیسے رخسار کے گل سے سامعہ جیسے آواز مرغ کی نغمہ سے۔ ذائقہ جیسے آب شیریں کی شہد سے لامسہ جیسے بدن کی سرپر سے۔ شامہ جیسے بوئے زلف کی بوئے مشک سے۔

[3] جو چیز مشابہ کی گئی [4] جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

کبھی دونوں عقلی مثلاً۔ شعر (ظفر)

ہے حیات ابدی گر ہو شہادت حاصل = ترے ہاتھوں قاتل
تیرے آبِ دمِ شمشیر کو تیرا بسمل = سمجھے ہے آبِ بقا

تشبیہ شہادت کی حیات ابدی سے ہے یہ دونوں مدرک بالعقل ہوتے ہیں اور

سلہ مثل حواس ظاہری پانچ حواس باطنی بھی ہیں حس مشترک خیال۔ وہم۔ حافظہ۔ متخیلہ یا متفکرہ یا متصرفہ جو شے حواس ظاہری سے محسوس ہوتی ہے حس مشترک اُسکو اقتباس اور اخذ کرتا ہے اور اپنے خزانہ یعنی خیال میں جمع رکھتا ہے خیال حس مشترک کے معلومات کو جمع رکھتا ہے گویا اُسکا خزانہ ہے وہم معلوم کرتا ہے خاص معنی خاص صورت میں مثلاً دشمنی گرگ کی گوسفند کے ساتھ ہر چند کسی بکری نے بھیڑیا نہ دیکھا ہوگا مگر جب دیکھے گی فوراً اُسکو اپنا دشمن تصور کرے گی اور محبت ماں باپ کی بیٹے کے ساتھ یا خوف بھوت وغیرہ کا مکان خالی میں یا وسواس کرنا مردی سے در متصور روح و فرشتہ و جن و پری وغیرہ حافظہ خزانہ وہم کا ہے جیسے خیال حس مشترک کا قوت متخیلہ مدرکات خیال و مدرکات و مخترعات وہم کو ترکیب یا تحلیل کرتی ہے مثلاً دس سر کا آدمی یا بغیر سر کا آدمی یا یاقوت کا نیزہ یا ایک جانور جسکے پر زمرد کے ہوں اور یاقوت کی منقار اور موتی کی آنکھیں اگرچہ یہ اشیا مفقود ہیں مگر اجزا اُن کے محسوسات ظاہری سے مقتبس ہوتے ہیں جسکو قوت متخیلہ نے مدرکات خیال سے اخذ کیا ہے یا بھوت بشکل کسی جانور سیاہ کے سمجھ کر اُسکے بڑے بڑے دانت تصور کرنا یہ بالکل اختراع وہم ہے اور خارج میں وجود نہیں گو اگر یہ اشیا موجود ہوتیں تو اجزا اُنکے محسوس بحواس ظاہری ہوتے اور علمائے بلاغت خیالی کو داخل حسیات کرتے اور وہمیات کو داخل عقلی مثال خیالی۔ شعر (امانت)

سرو سے سینہ پہ کب ہیں سر پستاں پیدا = ہوئے گلشن میں اناروں سے پستاں پیدا

انار سے پستاں پیدا ہونا کسی نے نہیں دیکھا مگر اجزا محسوسہ سے مرکب ہے مثال باہمی شعر (ذوق)

نقطہ قاف قلم سے ہو جو تیر سے ہمسر = قاف تک قاف سے ہو بیضۂ عنقا گوہر

بیضۂ عنقا محض اختراع وہم ہے کیونکہ واہمہ نے عنقا کو طائر سنکر اُسکا بیضہ تصور کر لیا اور وجہ اثبات یعنی جو چیزیں دل میں پائی جاتی ہیں مثل لذت و رغبت والم و اشتہا و سیری وغیرہ کو بھی داخل عقلی کیا ہے مثلاً غم عشق کی تشبیہ لذت سے۔ شعر (مؤلفہ) ہے غم عشق بھی عجب لذت = نہیں ہوتی کبھی طبیعت سیر۔

کبھی مشبہ عقلی مشبہ بہ حسی جیسے ع آب رواں سمجھ اسے عمر رواں نہیں
و مشبہ حسی مشبہ بہ عقلی جیسے تشبیہ عطر کی خلق کریم سے اور کبھی ایک حسی اور ایک
عقلی بھی ہوتے ہیں اور نیز کبھی دونوں مفرد ہوتے ہیں جیسے امثلہ[۱] بالا میں کبھی
ایک مفرد دوسرا مرکب۔ شعر

نہ کر ساقی مجھے مائل کہ مینا میری نظروں میں
لگے ہے مثل خاکستر کہ اس میں آگ پنہاں ہے

بٹے ملتے ہیں سونے روپے کے چھلے حضور میں
ہے جنکے آگے سیم و زر مہر و ماہ ماند

یوں سمجھیے کہ بیچ سے خالی کیے ہوئے
لاکھوں ہی آفتاب ہیں اور بیشمار چاند (غالب)

چھلے کی تشبیہ ایسے چاند و سورج سے ہے جو بیچ سے خالی کئے ہوں۔ شعر (ذوق)

رخ گلرنگ پہ ساقی کے عرق کا قطرہ
کیا تماشا ہے کہ بنجائے ہے مونگا گوہر

عرق کا قطرہ رخ گلرنگ پر مشبہ مرکب مونگا مشبہ بہ مفرد ہے کبھی دونوں مرکب
یعنی ایک ہیات مجموعی مفرد ہو دوسری ہیات مجموعی سے تشبیہ دیجاتی ہے۔ شعر

زلفیں بکھری ہوئیں یوں چہرہ پہ کھاتی تھیں بل (سودا)
جس طرح ایک کھلونے پہ ہٹیں دو بالک

کبھی دونوں متعدد یعنی کئی مشبہ و مشبہ بہ یہ دو قسم ہے ایک تشبیہ ملفوف یعنی
اول چند مشبہ بعدہٗ چند مشبہ بہ ذکر کریں۔ شعر (نصیر)

---

[۱] مفرد میں بھی کبھی دونوں غیر مقید ہوتے ہیں جیسے تشبیہ چشم کی نرگس کے ساتھ کبھی دونوں مقید جیسے سعی بیفائدہ کی نقش روئے آب سے سعی میں بیفائدہ کی نقش میں روے آب کی قید ہے یا رخسار عرقناک کی گل شبنم آلودہ سے
شعر (نصیر) میں بتاتا ہوں نصیر اب تجھ کو تجھے بھی ہے خیال
چشم خواب آلود اسکی فتنۂ بیدار ہے
کبھی ایک مقید دوسرا غیر مقید جیسے تبسم کی برق خنداں سے و یا رخسار رنگیں کی گل سے۔ شعر (نصیر)
دل پُر داغ ہے مت آنکھ ملایا کیجے
دیکھو چیتے سے نہ آہو کو لڑایا کیجے
دل پُر داغ کی چیتے سے تشبیہ ہے۔ شعر (لطف)
ہے کون سبزہ رنگ خراماں کہ رشک سے
چوں شمع سبزہ جلتا ہے ہر سرو باغ کا

نہا کے افشاں چنو جبیں پر نچوڑو زلفوں کو بعد اُسکے
دکھاؤ عاشق کو اِس ہنر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں

دوم تشبیہ مفروق۔ یعنی ایک مشبہ مع مشبہ بہ کے ذکر کریں بعدہٗ دوسرا مشبہ و مشبہ بہ وعلیٰ ہذاالقیاس۔ شعر (منشی)

چشم ہے قہر بلا زلف قیامت قامت | اسلیے لوگ تمھیں آفتِ جاں کہتے ہیں

کبھی ایک واحد دوسرا متعدد و یہ بھی دو قسم ہے ایک تشبیہ جمع جس میں مشبہ واحد ہو مشبہ بہ متعدد۔ شعر (مخمور)

ہے زلف یا دھواں ہے یہ شمع جمال کا | اعجاز حسن و ناز سے اونچا نہ ہو سکا
یا ابر آفتاب کے پہلو میں آگیا | پیدا ہے یا کہ شام غریباں یہ بر ملا

دوسری تشبیہ تسویہ جس میں مشبہ متعدد مشبہ بہ واحد۔ شعر (ہوشیار)

قد مرا اور تیرے ابرو کج | دیکھ خمدیدہ ہے کماں کردار

قسم دوم بیان وجہ شبہ

وجہ شبہ بھی کبھی حسی ہوتی ہے کبھی عقلی اور نیز وجہ شبہ کبھی واحد ہوتی ہے کبھی متعدد و کبھی مرکب بمنزلہ واحد۔ اور واحد حسی تب طرفین حسی ہوں جیسے سرخی تشبیہ رخسار و گل میں اور واحد عقلی میں ضرور نہیں خواہ طرفین حسی ہوں خواہ عقلی خواہ مختلف جیسے جرأت تشبیہ زید و شیر میں اور ہدایت تشبیہ علم و نور میں اور حلاوت تشبیہ شراب و کرشمہ میں یا بالعکس اور متعدد میں کبھی تمام اجزا وجہ شبہ حسی ہوتے ہیں کبھی تمام عقلی کبھی بعض حسی بعض عقلی جیسے سرخی رنگ اور ملائمت تشبیہ رخسار و گل میں اور درازی و سیاہی تشبیہ زلف و شب میں اور راستی اور بلندی تشبیہ قد و سرو میں

تمام اجزا حسّی ہیں۔ **شعر** (سودا)

کُھلی جو کام سے میرے پڑی ہزار گرہ
بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ

اپنے دونوں حال یعنی ابتدا میں قدرے آسان ہو جانے اور پھر زیادہ تر دشوار ہو جانے کام کو دانہ کی دونوں حال سے تشبیہ دی جو مدرک بہ عقل ہوتے ہیں نہ مجموع کو مجموع سے کما لا یخفی علی المتامل یا تشبیہ کسی حکیم کی جالینوس سے کہ تیز فہمی و دواشناسی وغیرہ وجہ شبہ عقلی ہیں۔ **شعر** (سودا)

آئے ہے جان میں چھیڑ لیسے جسے روح ملک
یادہ معجون مبہی کی ہیں ڈبیاں دونوں

مدور ہونا اور بھرا ہونا دو وجہ شبہ حسّی ہیں رغبت دلانا جانب جماع وجہ شبہ عقلی ہے اور وجہ شبہ مرکب بمنزلۂ واحد حسّی ہوتا ہے یا عقلی اور حسّی میں طرفین کبھی مفرد ہوتے ہیں کبھی مرکب کبھی مختلف جیسے تشبیہ دہن معشوق میں غنچہ کے ساتھ شکل و تنگی و خوشنمائی ہر سہ بمنزلہ واحد ہو کر وجہ شبہ میں **شعر**

زلفیں بکھری ہوئیں یوں چہرہ پہ مانگیں تھیں دل (سودا) جس طرح ایک کھلونے پہ ہٹیں دو بالک

وجہ شبہ دو چیزوں کا ایک چیز پر گرد ہو جانا امر مرکب[۱] ہے۔ **شعر** (ممتاز)

ہمارے رونے سے دل کا بخار اٹھتا ہے
کہ جیسے پانی کے چھڑکے غبار اٹھتا ہے

پیل تیرا گل سوسن کا بڑا اک انبار (ذوق) گل مہتاب کے گلدستے ہیں دندان اُسکے

---

[۱] وجہ شبہ متعدد و مرکب میں فرق یہ ہے کہ مرکب میں جب تک تمام اجزاء مشبہ بہ نہ لئے جاویں تب تک تشبیہ درست نہو گی جیسے ایک کھلونے پر دو لڑکوں کا جھگڑا کرنا کیونکہ فقط لڑکوں سے تشبیہ نہیں ہو سکتی اور متعدد میں قید نہیں بلکہ ایک صفت بھی اگر لے لیجائے تو درست ہے مثلاً صرف سرخی رنگ تشبیہ رخسار و گل میں یا صرف ملائمت۔

وجہ شبہ سیاہ رنگ کا بکثرت جمع ہو جانا مرکب ہے مثال وجہ شبہ مرکب عقلی جیسے عالم
بے عمل کی تشبیہ گدھے سے جس پر کتابیں لدی ہوں وجہ شبہ مستفید نہ ہونا
شئے مفید سے یا وصف تحمل مصائب اُس کے سبب سے اور جس تشبیہ میں ایک
ہیات مجموعی کی دوسری ہیات مجموعی سے تشبیہ دی جائے اور وجہ شبہ مرکب عقلی
ہو اُس کو تشبیہ مرکب یا تمثیل کہتے ہیں کبھی دو شے متضادہ کو بطور طنز و ظرافت کے
تشبیہ دیتے ہیں اُس میں معنی متضادہ وجہ شبہ ہوتے ہیں جیسے بخیل کی تشبیہ حاتم
کے ساتھ اب واضح ہو کہ وجہ شبہ یعنی معنی مشترک درمیان مشبہ و مشبہ بہ کے جو تشبیہ
میں شاعر نے قصد[1] کی ہے ایک صفت ہوتی ہے خواہ حقیقی خواہ اضافی خواہ اعتباری
صفت حقیقی وہ جو داخل ذات مشبہ و مشبہ بہ ہو۔ وہ دو قسم ہے۔ ایک حسی یعنی
کیفیات جسمانی جیسے رنگ و شکل و مقدار و حرکت و آواز و مزہ و بو و سختی و صفائی و نرمی و ثقل و خفت
و گرمی و سردی و خشکی و تری وغیرہ دوم عقلی یعنی کیفیات نفسانی مثل ذکاوت و
علم و معرفت و قدرت و کرم و سخاوت و تحمل و حلم و غضب و شجاعت وغیرہ
صفت اضافی وہ جو ذات میں ثابت و متقرر نہ ہو بلکہ متعلق ہو جیسے برہان کی آفتاب
سے تشبیہ میں وجہ شبہ ازالہ حجاب ہے جو داخل ذات نہیں بلکہ دونوں سے
متعلق ہے صفت اعتباری وہ کہ نہ داخل ذات ہو نہ متعلق بلکہ صرف عقل نے
اعتبار کر لیا ہو۔ جیسے تشبیہ غول کی درندہ کے ساتھ کہ اُس کی شکل اور دانت
کو صرف واہمہ نے اعتبار کر لیا ہے واقعی نہیں اور معلوم ہو کہ جس تشبیہ میں وجہ

---

[1] کیونکہ معنی مشترک بہت ہوتے ہیں، جو مقصود نہیں مثلاً تشبیہ زید و شیر میں حیوانیت و جسمیت
وغیرہ بھی معنی مشترک ہیں مگر وہ مقصود نہیں۔

شبہ مذکور ہوتی ہے اُسکو مفصل کہتے ہیں ورنہ مجمل جیسے شعر (نسیم)

گول اُسکے ستوں تھے ساعد حور چلمن مژگان چشم مخمور

اگر کوئی وصف مشبہ یا مشبہ بہ کا ایسا مذکور کریں جس سے وجہ شبہ کی طرف اشارہ ہو تو بھی مجمل ہے جیسے مصرع اول میں ستون کی صفت گول واقع ہے اور باعتبار وجہ شبہ تشبیہ دو قسم ہے ایک قریب مبتذل دوسری بعید غریب۔ اول وہ جس کی وجہ شبہ امر مشہور ہو فوراً ہر ایک کی سمجھ میں آجائے یعنی جو تشبیہ بکثرت مستعمل ہو جیسے قد کی سرو۔ دانت کی موتی کے ساتھ دوم وہ جو بلا خوض و فکر فوراً مفہوم نہو۔ اور تشبیہ مبتذل بسبب بعض تصرفات کے غریب ہو جاتی ہے اول تشبیہ مشروط یعنی مشبہ اور مشبہ بہ یا دونوں کو کسی شرط کے ساتھ مقید کرنا۔ شعر (غمگین)

ثمر نہیں دیکھا گر سرو میں ماہ منور کا تو ہمسر سرو کو قد سے ترے او دلربا کہتا

دوم تشبیہ اضمار۔ یعنی اس طرح تشبیہ دینا کہ تشبیہ معلوم نہو۔ شعر (ہوشیار)

تیرہ کس واسطے ہے میرا بخت گر ہے وہ زلف تیرہ جوں شب تار

سوم تشبیہ تفضیل وہ ہے کہ ایک شئے کو کسی شئے سے تشبیہ دیں بلا ذکر وجہ شبہ کے اور پھر مشبہ کو مشبہ بہ پر ترجیح دیں بعد رجوع کے۔ شعر (ہوشیار)

تو ہے گل او نہیں کہ ہے دائم تجھ سے خرم رُخ گل گلزار

معشوق کو گل سے عام طور پر تشبیہ دی پھر اُس کی فضیلت کی وجہ سوائے وجہ شبہ کے بیان کی۔

قسم سوم بیان غرض تشبیہ	کبھی امکان وجود مشبہ غرض ہوتی ہے۔ جہاں کہ

اِدّعا اُس کے امتناع کا بھی ممکن ہو۔ شعر (ظفر)

دل لگے اور حسیں سے نہ مرا تیرے سوا — لگے جز شمع نہ پروانہ کی مہتاب سے لاگ

اگرچہ ممتنع معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو دوسرا حسین پسند نہ آئے مگر تشبیہ سے یہ امر ممکن ہو گیا۔ کبھی صرف بیان حال و وصف مشبہ مقصود ہوتا ہے مثلاً ایک کپڑے کو دوسرے کپڑے سے تشبیہ دیں سیاہی یا سفیدی میں۔ کبھی بیان حال مقدار مشبہ غرض ہوتی ہے از روئے قلت و کثرت مثلاً تشبیہ کمر کی نقطہ۔ اور زلف کی عمر خضر اور روز وصل کی مدّت قلیل اور شب ہجر کی روز قیامت کے ساتھ۔ کبھی حال و شان مشبہ کو ذہن نشین سامع کرنا غرض ہوتی ہے مثلاً پتھر کی لکیر مضبوط عہد کے لئے۔ شعر (ظفر)

کتابوں میں لکھا ہے کیا بہت لکھ لکھ کے دھو ڈالیں
ہمارے دل پہ نقش کالحجر ہے تیرا فرمانا

دلکو ہر چند میں سمجھایا کہ او خانہ خراب (جرأت) جان اس ہستی موہوم کو تو نقش بر آب

بمشکل پھرے ہے گردش ہی ہمکو سارے دن (ولہ) جو تم پھر آؤ تو پیارے پھریں ہمارے دن

کبھی تزئین مشبہ نظر سامع میں غرض ہوتی ہے مثلاً چہرے کی شمع سے دانت کی موتی سے لب کی یاقوت سے۔ شعر (امانت)

ہنس پڑا وہ گلِ رعنا تو تماشا دیکھا — گہر و نیلم و یاقوت کو یکجا دیکھا

کبھی مذمت و تقبیح مشبہ نظرِ سامع میں۔ شعر (نسیم)

زنبور سیاہ خال اُس کے — برگد کی جٹائیں بال اُس کے

رنگ و دہن اُس کا ہے بدبو د قیر (سودا) جیسے کہ جلاب کا دست اخیر

کبھی اظہار ندرت اور استطراف مشبہ غرض ہوتی ہے خواہ مشبہ بہ فی نفسہ
نادر اور طرفہ ہو۔ شعر (امانت)
پھول سے سینہ پہ کب ہے سر پستاں پیدا — ہوئے گلشن میں اناروں سے پستاں پیدا
خواہ مشبہ بہ فی نفسہ نادر نہ ہو مگر مشبہ کی حالت میں اُس کے سبب سے ندرت
ظاہر ہو۔ شعر (سودا)
زلفیں بکھری ہوئی یوں چہرے پہ کھاتی تھیں بل — جس طرح ایک کھلونے پہ ہٹیں دو بالک
(انوار)
جنبش مژگاں نہیں انوار چشم یار پر — کھینچ رہا ہے بادکش یہ مردم بیمار پر
کبھی غرض تشبیہ متعلق بہ مشبہ بہ ہوتی ہے اُس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جمیں
وجہ شبہ ناقص ہو اُس کو مشبہ بہ کریں۔ شعر (امانت)
نقشہ ہے روئے گل میں اگر روئے یار کا — شمشاد سایہ ہے قد دلجوئے یار کا
یہاں اظہار اس امر کا مقصود ہے کہ قد یار شمشاد سے زیادہ ہے راستی میں
دوم تشبیہ اظہار المطلوب یعنی شے مرغوب و مطلوب کو جس کا اہتمام منظور
ہے مشبہ بہ کریں جیسے بھوکا چاند کو روٹی سے تشبیہ دے۔ شعر (ذوق)
کوندی ہے جو بجلی تو یہ سوجھی ہے نشہ میں — ساقی نے مے تیز پہ آتش پہ اُڑائی
واضح ہو کہ تشبیہ میں مشبہ کو مشبہ بہ سے وجہ شبہ میں کامل اور فائق کرنا مقصود
ہوتا ہے۔ اور جہاں مساوی کرنا دونوں کا مقصود ہو اُسکو تشابہ کہتے ہیں۔ شعر (عیشی)
دل گرفتہ ہوں کرونگا ہو کے میں آزاد کیا — مجھکو یکساں ہے چمن کیا خانۂ صیاد کیا
اور کبھی یہ بطور تشبیہ عکس کے بھی ہوتا ہے۔ شعر (ہوشیار)
میں ہوں لاغر تری کمر کی طرح — ہے کمر تیری جیسا میں ہوں نزار

قسم چہارم ادات تشبیہ | جس تشبیہ میں ادات تشبیہ ہوتے ہیں اُس کو مرسل[1] اور جسمیں نہیں ہوتے اس کو موکد کہتے ہیں اور الفاظ تشبیہ مستعملۂ اُردو۔ سا۔ مانند۔ جیسا۔ جوں۔ چوں۔ نظیر۔ مقابل۔ مشابہ۔ برابر۔ مثل۔ گویا۔ عدیل۔ برنگ۔ بسان وغیرہ ہیں مثال مرسل شعر (ذوق)

اُنس ہے کیا دلکو تیر یار سے
ہے مشابہ زخم بھی سوفار سے

یوں تنگ نکلی ہے چشم یار سے (ولہ)
مست جیسے خانۂ خمار سے

نظر آتا ہے برنگ لبِ ساغر جو ہلال
ٹپکا پڑتا ہے لب ست سے شوق تقبیل

مثال مؤکد۔ شعر (ناسخ)

ہوا سے بال اُڑکر آتے ہیں جو اُسکے چہرے پر
غزالِ چشم شوخی کر رہا ہے چین گیسو میں[2]

فصل دوم

استعارے کے بیان میں | اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مجاز میں جب معنی حقیقی و مجازی کے درمیان علاقہ تشبیہ کا ہوتا ہے اُس کو استعارہ[3] کہتے ہیں اور غرض استعارہ سے یہ ہے کہ مشبہ کو عین مشبہ بہ قرار دیں پس حالت استعارہ میں مشبہ کو مستعار لہ و مشبہ بہ کو مستعار منہ و وجہ شبہ کو وجہ جامع کہتے ہیں جیسے شیر یعنی مرد شجاع پس شجاع مستعار لہ شیر مستعار منہ شجاعت وجہ جامع ہے اور بطور تشبیہ مستعار لہ و مستعار منہ کبھی دونوں حسی یا عقلی ہوتے ہیں کبھی

---

[1] ارسال کے معنی چھوڑ دینا۔ [2] چشم کی غزال کے ساتھ گیسو کی چین کے ساتھ تشبیہ ہے اور جیسے یار پری چہرہ یعنی جسکا چہرہ مثل پری کے ہے۔

[3] لغوی معنی عاریت لینا۔

ایک حسّی ایک عقلی فتامل پس اگر صرف مشبہ بہ کو ذکر کریں اُس کو استعارہ بالتصریح کہتے ہیں جیسے۔ شعر (امانت)

ربط رہنے لگا اُس شمع کو پروانوں سے آشنائی کا کیا حوصلہ بیگانوں سے ہو

شمع سے مراد معشوق اور پروانہ سے عاشق اور اگر صرف مشبہ کو ذکر کریں اُسکو استعارہ بالکنایہ کہتے ہیں لیکن اس صورت میں قرینہ ضرور ہوگا یعنی مناسبات ولوازمات مشبہ بہ محذوف کے اور اُس قرینہ کو استعارۂ تخییلیہ کہتے ہیں۔ شعر

نہیں ممکن کہ کلک فکر لکھے شعر سب اچھے (ناسخ) برستا ہی بہت نیساں گہر ہوتے ہیں کم پیدا

فکر کو منشی قرار دیا اور کلک جو واسطے منشی کے ضرور ہے اُس کے واسطے ثابت کیا پس استعارہ فکر کا منشی کے ساتھ استعارہ بالکنایہ ہے اور اثبات کلک کا اُس کے واسطے استعارۂ تخییلیہ۔ شعر (ولہ)

پاس حرم نہ چاہیئے اے پنجہ جنوں بار گراں ہے جامۂ احرام دوش پر

جنوں کو آدمی سے استعارہ کیا، اور استعارہ دو قسم ہے اگر استعارہ اسم جنس ہو یا مشابہ اسم[2] جنس وہ اصلیہ ہے جیسے امثلۂ بالا سے ظاہر ہے اور اگر مستعار فعل یا شبہ[3] فعل یا حرف ہے اُسکو استعارہ تبعیہ کہتے ہیں۔ تبعیہ اس سے نام ہے کہ فی الواقع استعارہ افعال میں نہیں بلکہ اُنکے مصادر میں ہے جیسے۔ شعر (لا اعلم)

---

[1] اسی طرح پرنیّ اور گل اور صنم جس کے لغوی معنی بت کے ہیں استعارہ معشوق سے ہیں۔

[2] اسم جنس جیسے پھول مشابہ اسم جنس۔ جیسے چاند۔ سورج۔

[3] شبہ فعل جیسے اسم فاعل اسم مفعول۔

مر گئے یار چاہ میں تیری　　کچھ نہ ٹھہرے نگاہ میں تیری

بیہوش و حواس ہو جانے کو مر جانے سے استعارہ کیا اور مر گئے فعل ہے
شب کو وہ خانہ خراب اور کے گھر رہنے لگا　(امانت) یں یہاں بسترِ غم اپنے پہ مر رہنے لگا
لیٹ رہنے کو مر رہنا کہا۔ شعر (راقم)

جب میں نے کہا تم نے ملاقات اڑا دی　　تب اُس نے ہنسی میں یہ مری بات اڑا دی

اُڑا دینا دور کرنے کے معنی پر ہے ع

بھاگ اِن شعبدہ بازوں سے مثالِ سیماب

اجتناب کو بھاگنے سے استعارہ کیا اور بھاگ صیغہ امر کا ہے اسی طرح حروف صلاحیت مستعارلہٗ ہونے کی نہیں رکھتا فی الواقع اُس کے معانی متعلقہ میں استعارہ ہوتا ہے جیسے حرف (سے) بمعنی ابتدا اور (تک) بمعنی انتہا اور (میں) بمعنی ظرفیت اور (لئے) اور (تا) اور (تو) بمعنی غرض ہیں اور اس شعر میں

بات ہم سے تو نہ کرنی اور غیروں سے تپاک　　ہم مگر اس بزم میں آئے تھے ذلت کے لئے

یہاں حرف لئے اصلی معنی پر مستعمل نہیں ہوا کیونکہ ذلت غرض آنے کی نہ تھی بلکہ اصلی غرض یعنی حصول عزت کو بطور استہزا اُس نتیجہ سے جو حاصل ہوا یعنی ذلت سے استعارہ کیا ہے اگرچہ بظاہر حرف لئے مستعارلہٗ ہو مگر فی الواقع استعارہ اُس کے معنی متعلقہ میں ہے۔ علاوہ اس کے استعارہ تین قسم ہے مطلقہ[۱]۔ مجردہ[۲]۔ مرشحہ[۳]۔ مطلقہ[۱] وہ جس میں مناسبات مستعارلہٗ یا مستعارمنہ کے ذکر نہ ہوں۔ شعر

اچھا جو خدا ہوتے ہو تم اے صنم اچھا　　لو ہم بھی نہ بولیں گے بھلا کی قسم اچھا

اُس پری کے لئے ہو حور کے پرکا تکیہ   چین ہرگز نہیں مخمل کے اُسے تکیے پر

صنم و پری سے معشوق مراد ہے۔ استعارہ مجردہ وہ کہ صرف مناسبات مستعار لہٗ کے مذکور ہوں جیسے نرگس سرمہ سا بمعنی چشم۔ شعر (ناسخ)

ثابت قرۂ نرگس میگوں کے ہی خم سے   مستان خرابات میں مطلق متواضع

استعارہ مرشحہ وہ جس میں صرف مناسبات مستعار منہ کے ذکر کئے جاویں (نسیم)

حاجت کے گماں سے جب ہوئی دیر   گھبرا کے پلنگ سے اٹھا شیر

شیر سے مراد مرد شجاع ہے اور پلنگ بطور ایہام مناسب شیر کے ہے کبھی مناسبات دونوں کے بھی مذکور ہوتے ہیں شعر (نسیم)

سر کی جو تھی محرم اُس قمر کی   برجوں پہ سے چاندنی تھی سر کی

برج سے مراد پستان۔ محرم مناسبات پستان سے ہے اور چاندنی اور قمر مناسبات برج ہیں۔ اب واضح ہو کہ استعارہ باعتبار مستعار لہٗ و مستعار منہ کے دو قسم ہوتا ہے اول وہ وفاقیہ جس میں طرفین استعارہ ایک شئے میں جمع ہوسکیں مثلاً استعارہ ہدایت کا زندگی سے۔ اور جاہل کا اندھے سے کیونکہ ممکن ہے ایک شخص میں ہدایت و زندگی یا جہالت و نابینائی جمع ہوسکیں۔ دوم عنادیہ کہ دونوں کا اجتماع ایک میں محال ہو مثلاً مردۂ نیکنام کو زندہ کہنا کیونکہ موت و زندگی کا اجتماع محال ہے اور عنادیہ کے قبیل سے ہے بخیل کو حاتم یا کمزور کو رستم کہنا شعر (آلالہ کم)

یہاں ہم ایسے تونگر کہ گھر میں خاک نہیں   وہاں تو سیم و زر اُنکی نظر میں خاک نہیں

مفلس کو تونگر سے استعارہ کیا۔ اور معلوم رہے کہ وجہ جامع کبھی طرفین کے مفہوم میں داخل ہوتا ہے جیسے زید کا گھوڑا اُڑتا ہے وجہ جامع یعنی قطع

مسافت دوڑنے اور اُڑنے دونوں میں ہے گو بہ حیثیت مختلف ہے اور کبھی دونوں کے مفہوم سے خارج ہوتا ہے مثلاً کسی شخص کو شیر کہنا وجہ جامع یعنی وصف شجاعت مرد اور شیر دونوں کے مفہوم سے خارج ہے۔
باعتبار وجہ جامع بھی استعارہ دو قسم ہے جس کا وجہ جامع بے تامل و فکر معلوم ہو جائے اور مشہور عام ہو اُسکو عامیہ اور مبتذلہ کہتے ہیں جیسے سرو کا قد۔ رُخ کا گل سے اور جس کا وجہ جامع سوا خواص اور اہل فہم کے مشہور نہو یا بغیر غور و تامل کے دریافت نہ ہو سکے اُس کو استعارہ غریبہ کہتے ہیں۔ شعر (لا اعلم)

ہمارے بعد ساقی قلقلِ مینا نہو ئیگا　　مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لیکے روئیگا

آواز شیشہ کو ہچکی سے استعارہ کیا اور کبھی استعارہ بطور تمثیل بھی ہوتا ہے یعنی مستعارمنہ و مستعارلہٗ اور وجہ جامع ہر ایک مرکب چند چیز سے ہو اُس کو مجاز مرکب بھی کہتے ہیں۔ شعر (نسیم)

النسان و پری کا سامنا کیا　　مٹھی میں ہوا کا تھامنا کیا

مٹھی میں ہوا کا تھامنا استعارہ ہے کار بیہودہ کرنے سے۔ استعارہ ممثل جب مشہور و مروج ہو جاتا ہے اُس کو ضرب المثل کہتے ہیں جیسے شعر (ذوق)

دل جو گھر غم کا ہو گیا اُسمیں ہو سرمایۂ عیش　　وہ مثل ہے کہ کہاں گھونسلے میں چیل کے ماس

فصل سوم

مجاز مرسل کئی قسم کا ہے کبھی مسبب کو بجائے سبب کے لاتے

ہیں۔ شعر (قلق)

رطب و یابس ہے زمانے کے نہ آگاہ تھے ہم — حق بجانب ہی کہ نادان ہی واللہ تھے ہم

مراد رطب و یابس سے تغیر زمانہ ہے اور تغیر سبب رطوبت و یبوست کا ہے اور جیسے کہتے ہیں کہ آج بالکل اناج برسا بجائے پانی برسنے کے کبھی سبب کو بجائے سبب کے لاتے ہیں جیسے ہاتھ میں ہے یعنی قدرت وقابو میں ہے اور جیسے کہتے ہیں کہ آگ جل رہی ہے حالانکہ لکڑی جلتی ہے۔ شعر (ولہ)

بس ملاقات سے اب سیر ہوئے بھر گیا دل — کیسی چاہت تھی یہ کیسی تھی طبیعت مائل

مراد سیر سے بیزار ہونا ہے اور سیری سبب بیزاری کا غذا سے ہے کبھی ظرف کو بجائے مظروف کے لاتے ہیں جیسے لفظ قارورہ کہ معنی شیشے کے ہے بمعنی بول کے اور جیسے تمام شہر بجائے تمام باشندگان شہر کے شعر (معروف)

کی وصیت یہ کچھ ارمان بھری آہ کہ رات — سارے گھر کو ترے بیمار نے سونے نہ دیا

اور جیسے جاری ہونا نہر کا یا پرنالے کا بجائے جاری ہونے پانی کے۔ یا کہیں کہ لوٹا اٹھا دو اور مانگنا پانی۔ شعر (ظفر)

ساقی کدھر حریف قدح نوش اڑ گئے — میخانہ خالی دیکھ مرے ہوش اڑ گئے

یعنی شراب نوش یا جیسے ہنڈیا پک رہی ہے حالانکہ اس میں کچھ چیز پکتی ہے۔ کبھی مظروف کو بجائے ظرف جیسے گلاب کو طاق میں رکھ دو یعنی شیشہ گلاب کو یا نشہ پلینا بجائے شراب پینے کے کبھی لفظ کو باعتبار حالت زمان

سلہ اور جیسے بادل برسا بجائے پانی برسنے کے۔

ماضی کے استعمال کرتے ہیں جیسے طبیب زادہ کو طبیب کہنا یا قطرۂ آب مراد انسان سے۔ کبھی باعتبار مایؤول یعنی حالت زمان مستقبل کے ذکر کرتے ہیں جیسے طالب علم کو مولوی کہنا یا کہنا کہ شکار جاتا ہے حالانکہ ابھی زندہ ہے۔ کبھی کل بجائے جزو جیسے ایک عضو میں درد ہو اور کہیں بدن میں درد ہے۔ شعر (شرر)

داب لی دانتوں میں بھیگی زلف اس نے وقت غسل　　زہر ناحق اب جیواں میں نچوڑا سانپ کا

ظاہر ہے کہ تمام زلف نہیں داب لی۔ یا کہیں کہ مسکن ہمارا لکھنؤ ہے۔ حالانکہ مسکن صرف ایک قطعہ ہے قطعات لکھنؤ سے اور کبھی جزو بجائے کل جیسے لفظ باروو کہ بمعنی شورہ ہے بمعنی شے مرکب شورہ۔ گندھک۔ کوئلہ کے۔ شعر (میر حسن)

جو باقی رہا کچھ مرے دم میں دم　　تو پھر آکے یہ دیکھتا ہوں قدم

قدم سے مراد تمام صورت اور کبھی عام بجائے خاص جیسے کسی کا ایک کپڑا بھیگ جائے اور وہ کہے کہ میرے کپڑے بھیگ گئے اور کبھی خاص بجائے عام۔ شعر (نسیم)

جب صبح ہوئی تو منہ میں ڈالا　　کالے نے من اژدھے نے کالا

کالا عام ہے اور سانپ جو مقصود ہے خاص کبھی کسی شے کو بلفظ آلہ استعمال کرتے ہیں۔ شعر (ذوق)

زباں کھولینگے مجھ پر بدزبانی کیا بدشعاری سے　　کہ میں نے خاک بھر دی منہ میں اُنکے خاکساری سے

لے احمد علی احمد۔ شعر۔ ترک وفا کر لینگے جفا سے نہ جیتے جی　＋　ہارے ہیں تجھ سے اے بت بیداد گر زباں
زبان بمعنی قول و قرار۔

بدزبان بمعنی بدکلام ہے۔ شعر (ناسخ)

مرے لاشے کے وہ ہمراہ لحد تک آئے | اے اجل تیرا قدم مجھکو مبارک ہووے

لفظ قدم سے مراد آنا ہے۔ شعر (نسیم)

تحریر کیا کہ بے مروت | آئینہ ہے تجھ پہ میری صورت

یعنی ظاہر ہے اور آئینہ آلہ ظہور صورت کا ہے۔ شعر (تجلی)

تر دامن آگیا جو میں روز حساب میں | کہنے لگے بٹھاؤ اُسے آفتاب میں

یعنی دھوپ میں۔ شعر (آتش)

دندان یار جب سے سمائے ہیں آنکھ میں | لیتے ہیں موتی جوہری اپنی نگاہ پر

نگاہ بمعنی شناخت و تمیز۔ کبھی باسم مادہ کے استعمال کرتے ہیں جیسے فلاں جگہ بالکل لوہا نظر آتا ہے یعنی تلواریں۔ شعر (ظفر)

پاک شے کچھ اور ہے میں قطرہ ناپاک ہوں | بولتا کیا جانے کیا ہے میں تو مشتِ خاک ہوں

مشت خاک مراد جسم انسانی سے ہے۔

فصل چہارم

کنایہ کے بیان میں کنایہ وہ ہے کہ معنی لازم و ملزوم دونوں مراد ہوتے ہیں بخلاف جس میں صرف لازم مراد ہوتا ہے۔ کنایہ تین قسم ہے اول وہ جس سے ذات موصوف کی مطلوب ہو جیسے سونڈ والا جانور کنایہ ہاتھی کی ذات سے دوم وہ جس سے صرف صفت مطلوب ہو نہ ذات مثلاً سر پر چڑھنا کنایہ گستاخی سے اور یہ ایک صفت ہے۔ سوم یہ کہ غرض

کنایہ سے کوئی نسبت ہو یعنی کسی موصوف کے لئے کوئی صفت ثابت
کرنا یا نفی کرنا مقصود ہو اول قسم دو نوع ہے ایک قریب یعنی ایک
ہی صفت ایسی لکھی جائے جو ذات موصوف مطلوب سے مختص ہو جیسے
سونڈ والا جانور یعنی ہاتھی یا کالے سر کا بمعنی آدمی یا جلّاد فلک کنایہ
مریخ سے دوم بعید کہ چند صفات ایسے بیان کئے جائیں جو مجموعاً موصوف
مطلوب سے مختص ہوں اگرچہ جدا جدا اور میں بھی پائے جائیں مثلاً
جاندار سیدھے قد کا اور چوڑے ناخن والا کنایہ انسان سے اگرچہ یہ تین
صفات فرداً فرداً اور اشیا میں بھی پائے جاتے ہیں مثلاً جاندار میں گھوڑا وغیرہ
اور سیدھے قد والے جیسے سانپ وغیرہ اور چوڑے ناخن والا ہاتھی بھی ہوتا
ہے مگر مجموعاً انسان پر ہی دلالت ہے۔ شعر

ساقی وہ دے ہمیں کہ ہوں جسکے سبب بہم　　محفل میں آب و آتش و خورشید ایک جا

قسم دوم بھی دو نوع ہے اول قریب یعنی جس میں درمیان لازم و ملزوم
کے واسطے نہو خواہ واضح ہو جیسے سفید ریش بمعنی پیر۔ یہاں سفیدی ریش
کنایہ پیری سے ہے یا لمبے انگرکھے والا بمعنی شخص دراز قامت اور چیں
بر جبیں بمعنی غضبناک۔ شعر (سرور)

بیاد دوستاں پھروں مجھے ہچکی لگ آتی ہے　　کبھی مذکور جب ہوتا ہے کچھ گذرے فسانوں کا

ہچکی لگنا کنایہ کثرت گریہ سے ہے۔ شعر (نوازش)

لگے زمین پہ اب سب اُتار نے ہم کو　　یہ دن دکھلائے ترے انتظار نے ہم کو

زمین پر اُتار نے لگنا مراد قریب المرگ ہونے سے ہے۔ شعر (ناسخ)

یہ التجا ہے پیر مغاں کی جناب میں — رکھوں میں ساق ساقیٔ گلفام دوش پر
ساق دوش پر رکھنا کنایہ مباشرت سے ہے ایسے کنایہ کو ایماو اشارت کہتے
ہیں خواہ خفی یعنی جس میں حاجت غور و تامل کی ہو جیسے طویل القامت
یا عریض القفا بمعنی احمق یا کوتہ گردن بمعنی شریر کیونکہ ان خواص سے
ہر ایک واقف نہیں اس قسم کنایہ کو رمز کہتے ہیں دوم بعید جس میں واسطے
ہوں جیسے بہت راکھ والا بمعنی مہمان دوست ایسے کنایہ کو تلویح کہتے ہیں
عزیز اصلا نہیں سرمایۂ ہمت کہ دریا نے (ذوق) گرہ دیکر نہ باندھا گوہر شہوار دامن سے
گرہ دیکر نہ باندھنا لازم ہے باحتیاط نہ رکھنے کو اور وہ لازم ہے عزیز نہونیکو۔
مرض تپ پھیل پڑا ہے تپ جدائی سے (نوازش) کہ پلٹھ لگ گئی یاروں کی چارپائی سے
پلٹھ چارپائی سے لگ جانا لازم ہے اکثر پڑے رہنے کو اور وہ لازم ہے
سقوط طاقت نشست و برخاست کو قسم سوم مثال اثبات۔ شعر (غالب)
پاؤں سے تیرے ملے فرق ارادت اورنگ — فرق سے تیرے کرے کسب سعادت اکلیل
مراد یہ کہ تخت تیرے پاؤں تلے رہے اور تاج سر پر رہے۔ شعر (ظفر)
اے جنوں ہاتھ سے تیرے نہ رہا آخر کار — چاک داماں میں اور چاک گریباں میں فرق
دونوں چاک میں فرق نہ رہنے سے مراد ہے کہ گریباں پھٹ گیا یا زید نے عورتوں کا لباس پہن
لیا ہے یعنی اُس میں عورتوں کے عادات ہیں یا زید و عمرو ایک سانچے
کے ڈھلے ہیں یعنی زید میں بھی عمرو کے خواص موجود ہیں مثال نفی
جیسے مثل ہے۔ کوئیں بھانگ پڑی یعنی کسی کو فہم و عقل نہیں ہے کیونکہ جب
کوئیں میں بھانگ پڑے گی تو سب پئیں گے اور نشہ سے سب کی عقل

جاتی رہے گی اور واضح ہو کہ کبھی کنایہ سے موصوف غیر مذکور مقصود ہوتا ہے اسکو تعریض کہتے ہیں جیسے خطاب میں معشوق بے وفا کی ع

ہے دوست وہ جو دوست کے خاطر جلائے دل

مراد شاعر کی یہ ہے کہ تو از قسم دوستاں نہیں ہے اور جیسے شعر (میر حسن)

لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش　　ہوئی تھی اُسے دیکھ میں ہی تو غش
تمہیں نے تو چھڑکا تھا مجھ پر گلاب　　بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

مراد یہ کہ تم غش ہوئیں تھیں اور میں نے گلاب چھڑکا تھا۔

باب سوم

علم بدیع

علم بدیع علم محسنات کلام کا ہے جو الفاظ و معنی میں ہوتے ہیں لیکن وہ محسنات بر سبیل استحسان[1] ہوں نہ بر سبیل وجوب۔

فصل اوّل

صنائع معنوی[2]

تضاد جس کو طباق اور مطابقہ اور تطبیق اور تکافو اور تقابل ضدین بھی کہتے ہیں یعنی دو لفظ ضد ایک دوسرے کے

---

[1] یعنی کلام کا درست ہونا حسب قواعد علم معانی و بیان کے ضرور ہے اگر صنائع بھی ہوں تو مستحسن ہوگا ورنہ کچھ مضائقہ نہیں۔ [2] یعنی خوبیاں کلام کی باعتبار معنی کے۔

لانا خواہ وہ دو لفظ اسم ہوں یا فعل یا حرف۔ شعر (ذوقؔ)

فرقت کی رات کم نہیں روز مصاف سے
لڑتے ہیں گو نصیب سے گلہ ہے فلک سے ہم

رات اور روز میں تضاد ہے۔ شعر (ولہ)

فلک تو ٹیڑھا ہی کی صبح سے تا شام چلتا ہے
مگر سیدھی نظر سے تیری اپنا کام چلتا ہے

(ناسخ)
صبح سے کرتے ہیں معمار مرے گھر کو سفید
شام سے کرتی ہے فرقت کی شب تار سیاہ

(جرأت)
خوبرویوں کی خموشی میں بھی سو گھاتیں ہیں
یہ جو ہیں کم سخنی اس میں بہت باتیں ہیں

تضاد افعال۔ شعر (ولہ)

نہ آیا اور کچھ اس چرخ کو آیا تو یہ آیا
گھٹانا وصل کی شب کا بڑھانا روز ہجراں کا

اور اگر دو افعال ایک ہی مادہ سے مشتق ہوں ایک مثبت دوسرا منفی اس کو طباق سلبی کہتے ہیں۔ شعر (ذوقؔ)

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
جو اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت سے خدا سمجھے

یا امر و نہی۔ شعر

نہ مل رقیب سے اور مجھ سے مل ارے ناداں[1]
بھلے برے کا سمجھنا ہی آدمیت ہے

---

[1] کبھی ایسے دو الفاظ لاتے ہیں کہ انکو بذاتہ تضاد نہیں ہے مگر ایک کو دوسرے کی ضد کے ساتھ کسی طرح علاقہ ہوتا ہے

(وزیر)
ان لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

مرنے اور مسیحائی میں تضاد نہیں مگر مرنے اور جینے میں تضاد ہے اور جینا مستلزم مسیحائی ہے اور کبھی دو امر متضاد نہیں ہوتے مگر انکو ایسے الفاظ سے استعمال کرتے ہیں جنکے حقیقی معنی میں تضاد ہے۔ شعر (مومنؔ)

وہ ہنسے سن کے نالہ بلبل کا
مجھ کو رونا ہے خندۂ گل کا

بلبل کا بولنا اور پھول کا کھلنا متضاد نہیں مگر ان کو رونے اور ہنسنے سے تعبیر کرنے سے تضاد ہو گیا اور اسکو ابہام تضاد کہتے ہیں یعنے تضاد کا وہم ڈالنا جسکا بیان آگے آویگا اور قبیل تضاد سے ہی ذکر کرنا عناصر اربعہ کا۔ شعر

آتش غم تک نہ تجھ سے بجھ سکی اے آب اشک
خاک ہو آمیہ پھر مجھ خانماں برباد کو

مثال تضاد حرف۔ شعر (ناسخ)

خاک پر رکھے حنائی پاؤں تو اپنے اگر — پنجشاخہ نقش پا کی جا ہو روشن زیر پا

پر اور زیر حروف متضادہ بمعنی بلندی و پستی کے ہیں اسی طرح لانا ہے۔ اور تک کا بمعنی ابتدا اور انتہا جیسے۔ شعر (ظفر)

جب کریگا آہ اے ظالم ترا یہ تفتہ جاں — اٹھ کے اک شعلہ جگر سے آسماں تک جائیگا

اور داخل طباق ہے۔

صنعت تدبیج | یعنی ذکر اقسام رنگوں کا کرنا بطریق کنایہ یا ایہام۔ شعر (امانت)

گندمی رنگ کو بنکر نہ کھرا کرتے تھے — دھانی جوڑے سے کبھی دل نہ ہرا کرتے تھے

دل ہرا کرنے کے معنی مقصود دل خوش کرنا ہے مثال بطور کنایہ۔ شعر (مومن)

گمان قہر سے اپنا تو رنگ زرد ہے اور — سیاہ مستی مے سے ہے چشم جاناں سرخ

رنگ زرد کنایہ خوف سے ہے اور سیاہ مستی مراد بدمستی سے۔

مقابلہ | یہ ہے کہ ایک کلام کے مقابل دوسرا کلام اس طرح سے ہو کہ چند الفاظ یا کل دونوں کے باہم تضاد رکھتے ہوں۔ شعر (ذوق)

خیر خواہوں کے ترے چہرے پہ ہو رنگ نشاط — اور بدخواہوں کے رخسار پہ اشکِ حسرت

اس صنعت کو سکاکی مصنفِ مفتاح نے علٰحدہ لکھا ہے اور مصنفِ تلخیص اور مطول نے داخلِ تضاد کیا ہے۔

مراعاۃ النظیر | جس کو تناسب اور توفیق اور ایتلاف و تلفیق[۱] بھی کہتے ہیں۔ مراد ایراد ایسے الفاظ سے ہے جن میں اور کوئی نسبت سوائے تضاد کے ہو

---

[۱] دشمن کو اکٹھا کرنا۔

جیسے باغ۔ گل۔ بلبل۔ سرو۔ نسرین۔ نسترن۔ وغیرہ یا شمس۔ ماہ۔ نجوم۔ عطارد ثریا وغیرہ۔ شعر (ذوقؔ)

تیرا ہاتھی ہے فلک کا کہکشاں ہے خرطوم
کان دونوں مہ و خور دم ہی ذنب سر ہی راس

اسی صنعت میں داخل ہے۔

تشابہ الاطراف یعنی کلام کو ایسی شے کے ساتھ ختم کرنا جو ابتدا سے مناسبت رکھتی ہو۔ شعر (لااعلم)

کچھ سفید اور سیہ کی نہ خبر ہوتی تھی
شام ہوتی تھی کدھر صبح کدھر ہوتی تھی

شام مناسبت سیاہ کی صبح مناسبت سفید کی لایا۔ شعر (ظفرؔ)

جو درد ہوتا تو غل مچاتا جو سایہ ہوتا تو سر ہلاتا
الٰہی دل کو مرض یہ کیا ہے نہ منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے

منہ سے بولے مناسب غل مچانے کے ہے۔ سر سے کھیلے مناسب سر ہلانے کے ہے۔

ایہام یہ صنعت دو قسم ہے ایہام تضاد اور ایہام تناسب جس کو توریہ بھی کہتے ہیں یعنی ایسا لفظ لانا کہ دو معنی رکھتا ہو اور معنی دوم کہ غیر مقصود ہے کسی لفظ سے اگر نسبت تضاد کی رکھتا ہو وہ ایہام تضاد ہے اگر اور کوئی نسبت ہے تو ایہام تناسب مثال ایہام تضاد کی۔ شعر (امانتؔ)

دل جو بھر آیا تو اک شور مچایا میں نے
سارے تالاب کے سوتوں کو جگایا میں نے

لفظ سوتوں کا یہاں بمعنی منبع کے ہے لیکن بمعنی دوم خفتہ کہ غیر مقصود ہے لفظ جگانے سے ایہام تضاد رکھتا ہے۔ شعر (دلہ)

ہجر ساقی میں رُلاتا ہے ہمیں ابر سیاہ غم واندوہ بڑھاتی ہے گھٹا ساون کی
لفظ گھٹا بڑھانے کی متضاد ہے اور معنی مقصود ابر کے ہیں ایہام تناسب
دو قسم ہے اگر معنی مقصود کے مناسبات مذکور ہوں اُسکو ایہام مرشح
کہتے ہیں۔ شعر (جرأت)

ہوا میں بھی داخلِ کشتگاں تو عبث تُو ہوتا ہے سر گراں
کہ مرے گلے کی طرف میاں ترے آب تیغ کا ڈھال تھا

ڈھال کے معنی غیر مقصود یعنی سپر تیغ کی مناسب ہے ورنہ مجرد۔ شعر (لا اعلم)
بستے ہیں ترے سایے میں سب شیخ و برہمن آباد ہے تجھ سے ہی تو گھر دیر و حرم کا
سایہ کے معنی ضد دھوپ مراد نہیں بلکہ حمایت مراد ہے اور مناسبات مذکور
نہیں۔ شعر (نسیم)

سودا ہے مری بکاؤلی کو ہے چاہ بشر کی باؤلی کو

چاہ بمعنی محبت اور باؤلی بمعنی دیوانہ مقصود ہیں۔
<u>مشاکلة</u> وہ ہے کہ ایک چیز کو الفاظ مناسب چیز دیگر سے ذکر کریں بسبب
قرب دونوں کے۔ شعر (سودا)

مجھ سے جو پوچھو شعر بھی کہنے کو انصرام دو گھوڑے کو دو نہ دو لگام مُنہ کو ذرا لگام دو
گھوڑے کی مناسبت سے خاموشی کو مُنہ کی لگام دینے سے تعبیر کیا اور جیسے قطعہ

کسی کے گھر گیا مہمان مفلوک تن اُسکا ضعف سے تھا غیرت دوک
کہا یہ میزبان نے دیکھ اُس کو غذا جو چاہتا ہو دل بتا دو
کہا اُس نے پکاؤ ایک کُرتا اور اُس کے ساتھ ایک موٹا دوپٹا

اور جیسے۔ شعر

گردش ہی میں رہے ہیں جو ذرات آسماں شاید یہ چال بخت سے میرے اُڑائی ہے

مزاوجت یہ کہ دو معنی شرط و جزا میں ذکر کریں اور جو امر ایک پر لکھا جائے دوسرے پر بھی ثابت کیا جائے۔ شعر (مست بدایونی)

ہم جو چپ بیٹھیں تو کہلائیں سڑی آپ چپ بیٹھیں تغافل ٹھہرے[1]

ارصاد بالتسہیم یہ کہ قبل عجز بیت[2] کے ایسا لفظ لاویں کہ سامع کو معلوم ہو جاوے کہ فلاں لفظ عجز میں آویگا بشرطیکہ روی قافیہ سامع کو معلوم ہووے۔ شعر (ہوشیار)

کیوں نہ میخوار میں کہوں تجھ کو (ہوشیار) جانتا ہے سب جہاں مجھے میخوار

(سرور) کمال شے ہے زوال شے ہے اُس پر لاکھ حاسد ہوں

بھلا نازاں نہ ہوں کیونکر میں اپنی بے کمالی کا

عکس وہ ہے کہ اوّل دو جزو ذکر کریں پھر جزو آخر کو مقدم اور جزو اوّل کو مؤخر کر دیں۔ شعر (ذوق)

نیت نیک ترا آئینہ حسن عمل عمل خیر ترا جلوہ حسن نیت

ہم اور غیر یکجا دونوں بہم نہ ہونگے (ولہ) ہم ہونگے وہ نہونگے وہ ہونگے ہم نہونگے

عکس و طرد کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک مصرع کے عکس اجزا سے مصرع دوم حاصل ہو اسکو عکس و طرد کہتے ہیں۔ شعر (ظفر)

خفا کیوں صنم ہے نہیں بھید کھلتا نہیں بھید کھلتا خفا کیوں صنم ہے

---

[1] دونوں کی حالت پر کچھ کہلایا جانا ثابت کیا ہے۔ [2] عجز بمعنی رکن آخر بیت۔ [3] حرف اصلی قافیہ [4] چونکہ قافیہ حالی اور بحالی کا ہے سامع کو لفظ کمال سے معلوم گیا کہ قافیہ کمالی ہوگا۔

آیا سحاب ساقی تو لا شراب ساقی (ول) تو لا شراب ساقی آیا سحاب ساقی
تمام غزل اسی صنعت میں ہے۔

رجوع | وہ ہے کہ ایک کلام لکھکر اُس کو ناقص سمجھکر دوسرے کلام کی طرف مصروف ہوں فائدہ یا نکتہ کے لئے اور ایسا ظاہر ہو گہ گویا کلام اول سہو سے کہا گیا۔ شعر (ناسخ)

ماہ نو ہے مثل ابرو لیکن اُسکے رو نہیں
ماہِ کامل صورتِ رو ہے مگر ابرو نہیں

مراوہ خرمن نسریں پہ پری سے ہمسر ہے
نہیں نہیں یہ خطا ہے پری سے بہتر ہے

استخدام | یہ کہ ایک لفظ دو معنین ذکر کریں اور ارادہ ایک معنی کا ہو اور دوسری جگہ ضمیر اُس لفظ کی طرف راجع کرکے معنی دوم اُس کے ارادہ کریں۔ شعر

میں نے کہا کہ اے گل مرتے ہیں ہم الم سے
بولا کہ اُس کو کیا ہے مرنے سے بلبلوں کے

گل مصرع اول میں بمعنی معشوق اور مصرع دوم کی ضمیر سے گل معروف مراد ہے۔

لف ونشر | وہ ہے کہ اوّل چند چیز ذکر کریں پھر چند چیز بلا تعین ایسی ذکر کریں کہ ہر ایک جزو اُسکا تعلق اجزائے جملہ اوّل سے رکھتا ہو پس اگر ترتیب لف مطابق ترتیب نشر کے ہے اُس کو لف ونشر مرتب کہتے ہیں ورنہ غیر مرتب مثال مرتب۔ شعر (بیدار)

تیرے رخسار و قد و چشم کے ہیں عاشق زار
گل جدا سرو جدا نرگسِ بیمار جدا

(انشا) مجھکو بھی شہرۂ جہاں آتش و باد و آب خاک
مثل خلیل و عیسےٰ و نوح و ابو البشر کریں

(لاعلم)
سرو وگل شوق میں تیرے قد وعارض کے سدا ۔ نالہ کرتے ہیں بہم قمری و بلبل کی طرح
اس میں دوبار لف ہے مثال غیر مرتب۔ بیت

یاد میں اُس طرہ و رخسار کے ۔ ہاتھ سرپر مارتا ہوں صبح و شام

یہ معکوس الترتیب ہے کبھی نشر درہم و برہم بھی ذکر کرتے ہیں اُس کو
مختلط الترتیب کہتے ہیں جیسے۔ شعر (ہوشیار)

عقل و روی سعادت اُسکے سے ۔ ہے مہ و مہر و مشتری بیکار

تفسیر جس کو تبئین بھی کہتے ہیں یعنی چند چیز اوّل مجمل ذکر کی جائیں پھر
اُنکو مفصل کر دیا جائے پس اگر تفسیر کے وقت الفاظ مبہم کو مکرر نہ لادیں
اُسکو تفسیر مخفی کہتے ہیں۔ شعر (لاادری)

ٹوٹا پھٹا سک گیا اور پھر کھلا بندھا ۔ بالا دوپٹہ محرم و جوڑا بحسب وصال

ایک جلائے اک اڑائے ایک ڈوبائے اک گڑائے ۔ (انشاء)

لیویں لپٹ لپٹ کے جان آتش و باد و آب و خاک

اگر الفاظ مبہم کو مکرر لادیں اُس کو تفسیر جلی کہتے ہیں۔ شعر (غمگین)

کیا غضب کین دین ہے ظالم ۔ لیتا ہے دل تو دیتا ہے غم ہجر

اور یہ صنعت بھی مرتب اور غیر مرتب ہوتی ہے۔ اور فرق لف و نشر
اور تفسیر میں یہ ہے کہ اگر الفاظ اجمالی اور تفصیلی کے درمیان تناسب
بطور تشبیہ و مراعاۃ النظیر کے ہو اُس کو لف و نشر کہتے ہیں ورنہ تفسیر
اور واضح ہو کہ سکاکی کے نزدیک تفسیر کا وجود نہیں سب لف و نشر ہے۔

جمع مراد جمع کرنے چند چیز سے ہے ایک ہی حکم میں۔ شعر (ذوق)

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھی گیسو بڑھے عشق کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

کئی چیز کو بڑھنے کے حکم ہیں جمع کیا۔ شعر (نسیم)

چکنی ڈلی عطر الائچی پان نقل و کمے جام و خوان الوان

رغبت سے انھیں کھلا پلا کے بولا شہزادہ مسکرا کے

معمول سے بزم میں ہوئے جمع (ولہ) مینا و کباب و مجمر و شمع

تفریق وہ کہ دو چیزوں میں فرق بیان کیا جائے۔ شعر (ناسخ)

ایک یوسف واں گرا تھا یاں گرے دلہا خلق چاہِ کنعاں اور ہی چاہِ زنخداں اور ہے

تقسیم یعنی پہلے چند چیز ذکر کریں اور پھر جو جو شئے اُن کے ساتھ نسبت رکھتی ہو اُن کو مذکور کریں بطریق تعین۔ شعر (لاادری)

رُخِ زیبا تجھے اور دیدۂ گریاں مجھکو وہی دیوے گا مجھے صبر و سکوں جس نے دیا

قطعہ

قسمت کیا ہر چیز کو قسام ازل نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا غم ہمکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

جمع مع التفریق شعر

مسلمان اور کافر سجدہ سب کرتے ہیں پتھر کو اسے وہ کعبہ کہتے ہیں اُسے بُت نام کرتے ہیں

جمع مع التقسیم[۱] شعر

تیغ و افسر کا ہے تو مالک عنایت سے تری تیغ رستم نے گیا افسر سکندر نے گیا

---

[۱] صنعت جمع تقسیم مثل لف و نشر کے ہے مگر لف و نشر میں اضافت بے تعین ہوتی ہے اور اس میں یہ تعین ہوتی ہے۔

جمع مع تفریق و تقسیم

قطعہ

سب سخی ہیں ابر و دریا اور وہ عالی جناب
پائیں فیض اُنسے نباتات اور غواص و گدا

پر کرے ہے نالہ دریا ابر روئے وقت فیض
بالبِ خنداں وہ والا فر رہے ہے دائما

قطعہ

مری آہ اور تری کاکل ہی سنبل شکل میں لیکن
وہ خار سوختہ یہ شاخ سرو جوئباری کی

سدا اس خار سے دوزخ کو ہی امید آتش کی
سدا اُس شاخ سے جنت کو خواہش آبیاری کی

تقسیم مسلسل وہ ہے کہ اول ایک شے ذکر کریں پھر اُس کا مناسب بعد ازاں اُس مناسب کو مکرر لاویں اور پھر اُس مناسب کا مناسب اُس کی طرف منسوب کریں علیٰ ہذا القیاس **شعر** (ہوشیار)

خجل دست و طبع و دل سے تیرے
بحر و گلزار و مہر پُرانوار

بحر و گلزار و مہر ہیں تجھ سے
خجل و شرمسار و زار و نزار

خجل و شرمسار و زار و بہت
تجھ سے ہے طوس و سلم و تور ہمار

بخار ارض سے تا ابر ہوا اور ابر پانی میں
(ذوق) رواں پانی سے تا دریا ہوا اور دریا میں طغیانی

زمیں میں تا ہو کان اور کان میں ہو جوہر کانی
پئے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی

ترے تیغ شمشیر جوہر دار میں نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضے میں بحر پُر گہر ہو کان پُر زر ہو

تجرید ایک شے ذی صفت سے ایک اور شے موصوف بصفت مذکور حاصل کرنا بغرض مبالغۂ شے اول کے صفت مذکور میں یعنی تاکہ معلوم ہو کہ شے اوّل ایسی کامل الصفت ہے جس سے اُسی صفت سے موصوف

---

[۱] شعر سوم داخل مثال نہیں واسطے اتمام مطلب کے لکھی گئی۔

دوسری شے حاصل ہو سکتی ہے فارسی عربی میں اسکے بہت اقسام ہیں اردو میں یہ ہیں اوّل بذریعہ لفظ شے کے۔ شعر (نظیر)

جب میں روتا ہوں تو آنکھوں سے برس جاتی ہے ۔ کبھی ساون کی جھڑی اور کبھی بھادوں کی بھرن

رونے میں آنکھ ایسی کامل ہے جس سے باراں حاصل ہوا اگرچہ بظاہر تشبیہ ہے مگر چونکہ بطور تجرید ہے لہٰذا اطلاق تشبیہ جائز نہیں۔ دوم بذریعہ لفظ میں کے۔ شعر (مؤلف)

کوچۂ یار میں فردوس کی کیفیت ہے ۔ جائیں عشاق کہاں چھوڑ کے ایسی جنت

کوچۂ یار سے جنت حاصل کی سوم بے ذریعہ کسی لفظ کے۔ شعر (میر)

قاصد جو واں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا ۔ بیچارہ سینہ چاک گریباں دریدہ تھا

قاصد کو بیچارگی میں ایسا کامل قرار دیا جس سے ایک بیچارہ جدا حاصل ہوا شعر

مت یہ گھبرا اگر کہو اب یاں سے بندہ جائیگا ۔ کوئی مر جائیگا صاحب آپکا کیا جائیگا

کوئی سے مراد اپنی ذات ہے آپ کو مرنے میں ایسا کامل سمجھا جس سے اور شخص حاصل کیا۔ شعر (امانت)

کسی کی زلف کی جانب جو کھنچ رہا ہے دل ۔ بلائے تازہ مرے سر پہ لائیگا پھر کیا

معشوق سے اور شخص حاصل کیا۔ شعر

دیکھنا آئینہ ہر دم کا نہیں ہے بے وجہ ۔ ظاہرا وہ بھی ہیں عاشق کسی مہ پارہ کے

آئینہ دیکھکر عاشق ہونا کسی پر اپنے اوپر عاشق ہونا ہے پس معشوق سے اور مہ پارہ حاصل کیا اسی قسم سے ہے اپنی ذات سے خطاب کرنا۔ مثلاً اے فلاں تو خدا کو یاد کر۔ علی ہذا القیاس اکثر مقطع میں اسی طرح لکھتے ہیں شعر

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب شرم تم کو مگر نہیں آتی

مبالغہ مقبول | یعنی کسی وصف کو شدّت یا ضعف میں حد بعید یا محال تک پہنچا دینا اور وہ تین قسم ہے اگر ادعائے مذکور بحسب عقل اور عادت ممکن ہی اُس کو تبلیغ اور اگر بحسب عقل ممکن ہے لیکن خلاف عادت ہے اُس کو اغراق اور اگر بحسب عقل و عادت دونوں کے ممتنع ہے اُس کو غلو کہتے ہیں مثال تبلیغ۔ شعر (انشا)

دل کے نالوں سے جگر دُکھنے لگا یاں تلک روئے کہ سر دُکھنے لگا

ہر دو امر قرینِ قیاس اور حسب عادت ہیں مثال اغراق در تعریف اسپ۔ شعر (سحر لکھنوی)

صبح کو ہو کوئی انگریز اگر اُس پہ سوار حاضری[1] کھائے سپاٹو میں تو لندن میں ٹفن[2]

اگرچہ عقل دلالت کرتی ہے کہ بکمال تیز روی سے ممکن ہے لیکن خلاف عادت ہے مثال غلو در تعریف اسپ۔ شعر (دلّہ)

گردنی اوڑھ کے سو جائے اگر کوئی سئیس رات بھر خواب میں ٹاپا کرے اُتر دکھن

گردنی سے ایسا اثر ہو جانا خلاف عقل بھی ہے۔ مبالغہ غلو اُسوقت نہایت مقبول ہوتا ہے جب کوئی ایسا لفظ ذکر کریں جس سے وہ امر قرین صحت ہو جائے۔ شعر (سودا)

اس گلشنِ ہستی میں عجب سیر ہے لیکن جب آنکھ کھُلی گُل کی تو موسم تھا خزاں کا

طرفۃ العین میں فصل گُل کا معدوم ہو جانا اس لفظ سے کہ جب آنکھ کھلی

---

[1] حاضری طعام چاشت انگریزاں۔ [2] ٹفن طعام شام۔

گل کی ثابت ہو گیا کیونکہ گل بعد کھلنے کے ٹوٹ کر گر پڑتا ہے۔

مذہب کلامی یعنی کلام میں دلیل مثل اہل علم کلام کے بطریق قیاس نتیجہ دیتی ہو۔ شعر (ناسخ)

کیوں نہ ہم عالم امکاں میں کریں ترک لباس — جبکہ خالق نے کیا ہو ہمیں عریاں پیدا

صورت قیاس اور برہان یہ ہے کہ اگر خدا نے عریاں پیدا نہ کیا ہو تو ہم کو ترک لباس کرنا نہ چاہیے مگر خالق نے عریاں پیدا کیا ہے پس ترک لباس کرنا چاہیئے۔

مذہب فقیہی اگر دلیل بطور قیاس فقہا کے ہو۔ جس کو تمثیل کہتے ہیں یعنی ایک جزو کو دوسرے جزو پر قیاس کرنا جیسے مائعات پاک ہیں اور سرکہ مائعات میں سے ہے پس سرکہ پاک ہے۔ شعر (نطق)

یوں ہی ہمارا عشق بھی تدریج سے بڑھا — جیسے حضور اِتنے سے اتنے بڑے ہوئے

ایک شے کے بڑھنے کو دوسری شے کے بڑھنے پر قیاس کیا۔

حسن التعلیل کسی امر کی علت بطور پسندیدہ ثابت کرنا کہ درحقیقت وہ نہ ہو اور وہ دو امر سے خالی نہیں یا ثابت فی نفسہ یا غیر ثابت در صورت اول غرض بیان علت سے ثابت کرنا اُس علت کا ہے اُس امر کے لئے اور در حالت ثانی غرض اثبات اُس امر سے ہے۔ قسم اول دو نوع ہے ایک وہ کہ امر مذکور سوائے علت مذکور کے کوئی اور علت عرف و عادت میں ظاہر رکھتا ہو دوم یہ کہ بجز علت مذکور اور کوئی علت ظاہر نہ ہو قسم دوم بھی دو نوع ہے ایک وہ کہ اُس امر کا وجود ممکن ہو دوم

یہ کہ ممتنع اور محال ہو۔ مثال قسم اوّل نوع اوّل۔ شعر (انشا)

ایک دم تو دیکھنے کو نکالی تھی اپنی تیغ ۔۔۔ اندام خور پہ لرزہ ہے تاحال ملتزم

اندام خور پر لرزہ وصف ثابت ہے مگر وجہ اُس کی کثرت جلا و ضیا ہے شاعر خوف تیغ ممدوح بیان کرتا ہے قسم اوّل نوع دوم۔ شعر

برابری کا تری گل نے جب خیال کیا ۔۔۔ صبا نے مار طمانچہ منہ اُسکا لال کیا

رُخ گل واقعی سُرخ ہے مگر وجہ کوئی ظاہر نہیں شاعر یہ وجہ قرار دیتا ہے۔ شعر

یہ ستارے ہیں نہیں جان جہاں کس کس نے ۔۔۔ دیکھ کر منہ کو ترے ماہ کے رخ پر تھوکا

قسم دوم نوع اوّل۔ شعر (ذوق)

نام یوں پستی میں بالاتر ہمارا ہو گیا ۔۔۔ جس طرح پانی کنوئیں کی تہ میں تارا ہو گیا

پستی سے نام بلند ہونا وصف غیر ثابت ہے کیونکہ اکثر پستی باعث ذلت ہے مگر غیر ممکن بھی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کسی کو پستی سے علو رتبہ حاصل ہوا اور شاعر نے اُس کی علت مصرع دوم میں بیان کر کے ثابت کیا۔ قسم دوم نوع دوم۔ شعر

ہمیں دن بھی برنگِ شب ہے جب تو اُٹھ کے جاتا ہے
کہ شب ہوتی ہے جب خورشید اپنا مُنہ چھپاتا ہے

دن کا شب ہونا وصف غیر ثابت ہے اُس کو مصرع دوم کی علت سے ثابت کیا۔

تاکید المدح بما یشبہ الذم | ممدوح کی صفت کے بعد ایسا لفظ لانا کہ سامع کو بادی النظر میں اشتباہ ہو کہ قائل ارادۂ ذم کا رکھتا ہے لیکن بعد غور و فہم

معنی معلوم کرے کہ عین مدح ہے وہ دو قسم ہے اول وہ کہ کسی شے میں سے کسی ذم کو نفی کریں اور اُس ذم میں سے ایک مدح اُس میں داخل ٹھہرا کر استثنا کریں۔ شعر (لمولفہ)

حسن ہی بیشک ترا بے عیب اے رشکِ پری ۔ پر ضرور اتنا تو نقصاں ہی کہ تو مغرور ہے

اول عیب کو نفی کیا اور مغرور ہونے کو عیب سے استثنا کیا کیونکہ مغرور ہونا گو بظاہر عیب ہے مگر چونکہ بسبب زیادت حسن کے غرور ہوتا ہے لہذا فی الواقع مدح ہے۔ قسم دوم ایک صفت کے بعد حرف استثنا لا کر دوسری صفت لکھیں۔ شعر

تو سراپا حسن ہے لیکن نہیں ہے آدمی ۔ کوئی تجھسا حور ہی تو یا پری ہی کیا ہے تو

لفظ لیکن سے اشتباہ ہوا کہ شاید اب عیب بیان ہوگا مگر غور مضمون شعر سے عین مدح معلوم ہوئی اور یہ ایجاد شعرائے عجم ہے ایک قسم کہ صفت دوسری اس طرح لکھیں کہ بظاہر ذم معلوم ہو فی الحقیقت مدح ہو شعر

ترا عدل سایے جہاں پر ہے لیکن ۔ رہے ہے ترا ظلم دائم ستم پر

ستم پر ظلم رہنا کمال عدل ہے۔ کبھی بغیر حرف استثنا کے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ شعر (ذوق)

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظے میں تو یہ ۔ نہ اپنا یاد ہے احساں نہ اور کی تقصیر

تاکید الذم بما یشبہ المدح | یہ بھی اُسی طرح دو قسم ہے اوّل یہ کہ کوئی مدح نفی کر کے اُس میں سے ایک ذم اُس میں داخل ٹھہرا کر استثنا کریں شعر

چرخ سفلہ پرور میں خو نہیں نکوئی کی ۔ ہاں مگر ستم وہ بھی صرف ہے ہنر پرور

دوم ایک ذم کے بعد حرف استثنا لاکر دوسری ذم لکھیں۔ شعر (لمولفہ)

صنم دل تجھکو دیدینا خطا ہے
تو ہے بے رحم لیکن بے وفا ہے

بُرا تجھ سا نہیں کوئی زمانے میں مگر کیا ہے
کہ جو صحبت میں بیٹھے تیری وہ تجھسا ہی بنجائے

اور ایجاد شعرائے عجم ہے کہ بظاہر مدح ہو اور فی الحقیقت ذم۔ شعر (نوازش)

کسے تیغِ جفائے چرخ سے اُمید ہنسنے کی
جو ہو وے بھی تو ہاں شاید دہانِ زخم خنداں ہو

دوستی تجھکو کسی سے بھی نہیں (لمولفہ)
لیک ہے جور و ستم سے دوستی

جملہ ثانی سے دوستی بکمال جور ہے۔

مدراک یا استدراک کلام کا اس طرح شروع کرنا ہے کہ سامع کو جو معلوم ہوا اور جب تمام کلام سنے جانے کہ مدح ہے۔ شعر (لمولفہ)

مدح لکھنا ہی تری مجھ کو نہیں ہے منظور
کیونکہ اندازۂ تحریر سے وہ باہر ہے

اور اسی کی قسم ہے کہ مصرع متضمن بہ ہزل ہو اور مصرع دوم رفع اشتباہ معنی ہزل کا کرے۔ شعر (لاادری)

جی میں آتا ہی دھروں سُوتے میں تجھ دلدار کے
سر تلے تکیۂ بنا کمخواب بوٹے دار کے

مارتا ہوں تمھاری میں ہر بار (مطلب) آشناؤں میں سب بڑائی یار

تم کو لازم ہے پکڑو گے میرا
ہاتھ میں ہاتھ با محبت و بپیار

خوب کروایا اب تو مت کروا
مجھ کو رسوا بہ کوچہ و بازار

استتباع جس کو مدح موجہ بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مدح کسی کی اس طرح کریں کہ ایک مدح سے مدح دوم حاصل ہو۔ شعر (لمولفہ)

ترا شیریں ہے مانند سخن
اور کمر معدوم ہے مثلِ دہن

موج زن گر نہ رہے مہر کا دریا تیری آتشِ قہر سے ہو جائے جہاں خاک سیاہ

قہر کی تعریف اس طرح کی کہ مہر کی صفت بھی ہو گئی۔

ادماج[1] جس کو ذوالمعنیین بھی کہتے ہیں ایسا کلام ہے کہ اُس سے دو معنی حاصل ہوں۔ **شعر** (جرأت)

جو تم پھر آؤ تو پیارے پھریں ہمارے دن بشکلِ مہر ہے گردش ہی ہمکو سارے دن

لفظ پھر آؤ دو معنی رکھتا ہے۔ **شعر** (امانت)

وہ کم سخن ہوں کہ گویا نہیں زباں مُنہ اُسنی کسی نے نہیں عمر کی داستاں میری

لفظ گویا خواہ بمعنی گویندہ اور خواہ مخفف گویا کلمہ تشبیہ۔ **شعر** (سرور)

تو ہوئیگا وصال دلا یہ یقین رہے گر اُس کے ہجر میں یونہی اندوہ گیں رہے

وصال بمعنی مرگ و بمعنی ملاقات دونوں جائز ہیں۔ **شعر** (نثار)

عارضی اپنی زندگانی ہے اُسکے عارض کو دیکھ جیتا ہوں

منسوب بع[illegible] یا چند روزہ۔ **شعر** (نسیم)

مانند سرشک چشم مادر وہ طفل بھی گ[illegible] پڑا ف[illegible] قدم پر

لڑکے کا قدم پر گرنا اس طرح بیان کیا کہ اُس میں ماں کے رونے کا بھی حال کھل گیا۔

توجیہ[2] جس کو ذوالوجہین اور محتمل الضدین بھی کہتے ہیں وہ ہے کہ کلام دو صورت مختلف پر دلالت کرے جیسے جور اور مدح علیٰ ہذا القیاس۔ **شعر** (المولف)

---

[1] ادماج اور ایہام میں فرق یہ ہے کہ ایہام میں ایک لفظ مشتمل ہے ایک معنی یا زیادہ کا ہوتا ہے یہاں کل کلام سے دو مطلب حاصل ہیں۔ [2] لغوی معنی کسی چیز کی طرف مُنہ پھیرنا اور نیک بیان کرنا

کیا ہی تاثیر ہے واللہ تری صحبت کو | یک بیک لحظہ میں بنجاتا ہے احمق دانا
مجھ کو کہتے ہو کہ چل باہر ہو | (خادم) آپ کے کہنے سے کب باہر ہوں

الہزل الذی یراد بہ الجد | کہ کلام میں صرف الفاظ ظرافت کے ہوں مگر مضمون خوب اور بہتر ہو۔ شعر

ہاں قحبۂ دنیا سے نہ کر آمیزش | دوزخ کی آتشک بلائے بد ہے

الفاظ ہزل میں نصیحت مذکور ہے۔ اشعار

دنیا اک زال بیسوا ہے | بے مہر و وفا و بے حیا ہے
مردوں کے لئے یہ زن ہے رہزن | دنیا کی عدو ہے دین کی دشمن

تجاہل المعارف یا تجاہل عارف | جسکو سکاکی مصنف مفتاح نے سوق المعلوم مساق غیرہ لکھا ہے یعنی امر معلوم سے اظہار بے خبری کا کرنا واسطے کسی فائدے کے۔ شعر (محرور)

ہے زلف یا دھواں ہے یہ شمع جمال کا | اعجاز حسن و نازسے اونچا نہ ہو سکا
یا ابر آفتاب کے پہلو میں آگیا | پیدا ہے یا کہ شام غریباں یہ برملا

فائدہ مبالغۂ مدح زلف ہے۔ شعر (جرائت)

صنم کہتے ہیں تیری بھی کمر ہے | کہاں ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے

غرض مبالغہ وصف باریکی کمر ہے۔ شعر (جرأت)

مکر جانے کا قاتل نے نرالا ڈھب نکالا ہے | سبھوں سے پوچھتا ہے کس نے اسکو مار ڈالا ہے

یہاں تجاہل کو معشوق کی طرف منسوب کیا۔

قول بالموجب | کسی شخص کے کلام کو خلاف مراد قائل گمان کرنا بشرطیکہ

ے فارسی والا شاعر کہتا ہے ؎ با قحبۂ دنیا مکنید آمیزش — از آتشک جہنم اندیشہ کنید

وہ گمان اُس سے مستنبط ہو سکتا ہو۔ شعر (لمولفہ)

مجھ سے کہتا ہے کہ تو دل سے نہیں مجھ پر فدا ۔ سچ ہے پیارے ہیں تو بیشک جان ہو تجھ پر فدا

ناصحا کہتا ہے کیا عشق اُس صنم کا چھوڑ دے

کیا حسیں کوئی زیادہ اُس سے دیکھا ہے کہیں

اطرادیا نام ممدوح کا مع نام آبا کے بترتیب ذکر کریں۔ شعر (گوہر)

گل باغ ادب کنہیا لال ۔ نور چشم و چراغ راجی مل

قرۃ العین لالہ چنی لال ۔ خلف داتا رام اہل دول

تعجب یعنی کلام میں تعجب ظاہر کرنا کسی فائدہ کے لئے۔ شعر (ناسخ)

بگڑ جاتا ہے سیب پختہ گردش روز کہتے ہیں ۔ تعجب ہے کہ برسوں میں نہ وہ سیب ذقن بگڑا

فائدہ وصف ذقن سے ہے۔ شعر (امانت)

ہوئے گلشن میں اناروں سے پستاں پیدا ۔ پھول سے سینہ پہ کب ہیں سر پستاں پیدا

فائدہ وصف خوشنمائی پستان ہے۔ شعر (لمولفہ)

مہینے میں فقط دو روز غائب ماہ رہتا ہے ۔ تعجب ہے نظر آتا نہیں وہ ماہ رو برسوں

فائدہ تعجب مبالغہ ہے معشوق کے نہ آنے میں۔

اعتراض الکلام قبل الاتمام یا حشو اندر جملہ کے ایسا لفظ یا جملہ لانا کہ معنی اُس کے بھی تمام ہو سکیں وہ تین قسم ہے ملیح[1] و متوسط[2] و قبیح[3] اگر اُس لفظ سے

---

[1] یا ایک صفت جو ایک شے کے واسطے بیان کیجائے اُسکو دوسرے کے واسطے گمان کرنا۔ شعر

کہا جو میں نے رقیبوں سے تو نہ مل رہنا ۔ تو ہنس کے بولا کہ وہ بھی تو یہ ہی کہتے ہیں

مراد شاعر کی دیگر عشاق سوائے شاعر کے بھی معشوق نے رقیب شاعر کو قرار دیا ہے۔

زینت کلام ہے تو ملیح اگر رکھنا اور نہ رکھنا یکساں ہے متوسط اگر مخل فصاحت ہے قبیح ہے اور حشو قبیح داخلِ محسنات کلام نہیں مثال ملیح ۔ شعر (امانت)

یاں سے اب جاؤں تو میں راہ پہ لاؤں اُسکو
زیب و زینت کا سب انداز بتاؤں اُسکو

زیب و زینت میں ایک لفظ حشو ہے۔ شعر (غالب)

خامہ میرا کہ وہ ہے باربد بزم سخن
شاہ کی مدح میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہے

جملہ کہ وہ ہے باربدِ بزم سخن مناسب نغمہ سرا کے ہے مثال متوسط شعر (نظیر)

جور اور ظلم سے اُس کے نہ کبھی گھبرانا
نہ کبھی شکوۂ بیداد زباں پر لانا

تو ہے بحر بیکراں میں تشنہ و تفسیدہ لب
اے جہاں جود و ہمت پیاس کو میری بجھا

جور و ظلم و جود و ہمت میں ایک لفظ حشو ہے۔ مثال قبیح شعر

اگر تو نے ستم مجھ پر کیا تو کیا ہوا پیارے
بھا معشوق اور محبوب کا سہتے ہیں سب عاشق

محبوب فضول ہے۔ شعر

روئے آنسو اسقدر ہم ہجر میں
اشک کے طوفاں سے دریا ہو گیا

لفظ آنسو حشو ہے۔

تلمیح یا تلیح وہ صنعت ہے کہ کلام مشتمل ہو کسی قصۂ معروف یا کسی مضمون مشہور پر۔ شعر (سرور)

طور کو نور کے جلووں میں جلایا اُس نے
کبھی آتش کو ہے گلزار بنایا اُس نے

۱؎ حشو ملیح کو حشو لوزینج بھی کہتے ہیں۔ معرب لوزینہ۔ ۲؎ ایک مشہور گوئیے کا نام ہے۔
۳؎ معنی لغوی بلکاے مارنا قبل تلمیح بمعنی لانا نئے بیچ کا مگر اول صحیح ہے۔ ۱۲

تلمیح مصرع اول قصۂ موسےؑ و مصرع دوم قصۂ ابراہیمؑ۔ **شعر** (ناسخ)

حاجت نہیں نماز کی مستی میں زاہدا ... کیا مرتبہ دیا ہے خدا نے شراب کو

تلمیح ہے آیۂ لاتقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاریٰ کی طرف۔ **شعر** (ذوق)

ہم تو سنتے تھے سدا اکل حموضٍ یارد ... ذوق ہوتا ہو وہ کیوں ہو کے ترش ابر دگرم

خزاں میں اسلئے لوٹے ہی خاک پر غنچہ ... کہ یہ علاج ہے اسکا جسے ہو استسقا

اشارہ ہے مسئلہ طب کی طرف۔ **شعر** (ولی)

اک دل نہیں آرزو سے خالی ... ہر جا ہے محال اگر خلا ہے

اشارہ مسئلہ حکما کی طرف سے جس میں خلا کو محال بیان کیا گیا ہے۔ **شعر** (ظفر)

نہ کیجیے شکوہ مرا جا بجا کہ بہتر ہیں ... اُسی مکان پہ ہوں جس مکان کی باتیں

اشارہ ہے مثل مشہور کی طرف

سیاقۃ الاعداد | اعداد کو کلام میں بہ ترتیب یا بلا ترتیب ذکر کرنا۔ **شعر** (ذوق)

اب اُن کو شش جہت میں ہفت دریا لوگ کہتے ہیں

گرے تھے اشک کے قطرے مرے دو چار آنکھوں سے

ایک ہفتے میں بنیں نرگس بیمار آنکھیں ... (امانت) کوئی دو تین دن اُس سے جو کہے چار آنکھیں[۱]

تنسیق الصفات | ایک موصوف کو صفات متوالیہ سے ذکر کرنا۔ **شعر** (انشا)

مستجمع المکارم و مستحسن الشیم ... ینبوع فضل و جود و سخا معدن کرم

---

[۱] مثال بہ ترتیب۔ رباعی

دہ عقل زنہ سپہر در ہشت بہشت ... ہفت اختر م از شش جہت این نامہ نوشت

کز پنج حواس و چار ارکان و سہ روح ... ایزد بہ دو کون چو تو یک تن نسرشت

شعر (حکیم تصدق حسین خاں)

سینے پہ دونوں چھاتیاں انمول   اونچی چکنی کڑی کراری گول

صنعت تلمیح وسیاقۃ الاعداد و تنسیق الصفات کو صاحب البلاغت نے صنائع لفظی میں لکھا ہے۔

سوال وجواب جس کو مراجعہ بھی کہتے ہیں خواہ ہر مصرع میں سوال و جواب خواہ ایک میں سوال دوسرے میں جواب خواہ ایک بیت میں سوال دوسرے میں جواب ہو۔ شعر (نسیم)

پوچھا کہ طلب کہا قناعت   پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت

کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے   (میر حسن) کہا خیر بہتر ہے منگوائیے

کسی نے کہا سیر کیجے ذرا   کہا سیر سے جی ہے میرا بھرا

بولا وہ کہ خواب دیکھتا تھا   (نسیم) آتش پہ کباب دیکھتا تھا

بولی وہ کہ ہم بتائیں تعبیر   دلسوزی کریگا کوئی دلگیر

بولا وہ کہ رات کو افق[۱] میں   خورشید تھا آتش شفق میں

بولی وہ بشر ہو تم دلاور   سرسبز ہو تو تم آتشی پر

بولا وہ کہ دیکھی اک شبستاں   شعلہ ہوا انجمن میں رقصاں

بولی وہ کہ شعلہ میں پری ہوں   جو ناچ نچاؤں ناچتی ہوں

حسن الطلب یعنی کوئی شے بطرز پسندیدہ طلب کرنا۔ شعر (غالب)

آپ کا بندہ اور پھروں ننگا   آپ کا نوکر اور کھاؤں اُدھار

---

[۱] افق بضمتین لہذا قافیہ غلط۔ ۱۲

دیا اللہ نے وہ قلب مصفا تجھکو — اے شہنشاہ صفا ذہن و سراپا صفوت
فرد تفصیل حوائج ہے رخ حاجت مند — عرض حاجت کی نہیں سامنے تیرے حاجت

قطعہ

دل مرا مجھ سے طلب کرتا ہے سو دینار سرخ — میں یہ کہتا ہوں کہ مفلس پاس اتنا زر کہاں
سن کے کہتا ہے کہ تمکو شرم بھی آتی نہیں — جھوٹ سے کیا فائدہ فرمائیے اے مہرباں
آپ ہیں مداح ایسے کے کہ جس کے ہاتھ سے — بحر کا کیسہ تہی ہے اور خالی جیب کان
کسکو باور ہے کہ تم رکھتے نہیں ہو اندنوں — اسقدر دولت کہ رکھتے تھے سلاطین کیان

حسن التکریر | یعنی کلام میں ایک لفظ مکرر لانا بوجہ خوب وطرز لطیف شعر

تو نے مجھے پیارے برا اگر کہا کہا — یا مصلحت سے غیر کے منہ پر کہا کہا

حسن المطلع | وہ ہے کہ شعر اول کلام کا الفاظ بدیع اور معانی بلیغ سے لکھا جائے اور مستحسن اور مطبوع ہو اور الفاظ فال نیک کے ہوں۔

حسن المقطع | وہ ہے کہ اشعار آخر کلام کے الفاظ فصیح اور معانی خوب سے لکھے جائیں اور یہ اکثر قصیدہ مدحیہ میں دعائیہ اشعار ہوتے ہیں۔

حسن التخلص[*] | وہ ہے کہ کسی مضمون مثل ذکر عشق وغیرہ سے مدح ممدوح کی طرف رجوع کریں اور اسی کو گریز کہتے ہیں۔ ان تینوں صنعت کی مثال باب ششم میں مثال قصیدے سے واضح ہو گی اسی صنعت حسن التخلص کو قطع الکلام بھی کہتے ہیں اور اگر کوئی کلمہ مشعر بہ رجوع مطلب دیگر ذکر کریں اس کو اقتضاب کہتے ہیں چنانچہ دیباچہ کتاب میں لفظ اما بعد اور خطوط میں

---

[*] تخلص کے معنی بچ جانا۔

بعد شرح شوق ملاقات و مکرر آنکہ وغیرہ لکھتے ہیں۔

تعلیق | منحصر کرنا کسی امر کا ثبوت یا نفی دوسرے امر پر حکم اوّل کو جزا اور دوم کو شرط کہتے ہیں۔ شعر (غالب)

اگر وہ سروِ قد گرمِ خرامِ ناز آجاوے
کفِ ہر خاکِ گلشن شکلِ قمری نالہ فرسا ہو

رسالہ عبد الواسع میں اس کی کئی قسم لکھی ہیں۔

تلمیع | جس کو ذو لسانین کہتے ہیں یعنی ایک مصرع یا شعر ایک زبان میں ہو اور دوسرا مصرع یا شعر زبان دیگر میں۔ شعر (انشا)

اے عشق مجھے شاہدِ اصلی کو دکھا لا
تم خذ بیدی دفقک اللہ تعالیٰ

ز حالِ مسکیں مکن تغافل درائے نیناں بنائے بتیاں
چو تابِ ہجراں ندارم اے جاں زلیوہ کاہے لگائے چھتیاں

ارسال المثل | وہ کہ کوئی ضرب المثل کلام میں لائیں۔ شعر (سودا)

گالی نہیں ہے بوسہ مرے دلکو گوارا
جھوٹا کوئی کھاتا ہے تو میٹھے ہی کی لالچ

اگر دو مثل ایک شعر میں واقع ہوں تو ارسال المثلین کہتے ہیں۔ شعر (گوہر)

کس طرح شعر میں مضمون تمنا آئے
کیسے مٹھی میں ہوا کو رہے ہیں دریا آئے

جامع اللسانین | جس کو ذو روئی بھی لکھا ہے ایسا کلام کہ اسکو بے تغیر نقاط دو زبان میں پڑھ سکیں۔

مثال فارسی و ہندی یار آجائے تو بہتر

متضمن اللسانین و متضمن الالسنہ | جس کو ذو روبیتین بھی کہتے ہیں۔

ع ۵ اس کے اجزا د مصرع میں تلمیع ہے۔

کلام بہ تغیر نقاط دو یا کئی زبان میں پڑھا جائے۔ ع (انشا)

فارسی — بیا بیا حب من جالیا بیا گی باش

اردو — پیا پیا جب من جالیا پیا کے پاس

عربی — بیا بنا حب من حالنا بیا گی ناس

فقرہ نثر فارسی۔ بار گناہم کسے بر خود کے بر داشت کز بن جہت بہر دی دعا گویم ہر شب بنیاز۔ فقرہ نثر اردو۔ یار کیا ہم کسی بڑے چود کی بر داشت کریں جھٹ بھڑوے دغا کو ہم ہر سب تیار۔

قلب اللسانین | وہ کلام کہ اگر اُس کو مقلوب پڑھیں زبان دیگر میں اس سے معنی حاصل ہوں۔ شعر

ہاں یار ماہ روز در خانہ اندر آ

یارامے داری مار ابیار مقلوب بزبان عربی

أرَدُ مَاهُنَا خِرَدَ زُوْرِنعَامْ رَاٰیْنَاهُ — دَاٰیُ بِیْ مَارَامیْ رَادُ بِمَارَاسے

کلام الجامع | کلام مشعر بہ پند و نصیحت و حکمت اور شکایت روزگار کی لکھنا۔

نفس گر دشمن ہے اے رنگیں ترا (رنگین) — دب نہ جا اُسکے مقابل رہ کھڑا

باندھ ہمت اور خدا کو یاد کر — اُس کو مار اور دل کو اپنے شاد کر

دے غذا اُس کو نہ اچھی زینہار — پیٹ کی اُس کو ہمیشہ مار مار

دوست یہ در پردہ دشمن ہے ترا — تو مسافر ہے یہ رہزن ہے ترا

لہ ارادہ کیا ہم نے اُسجگہ زنان شہر گیں شہر زورہ کا گوسفند لاغر دیکھا ہم نے اُسی زور کو دکھلایا اُس زور نے مجھکو یا ہم تیر اندازی شخص بازگر داننده قصد کو کہ دیکھا اُس شخص نے ۱۲۔۔۔۔

ابداع کلام میں نیا مضمون لکھنا۔ شعر (مصحفی)

کمر ہوئی تری یاں تک تو شہرۂ آفاق — کہ سر کے بال ترے دیکھنے کمر کو چلے

دیکھیے جو اُسکی کجو تکو یہ تیقن ہو اُسے (سودا) — تنبیہ یہ تان کے یاں کلام کا اثر اہی کنگ

یہ حقیقت میں کوئی صنعت نہیں ہے بلکہ اساتذہ کا کلام اکثر ایسا ہوتا ہے۔

تضمین و اقتباس وہ ہے کہ کسی دوسرے شاعر کا مصرع یا بیت معروف یا آیۂ قرآن یا حدیث اپنے کلام میں لاویں بطور مناسب تضمین مصرع کو ابداع اور رفو کہتے ہیں اور تضمین بیت یا زیادہ اشعار کو استعانت۔

مثال ایداع۔ قطعہ (غالب)

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل — سُن سُن کے اُسے سخنورانِ کامل

آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش — گویم مشکل وگر نہ گویم مشکل

مصرع چہارم مشہور کسی شاعر کا ہے۔ شعر (ولہ)

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی — وقنا ربنا عذاب النّار

کبھی تضمین کی جانب اشارہ کر دیتے ہیں۔ شعر (غالب)

اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ — آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں

مثال۔ شعر (ہوشیار)

اک قوامی کا شعر لکھتا ہوں — وصف میں تیرے اے جہان دیار

ساعد ملک و رخش دولت را — تو سواری و ہمتِ تو سوار

ترجمہ وہ کہ معنی بیت کو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کریں۔ شعر (لا اعلم)

آلودہ زقطرات عرق دیدہ جبیں را　　اختر زفلک می نگرد روئے زمیں را

آلودۂ قطرات عرق دیکھ جبیں کو　(سودا)　اختر پڑے جھانکیں ہیں فلک پر سے زمیں کو

اور اسی کی ایک قسم ہے قریب بہ ایہام ایجاد۔ یعنی ایسے دو لفظ لانا کہ سوائے معنی مقصود کے دوسری لفظ کا اُسی زبان یا زبان دیگر میں ترجمہ ہو۔ شعر (خسرو)

داریم آرزو کہ حکایت کنیم بات　　لالہ غلام روئے تو صد برگ زیر پات

ہر برہمن کہ دید رخ خوب بت اے صنم　　زنار را گسست و لکد زد بروئے لات

جھکا بلبل نے گل کی شاخ ڈالی (المولف)　　بجا ہے باغباں کو گوشمالی

جام اُس نے بھرا کہا پیالے (نسیم)　　دل اُس کا بھر اتھا جام کیا ہے

نچھوڑے گی جیتا مجھے چشم قاتل　　یقیں ہے یقیں بلکہ عین الیقیں ہے

ادعا وہ ہے کہ شاعر امر غیر ممکن وخلاف قیاس کو دعوے کرے اور سامع کو گمان ہو کہ شاید ایسا واقع ہوا ہوگا۔ شعر (رنگین)

ایک نے کُتّے سے پوچھا ہنسکے یوں　　سچ بتا رستے میں تو بیٹھا ہے کیوں

بولا کُتّا سن کے اے عالی نسب　　بیٹھنے کا راہ کے ہے یہ سبب

نیک جو ہے وہ بچا جائے مجھے　　اور جو بد ہے وہ ستا جائے مجھے

(مخمور)　　محو نظارہ ترا کون مرا عضو نہیں

آنکھ تو آنکھ ہے کرتے ہیں نظارے ناخن

مناظرہ بھی ایک قسم کا ادعا ہے جیسے مناظرۂ رایت و بردۂ شیخ سعدی۔ اشعار (رنگین)

باز نے طعنہ دیا مرغی کو یوں — تو بھلا انسان سے بھاگے ہے کیوں

تجھکو لازم ہے کہ اُس سے رام رہ — رام رہ اور رام صبح و شام رہ

کیونکہ تو نے عمر کھوئی ہے یہیں — اُس سے یہ وحشت تجھے لازم نہیں

باوجودے تیری وہ کرتا ہے داشت — اور خبر لیتا ہے تیری شام و چاشت

پر تو اُڑ جائے بلانے کے ہی ساتھ — مطلقاً آتی نہیں تو اُس کے ہاتھ

میں جو صحرائی ہوں وحشی جانور — جب بلایا اُس نے مجھکو چھوڑ کر

اُس دل وحشی کو اپنے کر کڑا — مجھکو اُس کے پاس جانا ہی پڑا

تھوڑے سے احساں پہ ہی میرا یہ حال — تو بہت احساں کو مت کر پائمال

سُن کے مرغی نے کہا خاموش ہو — ہوش کر اتنا بھی مت بیہوش ہو

میں نے سو مرغی پہ دیکھا ہی عذاب — باز کو تو نے نہیں دیکھا کباب

کچھ نہیں خواہاں وہ تیری جان کا — آدمی دشمن ہے میری جان کا

فصل دوم

صنائع لفظی میں

اجناس بین اللفظین یا تجنیس | اور یہ کئی قسم ہے اول تام یعنی دو لفظ نوع

ط۔ جمیع صنائع لفظی میں چاہئے کہ لفظ کو تابع معنی کا کریں نہ معنی کو پیرو لفظ کا کیونکہ اگر صنعت ہوئے مگر معنی عمدہ نہ حاصل ہوئے تو وہ کلام مقبول فصحا نہیں نقل ہے کہ جب اُستاد ابوالقاسم حریری تصنیف مقامات سے فارغ ہوا اور شہرت اُس کی فصاحت کی اطراف واکناف میں ہوئی بموجب حکم خلیفۂ وقت کے اُسکو کچہری میں بٹھلایا کچہری میں عمدہ برا نہو سکا کیونکہ مقامات میں اپنے دفتے لکھے اور معنی کو موافق لفظ کے لایا تھا اور یہاں اُسکے خلاف لفظ کو موافق معنی کے لانا پڑا۔

اور عدد اور ہیئت میں موافق ہوں پس اگر دونوں اسم یا فعل یا حرف ہیں اُس کو تجنیس تام مماثل ورنہ مستوفی کہتے ہیں مثال مماثل۔ شعر

تم رات کو نہ آئے جو اپنے قرار پر ☆ ظلم تم نے کیا کیا اس بیقرار پر

قرار اوّل بمعنی وعدہ اور دوم بمعنی آرام مثال مستوفی۔ شعر (امانت)

آبداری سے جو ملبوس نظر آیا وہ گلا ☆ رشک کی برف سے کیا جسم صراحی کا گلا

(ولہ) اپنی دیکھوں میں عجائب ہیں درخشاں پہونچے

اُسکے پہونچے کو نہ روئے مہ تاباں پہونچے

دوم تجنیس مرکب یعنی دو لفظ متجانس میں سے ایک مفرد ہو دوسرا مرکب پس اگر کتابت میں موافق ہوں اُس کو مرکب متشابہ کہتے ہیں ورنہ مرکب مفروق مثال مرکب متشابہ۔ شعر (مجروح)

جتنے مر مر گئے بتو تم پر ☆ اُن کے مرقد ہیں سنگ مرمر کے

(آباد) اشک برسانے میں شرط آنکھوں نے باہم بدلی ☆ صاف رونے میں بنے دیدۂ پُرنم بدلی

مثال مرکب مفروق۔ شعر (امانت)

روئے گل ہی پہ نہیں تیز وہ رخسارے ہیں ☆ ایک رُخ کیسا خجل اُس سے تو رُخ سارے ہیں

(ولہ) پاؤں آخر کو مرا اور تری پیشانی ہے ☆ جو میں کہتا ہوں وہ اکدن ترے پیش آنی ہے

اور اگر تجنیس ایک اور دوسرے کلمہ کے جزو سے مرکب ہو اُس کو تجنیس مرفو کہتے ہیں۔ شعر (امانت)

سینہ وہ سینہ کہ دیکھے تو تڑپ جائے بشر

ایسے سینے نہیں دیکھے ہیں کسی نے سن بھر

لفظ کسی کا جزو سے لفظ نے کے ساتھ ملکر تجنیس[۱] ہوا اور اگر صرف نوع اور تعدد و ترتیب حروف میں مشابہ ہوں لیکن ہیئت یعنی حرکات میں مختلف اُس کو محرف کہتے ہیں۔ شعر (احسان)

گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے ‏ وگرنہ یاد تھیں مجھکو شکایتیں کیا کیا

اور اسی میں داخل ہے صنعت۔

تثلیث | یعنی کلام میں کوئی لفظ حرکات ثلثہ سے لانا۔ شعر (کرم)

دم رقص پہنے لباس تو کبھی رنگ تَن کا جو زرد گوں
کسی خستہ تن کو چبا گئے تِن پسِ نخل تُن ترے گھونگرو

ع (ولہ) گیا سینہ چھن گیا دل بھی چھن جیو نہیں بو ئے چُھن ترے گھونگرو

اور اگر عدد میں مختلف یعنی ایک لفظ میں بہ نسبت دوسرے کے ایک حرف زائد[۲] ہو اُسکو تجنیس زائد یا تجنیس ناقص یا تجنیس مطرف کہتے ہیں اور وہ حرف زائد تین حالت سے خالی نہیں یا شروع میں یا وسط میں یا اخیر میں ہوگا مثال اُن کی۔ شعر (امانت)

ناف اُس شوخ کی بنجائے ترا قفل دہن ‏ پیٹ سے آگے تجھے کوئی لپیٹ آئے نہ بن
اُسکی قامت پہ قیامت کا کروں گر میں خیال ‏ (ولہ) کب قیامت نے بھلا پائی ہی یہ حشر کی چال
اُٹھ کھڑے ہوئیے تعظیم بھی طاعت ہے ‏ (محسن) قد و قامت نہیں یہ نعرہ قد قامت ہے

۱۔ تجنیس مرکب اور مرفو میں یہ فرق ہے کہ تجنیس مرکب میں تمام دو کلموں سے صلاحیت تجنیس پیدا ہوتی ہے اور مرفو میں ایک لفظ تمام اور دوسرے کے جزو سے یا دونوں کے جزو سے۔ ۱۲

۲۔ خواہ شروع میں خواہ وسط میں خواہ آخر میں۔

چشم کا کام اشک باری ہے (سوز) چشمۂ فیض ہی کہ جاری ہے

کیا جو وعدۂ شب اُس نے دن پہاڑ ہوا (سرور) یہ دیکھیو مری شامت کہ ہوئی شام نہیں

جس میں ایک حرف آخر میں زائد ہو اُس کو تجنیس مطرّف کہتے ہیں اور کبھی دو حرف بھی زائد ہوتے ہیں اُس کو تجنیس مذیل کہتے ہیں اور اگر وہ دو لفظ نوع حروف میں مختلف ہوں خواہ شروع خواہ وسط خواہ آخر میں پس اگر حروف مختلفہ قریب المخرج ہیں اُس کو جناس مضارع کہتے ہیں ورنہ جناس لاحق مثال جناس مضارع۔ شعر (انشا)

اقرب سمجھ کے اپنے سے رہ جائے دم میں بس | عقرب کے نیش پر بھی جو رکھے حمل قدم

مثال جناس لاحق۔ شعر (امانت)

جانِ ناساز ہو وہ نغمۂ خوش ناز ہے یہ | دلِ مضطر کو سدا سوز ہو وہ ساز ہے یہ

عشق کے نام سے جسم سبک آگاہ نہ تھا (دلہ) | دور تھا کوہِ مصیبت غمِ جانکاہ نہ تھا

غنچہ کا خط نہ تھا کہ لے کے وہ ہوا ئی (نسیم) | پتّا ہوئی اور ریتے پہ آئی

اور جو کسی قسم تجنیس کے دو لفظ متجانس بلا فصل متواتر واقع ہوں اُسکو تجنیس مکرر و مزدوج اور مردّد کہتے ہیں مثال تام مکرر۔ شعر (انشا)

میری زبان سے مدح کہاں اُسکی ہو سکے | توصیف میں ہے جسکی زبانِ قلم قلم

مثال مرکب مکرر۔ شعر (دلہ)

جو بات تجھ سے چاہیے ہی اپنا مزاج آج | قربان تیرے کل پہ نہ ٹال آج آج آج

دہکے ہے آگ دل میں بڑی اشتیاق کی | تیرے سوائے کس سے ہو اسکا علاج آج

تمام غزل اِسی صنعت میں ہے مثال زائد مکرر۔ شعر (نوا بدایونی)

یہ ابر مینا و جام ہے بن پکٹ بجائے کماں کمانہ
ہماری چھاتی تک کمے داغ دل کا کرے ہے تک کر نشاں نشانہ

تمام غزل اسی صنعت میں ہے۔ شعر (ناسخ)

یہ التجا ہے پیر مغاں کی جناب میں | رکھوں میں ساق ساقی گلفام دوش پر

مثال جناس لاحق مکرر۔ شعر (انشا)

جب تک کہ خوب واقف راز نہاں نہوں | میں تو سخن میں عشق کے بولوں ہاں نہوں
خلوت میں تیری بار نہ جلوت میں مجھکو ہائے | باتیں جو دل میں بھری ہیں سو کہاں کہوں

تمام غزل اسی صنعت میں ہے مثال تجنیس مکرر مقلوب۔ شعر

بات غیروں کی نہ سنوا بت بدخو ہم کو | بات کی تاب نہیں ہونے کی جھرو ہمکو

قلب کا بیان آگے آئیگا اور اگر صرف صورت کتابت میں موافق ہوں اُسکو تجنیس خط کہتے ہیں جیسے الفاظ زخم و رحم و چشم و جسم و شمع و سمع وغیرہ۔ شعر

باغ شگفتہ تیرا بساط نشاط دل (غالب) ابر بہار خمکدہ کس کے دماغ کا

اور اگر ایسا لفظ کلام میں لاویں کہ بندش الفاظ سے کلام معانی متضاد پر دلالت کرے یعنی مدح و ثنا ذم و ہجو ہو جاوے اُسکو تصحیف کہتے ہیں۔ شعر (المولف)

کہتا ہے کیا کہ چل مرے گھر سے بدر ہو تو | جاتا ہوں خیر لے مجھے اب تو بدر سمجھ

بدر زیادت دو نقطہ سے بدر ہو جاتا ہے۔

تزلزل | اور اگر تبدیل ایک حرکت سے لفظ مدح یعنی ذم پیدا کرے اُسکو تزلزل کہتے ہیں۔ شعر

بوسہ دیدیتا ہے مجھکو یہ بھی تیرا رحم ہے (المولف) ہر کسی کو کون دیدیتا ہے بے مانگے ہوئے

کون اگر بالضم پڑھا جائے معنی ذم پیدا کریگا اور تجنیس خط میں داخل
ہے لانا الفاظ دائرہ متواترہ کا۔ شعر (لا اعلم)

رتبہ بڑھے ہی خلق سے اپنی ہی شان کا — صاحب لکھے سے کچھ بھی گھٹے ہو زبان کا

یا آنا مدات حروف کا متواتر اور تجنیس ہی کی ایک قسم ہے۔
قلب یعنی اختلاف ترتیب حروف کا اور وہ دو قسم ہے۔ قلب کل
اور قلب بعض۔ قلب کل وہ ہے کہ حروف کلمہ بالترتیب قلب کئے
جائیں۔ شعر (انشا)

ابھی جھڑ لگا دے بارش کوئی مست بھر کے نعرہ
جو زمیں پہ پھینک مارے قدح شراب اُلٹا

(ول)

تو جو باتوں میں رکیگا تو یہ جانونگا کہ سمجھا — مرے جان و دل کے مالک نے مرا کلام اُلٹا
مجھے مار کیوں نہ ڈالے تری زلف اُلٹکے کافر — کہ سکھا دیا ہے تو نے اُسے لفظ رام اُلٹا
سحر ایک ماش پھینکا جو مجھے دکھا کے اُس نے — تو اشارہ میں نے تاڑا کہ ہے لفظ شام اُلٹا
فقط اس لفافہ پر ہے کہ خط آشنا کو پہونچے — تو لکھا ہے اُس نے انشا یہ ترا ہی نام اُلٹا

مقلوب بعض وہ کہ حروف کلمہ کے نامرتب قلب کریں۔ جیسے مرحوم و محروم شعر

کمال بحث ہے علم کلام میں رہتی — دہن میں لوگ بہت قیل و قال کرتے ہیں

اور اگر کسی کلمہ قلب سے وہی کلمہ حاصل ہو اُسکو مقلوب مستوی[۱] کہتے ہیں۔

---

۱ کسی نے ایک عالم سے بصنعت مقلوب مستوی سوال کیا مرادے دارم اُس نے فوراً بصنعت مذکور قلب جواب دیا بر آید یارب۔ مبتدیوں کی آسانی کے واسطے چند کلمات مقلوب مستوی کے لکھے جاتے ہیں۔
کبک۔ باب لعل۔ لال۔ گنگ۔ بے عیب۔ بے زیب۔ کاداک۔ شاباش۔ نان۔ قلق۔ درد۔ دود۔ تخت
کلک۔ کنجانج۔ کیاک۔ لیل۔ کفک۔ کمک۔ نواشن۔ مہم۔ پاپا۔ تارات۔ آیا۔ فرق۔ نالاں۔ نازاں۔ ناداں۔
داماد۔ موسوم۔ ۱۲

مصرع اول شعر انشا کے الفاظ مقلوب مستوی ہیں۔ شعر

رواج اور یہ ہے وہ ہو آشنا انشا   کہ ہو رہا ہو وہ آگاہ رسم اہل کلام

اور جب ایک بیت یا مصرع کے الفاظ اول و آخر مقلوب ہوں
اُس کو مقلوب مجنح کہتے ہیں جیسے شعر (گوہر)

تار رونے کا یہ بندھا تھا رات   تاب اتنی نہ تھی کہ کرتا بات

کبھی تمام مصرع مقلوب مستوی[۱] ہوتا ہے شعر (انشاء)

مرا در روح ور وادو روح در دارم   مآل کل امور سرو مآل کلام

اس میں غیر منقوط اور مقلوب مستوی دونوں صفتیں مجتمع ہیں کبھی تمام
شعر مقلوب مستوی[۲] ہوتا ہے۔ شعر (ہوشیار)

رات یہ گرم زور درد و قلق   قلق و درد روز مرگ ہے تار

اور ایک قسم قلب کی ہے رباعی کہ لفظ اول مصرع دوم مقلوب لفظ
آخر مصرع اول اور لفظ اول کا مصرع سوم مقلوب لفظ آخر مصرع
دوم کا ہو علیٰ ہذا القیاس

پرپیدا ہمیشہ ہووے نو
[illegible]

---

[۱] شعر خشکریہ ترازوے وزارت برکش (امیر خسرو) شو ہمرہ بلبل بلب ہر مہوش
[۲] شعر رامش مرد گنج یاری و قوت (قوامی) تو قوی را بجنگ در مشمار

اور شامل تجنیس ہے اشتقاق و شبہ اشتقاق۔

اشتقاق ایسے الفاظ کا لانا کہ ایک مادے سے مشتق ہوں۔ شعر (ذوق)

تا صاف کرے دل نہ ئے صاف صوفی ۔۔۔ کچھ سود و صفا علم تصوف نہیں کرتا

ہنستے ہنستے کہا ہنسے کیوں (نسیم) ہنستا نہیں بے سبب کوئی یوں

شبہ اشتقاق وہ کہ الفاظ مشابہ باشتقاق ہوں مگر مادہ اُنکا ایک نہو۔ شعر

سچ اگر پوچھو تو وہ ساعدوں کی جا ئیں ہیں (امانت) کشور حسن ہیں شانوں کی بڑی شانیں ہیں

کلیاں پڑتی تھیں کب اے گلبدن اسطرح کی (وله) پانچا ہیسی کا ترے پانچوں میں فرق ہے اب

دی آنکھ جو شہ نے رو نمائی (نسیم) چشمک سے نہ بھائیوں کو بھائی

ردّ العجز علی الصدر یہ صنعت منحصر ہے بعض مصطلحات عروض کے جاننے پر واضح ہو کہ باصطلاح عروضیان جزو اوّل مصرع اوّل کو صدر اور اُس کے جزو آخر کو عروض اور مصرع دوم کے جزو اوّل کو ابتدا اور جزو آخر کو ضرب و عجز کہتے ہیں اور اجزائے وسط ہر دو مصاریع کو حشو پس یہ صنعت چار قسم ہے اوّل یہ کہ جو لفظ صدر میں آئے وہی عجز میں دوم یہ کہ جو لفظ حشو مصرع اوّل میں واقع ہو وہی عجز میں آئے۔ سوم جو لفظ عروض میں ہے وہی عجز میں بھی ہو۔ چہارم جو لفظ ابتدا میں واقع ہو وہی عجز میں واقع ہو مگر ہر ایک قسم تین تین نوع پر ہے کیونکہ وقوع لفظ کا مکرر تین حالت سے خالی نہیں یا وہی لفظ بعینہ مکرر رکھا جائے یا بطریق تجنیس یا بطریق اشتقاق یا شبہ اشتقاق۔ شعر (میر درد)

عہ پھیرنا عجز کا صدر پر۔ ۱۲

کمالِ شے زوالِ شے ہو اسیر لاکھ جا سکد ہوں | بھلا نازاں نہوں کیونکہ میں اپنی بیکمالی کا
جتنے مر مر گئے۔ تو تم پر | اُن کے عرقد ہیں سنگ قرمرمے (مجروح)

سابقہ جب سے مری آہ سے کھتی ہے گرم | تپ ہے برق شرر بار پہ سیاق آتش (انشا)
تھا وہاں نام خدا عالم خود بینی گرم | اُسکے نتھنوں کی پھڑکن میں تھی غضب گرماہٹ (ولہ)

قدرت خدا کی دیکھو تو اسلام کا شرف | دم مارنے کی جا ہی نہیں مارئیے نہ دم (ولہ)
تجھ سے اے دل خدا تو ہے اقرب | غم نہیں بت اگر قریب نہیں (ناسخ)

اور شعرائے عجم نے ہر مصرع کے اوّل و آخر کو صدر و عجز قرار دیکر ہر مصرع میں اس صنعت کو استعمال کیا ہے۔ شعر

نقاب چہرہ سے ظالم اُٹھا نڈال نقاب | شتاب کر کہ ہے یاں جان کو سفر میں شتاب

معاد | اسی صنعت کی ایک قسم معاد ہے کہ لفظ آخر مصرع اوّل مصرع دوم کے آغاز میں ہو اور لفظ آخر مصرع دوم و مصرع سوم کے آغاز میں علیٰ ہذا القیاس۔ شعر (رنگین)

فرہاد کو شیریں جو بہت آتی یاد | یاد اُس کی میں اپنے دلکو رکھتا وہ شاد
شاد اُسکا ہمیشہ ذکر رکھتا اُسکو | اُسکو کر یاد شاد رہتا فرہاد

اسی قسم سے ہے۔ شعر (امانت)

اُسکے سلک دُرِ دنداں سے جو آنکھ اپنی لڑی | جب لڑی آنکھ تو اک فکر طبیعت کو پڑی
جب پڑی فکر تو ثابت ہوئی موتی کی لڑی | کیسی موتی کی لڑی اُسمیں شرارت ہی بڑی
ہے شرارت جو بڑی اُنہیں تو سیارے ہیں | ہیں جو سیارے تو آنکھوں کے مرے تارے ہیں

لزوم مالا یلزم[عہ] | یا اعنات وہ صنعت ہے کہ قافیہ میں التزام تکرار کسی

عہ لازم کرنا اس چیز کا جو لازم نہیں ہے۔ بمعنی در رخت افگندن

حرف کا قبل روی کے واجب کریں۔ پس یہ حرف اُس قافیہ میں جس میں حرف قید یا تاسیس ہو واقع ہوسکتا ہے۔ شعر (انشا)

اکی یہ سردی پڑی ہر ایک تارا جم گیا ۔۔۔ کاسۂ چرخ بریں سارے کا سارا جم گیا

تمام غزل میں التزام کیا ہے کہ قبل الف روی کے الف ورا لایا ہے ورنہ قافیہ تارا کا پیدا بھی ہوسکتا ہے[1] اور اُسی میں داخل ہے۔

لزوم الشعر | یعنی لزوم کسی چیز کا ہر بیت یا ہر مصرع میں۔ شعر (لا اعلم)

ناگنی یہ سیلی تری اور حلقۂ بینی ہے مور ۔۔۔ جس طرح ہو مور سے اس ناگنی کو تو بچا

ناگنی جاں پر کہاں ہو مور سے تدبیر بن ۔۔۔ مور جس جا ہو چلے واں ناگنی کا زور کیا

ہر مصرع میں ناگنی اور مور آیا ہے۔ یا لزوم کسی حرف کا ہر لفظ بیت میں مثلاً الف کا۔ شعر (گوہر)

اللہ اللہ تمہارے ناز و ادا ۔۔۔ ایسے ناز و ادا کا کیا کہنا

یا جیسے چار چیزوں کا لانا اس قصیدے کے ہر شعر میں۔ شعر

یار و مہتاب و گل و شمع بہم چاروں ایک ۔۔۔ ہاں کتاں بلبل و پروانہ بہم چاروں ایک

اور اسی قسم سے ہے۔

تکرار | یعنی لانا کسی لفظ کا بکرات بشرطیکہ مخل فصاحت نہ ہو جیسے غزل شہیدی بتکرار لفظ دو۔ شعر (شہیدی)

سو نہ دو تم دو ہی دو بوسے دو کچھ ڈھب کے دو ۔۔۔ قول ہے مشہور بن مطلب کے سو مطلب کے دو

---

[1] اور جیسے قافیہ ساحل اور کامل میں التزام الف یا سلیس کا اور قافیہ عاقل اور ناقل میں التزام قاف دخیل کا ورنہ قافیہ ساحل کا دل اور عاقل کا جاہل ممکن ہے۔ ۱۲

اور اسی قسم میں ہے۔

قطع الحروف | یعنی حذف کسی حرف کا کلام میں، جیسے حذف الف میں۔ شعر (عبدالعزیز اعجاز سہسوانی)

عشق کی دل پہ وہ مصیبت ہے
سینہ شق ہو سلو جو یک سر مو

قطع الحروف منقوط | اور اسی قسم میں ہیں منقوط و غیر منقوط و رقطا و خیفا و مقطع و موصل

منقوط یا التعریس | وہ کہ کلام کے سب حروف معجمہ ہوں۔ شعر (المولف)

نبی بخش نے زینتِ تخت بخشی
غضب زینت[۱] بخشش شب تب بنی جب

غیر منقوط یا تعطیل | جس میں سب حروف مہملہ ہوں انشاء اللہ خاں کا ایک دیوان تمام اسی صنعت میں ہے یہ شعر اول اسکا ہے۔ شعر

آسرا اللہ اور آلِ رسولِ اللہ کا
اور کس کا آسرا ہو سر گروہ اس راہ کا

رقطا | وہ کہ ہر کلمہ میں ایک حرف منقوط ایک غیر منقوط بالترتیب ہو

خیفا[۲] | یہ کہ کلام میں ایک کلمہ کے حروف معجمہ اور ایک کے مہملہ بترتیب ہوں اس شعر کا مصرع اول رقطا اور مصرع دوم خیفا میں ہے۔ شعر (انشا)

جبین لامع زینت حصولِ جنبش مرام
شہ بلند نسب اب مجھے سبھی دیوے

---

[۱] قطعہ زیب فغنی زینت ملک چینی
بے جبین جبیں بہ تخت چین بنشینی
بنشین بنشین بخشش فیض بخش
زین بخشش فیض فیض بخشش بینی

سعید قریشی کی ایک غزل تمام اسی صنعت میں ہے شعر اول اسکا یہ ہے۔ شعر

بغضب چین بجبیں جنبش ہیں
زیب بخش جنبش جنبش بین

[۲] وہ گھوڑا جس کی ایک آنکھ سیاہ ہو اور ایک نیلی ہو۔ لغوی معنی گوسفند میں جسمیں سفیدی اور سیاہی ملی ہوئی ہو۔ ۱۲

مقطع | وہ کہ تمام حروف کلام کے کتابت میں علیحدہ لکھے جاویں۔ شعر (جوہر)

آئے اس دم آج وہ دلدار اور آرام روح
زاری دل زردی رخ وہ ددوری دور دور

مقدار | وہ کہ ایک شعر یا مصرع مقطع ہو دوم موصل دوحرفی سوم موصل سہ حرفی چہارم چہار حرفی علی ہذا القیاس۔

موصل | دوحرفی کی مثال۔ شعر (گوہر)

گوہر عاشق جو ہو تو بس ہم سا ہو
غم کا شایق جو ہو تو بس ہم سا ہو

کبھی تمام حروف مصرع کے ملا کر لکھے جاتے ہیں۔ شعر (عاجز)

کبھی کبھی ہنسی تم نے حبیب جی کی خبر
بنے گی کیسی ستم کیش بے کہے ہم پر

کبھیکبھیہنسیتمنیحبیبجیکیخبر
بنیگیکیسیستمکیشبیکہیہمپر

منشاری | جب موصل لکھنے سے حروف دندانہ دار بکثرت آویں اسکو منشاری کہتے ہیں یعنی بصورت آرہ۔ شعر (ہوشیار)

سست بن سست ستیے تپے
سست بے تپے نت یہ سب ہنسار

سستبنسستستیتپے
سستبیتپینتیہسبہنسار

واسع الشفتین | جس کے پڑھنے میں لب سے لب نہ ملے۔ شعر (عاجز)

اقرار کر گیا تھا کہ آؤں گا رات کو
کیا ہو گیا نہ آیا ہنوز انتظار ہے

نظیر کی ایک تمام غزل اسی صنعت میں ہے شعر اول اسکا یہ ہے۔ شعر

آیا نہیں جو کر کر اقرار ہنستے ہنستے
جل دے گیا ہے شاید عیار ہنستے ہنستے

واصل الشفتین | جس کے پڑھنے میں لب سے لب ہر کلمے میں ملے شعر
ملائے جبین بعد مدت ہمارا — پلا یا پیا نے لبالب پیالا

شفوی | کلام میں صرف وہ حرف لانا جس کا مخرج لب ہے یعنی
ب، پ، ف، م، و

حلقی | وہ حرف لانا جس کا مخرج حلق ہے یعنی ح۔ خ۔ ع۔ غ۔ ہ۔ ا

فموی | وہ حرف لانا جن کے تلفظ میں تمام منہ کو جنبش ہو۔

تحت النقاط | وہ کہ سب حروف کے نیچے نقطے ہوں۔ شعر (اعجاز)
صدمے صد ہا ہی سہے صد مرحبا — اے دل دلگیر میرے واسطے

فوق النقاط | کہ سب حروف کے نقطے اوپر ہوں۔ شعر (اعجاز)
اسقدر کم ہمت اے دل تو نہ تھا — عشق آفت زا کا گر کرتا گلا

سجع[عه] | نثر میں ایسا ہے جیسے قافیہ نظم میں لیکن بقول بعض مسجع نظم میں بھی واقع ہوتا ہے اور سجع تین قسم ہے مطرف۔ متوازی۔ موازنہ
سجع مطرف وہ ہے کہ فقرہ نثر میں دو کلمے آخر کے وزن میں مختلف اور روی میں متفق ہوں جیسے دل مبتلائے ہجر یار ہے۔ سینۂ غم عشق سے فگار ہے۔ اور نظم میں جیسے۔ شعر (میر تقی)
عشق ہے تازہ کار تازہ خیال — ہر جگہ اس کی اک نئی ہے چال
اور سجع متوازی وہ ہے کہ دو فقرے کے کلمات آخر وزن اور روی دونوں میں متفق ہوں جیسے میں تجھ پر جان دیتا اور

عه بمعنی آواز قمری و کبوتر۔ سجع بقول سکاکی مختص نثر ہے۔ ۱۲

اپنے سر بلا لیتا ہوں اور نظم میں جیسے شعر (میر حسن)

کروں پہلے توحید یزداں رقم جھکا جس کے سجدے کو اول قلم

اگر جمیع یا اکثر الفاظ دو فقرہ یا دو مصرع میں مقابل اور متحد الوزن والقوافی لائیں اُس کو ترصیع کہتے ہیں نثر جیسے دہن کی تعریف تحریر سے بیروں ہے اور سخن کی توصیف تقریر سے افزوں ہے اور نظم۔ شعر (غالب)

تری دانش مری اصلاح مفاسد کی رہین تیری بخشش مرے انجاح مقاصد کی کفیل

لفظ آخر بہ سبب رعایت قافیہ اصل قصیدہ مقفےٰ نہیں اور سجع موازنہ وہ ہے کہ کلمات آخر دو فقرے یا دو مصرع کے متحد الوزن ہوں مگر روی مختلف جیسے ہمارا یار بڑا جمیل ہے اور زمانہ میں بے نظیر ہے۔ امثال نظم غالب۔ شعر

ڈرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جائے جلاّد سے لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور

اور کبھی ایسا سجع موازنہ ہوتا ہے کہ سب الفاظ نثر یا نظم میں متحد الوزن اور مختلف الروی مقابل واقع ہوتے ہیں اور یہ بمنزلہ ترصیع ہے سجع متوازی میں جیسا قامت موزوں کے روبرو سرو رواں ناچیز ہے اور کاکل پیچاں کے سامنے مشک ختن بیقدر ہے اور مثال نظم۔ شعر (غالب)

اے شہنشاہ فلک منظر و بیمثل و نظیر اے جہاں دار کرم شیوہ و بے شبہ و عدیل

مصنف تلخیص نے اسکا مماثلہ نام رکھا ہے مگر سکاکی نے اُس کو بھی داخل ترصیع لکھا ہے مگر اصل یہ ہے کہ ترصیع میں اتحاد وزن و قافیہ دونوں مشروط ہیں اور یہاں قافیہ معتبر نہیں اِسی جہت سے موازنہ کو اکثر

ع۵ کسی چیز میں جواہرات جڑنا۔ ۱۲

نے سجع میں شمار نہیں کیا بلکہ جدا صنعت! اور واضح ہو کہ وزن یہاں مراد وزن عروضیاں سے ہے کہ اس میں توافق حرکات کا ضرور نہیں جیسے آرے دکبر، بروزن مفاعیلن نہ وزن صرفیان مراد ہے کہ اس میں توافق حرکات ضرور ہے اور شعراے عجم۔

مسجع | اُس نظم کو کہتے ہیں کہ ہر بیت قصیدہ یا غزل میں تین سجع لائیں اور چوتھا قافیہ اصل قصیدہ یا غزل کا ہو۔ شعر (ناسخ)

یہ نور ہے روے مہ جبیں کا — کہ ہو خجل چاند چودھویں کا
جو حلقہ ہے زلف عنبریں کا — وہ ایک نافہ ہے مشک چیں کا
زبسکہ وصفِ دہانِ شیریں — رہا ہے وردِ زبان شیریں
بدن میں جب تک ہے جان شیریں — مزہ دہن میں ہے انگبیں کا
یہ جوش برباں ہے اشک کا یم — کہ ساتوں دریا ہیں قطرہ سے کم
جیسے کہ کہتے ہیں سب جہنم شرر ہے آہ آتشیں کا

اور ایک قسم سجع کی نظم میں تشطیر[۱] ہے یعنی ہر مصرع جداگانہ سجع رکھتا ہو شعر

سینہ ہے داغ عشق سے اپنا شگفتہ باغ
اور دل ہے رنج ہجر سے سوغم کا ایک گنج

مصرع اول میں سجع مبنی عین پر ہے دوم میں جیم پر دوسری قسم سجع کی مختص نظم تصریع ہے یعنی بیت کے ارکان صدر و ضرب روی میں متفق ہوں۔ شعر

---

[۱] لغوی معنی حصّہ۔ حصّہ کرنا۔ ۱۲

دل اُس رنجور کا عشقِ بتاں میں — سدا رہتا ہے درد و غم کی منزل

دل اور منزل سجع ہے۔ ترصیع مع التجنیس۔ رباعی

پروا نہیں جو سیر گلستان کیجئے — پروا نہیں جو سیر گلستان کیجئے

چوں مرغ اسیر یہ تو رکھتے ہیں ہم — پروا نہیں جو سیر گلستان کیجئے

(ایضاً) مست والے شراب کو چھپا کر لانا — مست والے شراب کو چھپا کر لانا

یہ دخترِ رز ہے اسکی حرمت ہے ضرور — مست والے شراب کو چھپا کر لانا

ذوالقافیتین | یا ذوقوافی جس میں دو قافیے یا زیادہ ہوں۔ شعر (لاادعلم)

غیر کے آنے میں گھر تیرے ہے نقصان ترا — میں ترے واسطے کہتا ہوں کہا مان مرا

آنکھ اب کہ اب عاشق بیجان میں نہیں تاب — اور نام کو باقی نہیں مژگاں میں کہیں آب

اور اگر دو قافیے کے درمیان ردیف ہو اسکو ذوالقافیتین مع الحاجب کہتے ہیں،

کہیں ہم آنکھوں سے خون ہو گئے بہا (میر) کہیں دل میں جنون ہو گئے رہا

متلون | جو شعر تھوڑی تشدید و تخفیف جائز سے دو یا زیادہ بحروں

میں پڑھا جائے۔ شعر (انشاء)

بیٹھے جہاں ہیں غیر سب مجھکو بلاتے ہو عبث

دل کو کڑھا کر اور بھی جی کو جلاتے ہو عبث

مفتعلن مفاعلن چار بار یا مستفعلن آٹھ بار۔ شعر (ولہ)

نرگس ستان کی ہے تاک دیکھو چمن آئینہ میں — باغ مت جاؤ کہ ہے اس چمن آئینہ میں

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن یا فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

کچھ یہ مجھی کو یوں نہیں اُسکی پھبن نے غش کیا (ولہ) غنچے بھی چٹ سے فوت ہو گئے سارے چمن نے غش کیا

مثل شعر مثال اوّل یہ تبیبوں غزلیں تمام اسی صنعت میں ہیں۔
علی بخش شرر بدایونی کی غزل چار بحر میں پڑھی جاتی ہے شعر اول یہ ہی شعر
ضعف سے پانوں پہ سر آیا ہے آہ — ہوگئے نالوں سے ہم اپنے تباہ
اول بحر رمل مسدس مقصور۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلات دوم رمل
مسدس مجنوں مقصور۔ فاعلاتن فعلاتن فعلات۔ سوم خفیف مجنون مقصور
فاعلاتن مفاعلن فعلان۔ چہارم سریع مطوی موقوف مفتعلن مفتعلن
فاعلات۔ متلون کی ایک قسم ہے محذوف و منقوص۔

محذوف | وہ شعر کہ جس کا لفظ اوّل ہر مصرع کا دور کر دیا جائے تو کسی
دوسری بحر میں ہو جائے اور معنی قائم رہیں۔ شعر (لااعلم)

مجھکو رسوا نہ کر اے آفتِ جاں بہرِ خدا — بندہ تیرا ہوں ہیں کر رحم میاں بہرِ خدا
اس میں کیا فائدہ مجھکو جو کیا تو نے قتل — کچھ بھی انصاف کر اے سرو رواں بہرِ خدا

لفظ مجھکو و بندہ و اسمیں و کچھ بھی ہر چہار مصرع سے دور کیجیے تو بحر رباعی
ہو جاتی ہے۔

منقوص | وہ کہ اگر آخر مصاریع سے ایک لفظ حذف کیا جائے دوسرا
وزن ہو جائے اور معنی قائم رہیں۔ شعر (گوہر)

نذر تیغِ یار سر اپنا ہوا اچھا ہوا — دردِ سر کمتر ہوا اچھا ہوا اچھا ہوا
سستے چھوٹے بنگیا سودا جھگڑا چکا — دل گیا حاصل ترا بوسا ہوا اچھا ہوا

تین مصرع سے اچھا ہوا اور مصرع سوم سے جھگڑا چکا دور کرنے سے

لہ بحر خفیف میں بجائے پہ کے پر پڑھا جائیگا فاضل۔ ۱۲

دوسرا وزن ہوتا ہے۔

ترافق یا توافق | چار مصرع اس طرح کے کہنا کہ جس مصرع کو چاہیں اول قرار دیں اور علیٰ ہذا القیاس دوم سوم چہارم شعر (للاعلم)

مفتوں ہوں میں اس شرم وحیا کا دل سے
عاشق ہوں میں اس ناز و ادا کا دل سے
شیدا ہوں میں اس زلف دوتا کا دل سے
کشتہ ہوں میں اس طرز وفا کا دل سے

نظم النثر | یہ صنعت ایجاد امیر خسرو دہلوی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسے اشعار کہے جاویں کہ نثر بھی پڑھے جاویں لیکن حالت نثر میں بندش اور نشست الفاظ کا درست ہونا اور صفائے کلام ضرور ہے کیونکہ بلالحاظ اس قید کے ہر نظم کو نثر پڑھ سکتے ہیں۔ نظم

اجی صاحب سنو تو تم نے کل — کیا کہا تھا اور آج کس لئے ٹل
گئے اپنے کلام سے صاحب — ایسی الفت بھی کچھ نہیں واجب
ہم تو سر دینے تک بھی حاضر تھے — پر تمھارے تو دیکھے ڈھنگ نئے
واہ جی واہ آپ کے قربان — ہو جئے کیا ہی ننھے اور نادان
بن گئے ہو خدا سے ٹک تو ڈرو — یاد تو کیجئے قرار ول کو

دوسری قسم اس صنعت کی وہ نثر ہے جس میں بحالت نظم پڑھنے کے یہ ضرور نہیں کہ لفظ آخر مصرع کا کلمۂ مستقل ہو بلکہ کسی لفظ کا حصہ ایک مصرع میں اور دوسرا دوسرے مصرع میں ہو جیسے۔ شعر

مہربان میرے منشی جانکی پر | شاد صاحب کو بندگی ہے فر
یاد عشق اپنی مثنوی اور ٹنس | خہ انشاء دلپذیر و تر
کیب بند جناب گوہر و شا | کر عنایت اگر ہوں ہے بہتر

معرب | یعنی اگر التزام فتحے کا کیا جائے تو کسرہ و ضمہ نہ آئے اور اگر التزام کسرے کا ہو تو فتحہ اور ضمہ نہ آئے اور در حالت التزام ضمہ کسرہ اور فتحہ نہ واقع ہو۔ مثال فتحہ۔ شعر (لمولفہ)

کل کا وعدہ کر گیا ہے کل صنم | گر نہ آیا آج بس تب ہے غضب

مثال ضمہ۔ شعر (راحت بدایونی)

خوب ہو خوب ہو حصول جو ہو | گل تو بلبل کو مجھ کو وہ گارد

مثال کسرہ۔ شعر (غم بدایونی)

دل ملے جتنے کہ جنس سیمیں | تیری تیغ عشق نے بسمل کئے

جامع الحروف | وہ کلام ہے جس میں سب حروف تہجی موجود ہوں۔ شعر

ابی جفاہا الغیاث اے کافر رسا لقب | لذت صد خط حریف عشق تو بردار خطب

اور اگر حروف تہجی بلا تکرار جمیع ہوں تو نہایت مشکل ہے۔

شعر (مولانا لطف الدین نیشاپوری)

اثر وصف غم عشق خطت | ندہد خط کسے جز بضلال

اور اسی قسم سے ہے یہ قطعہ[1] کہ ایک ایک جملہ حروف

---

[1] قطعہ
شراب معج زند در لباس ہر بد ہوش | بخاص شرط کہ تا انتفاع گیرد گوش
بحرف شوق تحرک مقال دم نزند | بیان او شدہ لاکن بسوئے کوئے خموش

متشابہ میں سے بترتیب اور مقطع واقع ہوا ہے۔

قطعہ

جواب علاج ہو کچھ درد و یاس کا اے کاش   تو ہوئے حرص نشاط اور سماع دف کا ذوق
ہلاک ہوں کہ دل خام کار ناداں کو   فغان و آہ پہ لائے ہیں ہائے غم کے شوق

توشیح وہ کلام نظم ہے کہ اگر حرف اول یا آخر جملہ مصاریع یا ابیات یکجا کریں کوئی نام یا بیت یا عبارت حاصل ہو جیسے باسم چھوٹے لال شعر

چشم بیمار کا تیری میں ہوا ہوں بیمار
ہے بُرا حال نظر کر مری جانب اے یار
وعدۂ وصل کسی روز وفا بھی کر دے
ٹالتا وعدوں کو کب تک تو رہیگا ہر بار
یا خدا کیسا یہ جادو کیا مجھ پر اُس نے
لے گیا ایک ادا میں خرد و صبر و قرار
آہیں بھرتا ہی رہا سحر تری الفت میں
لب شیریں نے نہ پوچھا کبھی حال دل زار

کبھی بجائے حروف کے الفاظ سے بھی توشیح کرتے ہیں مشفقی منشی گیندن لال صاحب گوہر بدایونی نے ایک کتاب پنجۂ گوہرین نام میں ایک قصہ نثر میں لکھا ہے جس کے ہر سطر کے اول و آخر و درمیان کے

عہ لغوی معنی ہار پہنانا۔

دو الفاظ سے چار مثنوی مختلف بحور کی مشتمل جداگانہ قصوں پر بطریق توشیح نکلی ہیں بطور مثال اُسکے یہ سطور نقل کرتا ہوں

اللہ کا	شکر بندہ سے ہو یہ محال ہے لیکن کام کے آغاز میں جب	پھر حال	ہر انکھیں انسانکو اسلئے عطا ہوئی ہیں کہ اسکی	قدرت	پر نظر کرے زبان و لب اسلئے ہوئے ہیں کہ	حق سبحانہ کا
نام	از بر کرے کانوں سے حتی الامکان ہر فرد بشر کو یہ	لازم ہے	کہ کلام حق جسکو اپنے عقیدے اور مذہب کے رو سے	قادر	یا نازلہ سمجھے دھیان دیکر اور مرشد و ہدایت سے نسبت	لیکر
پہلے	ہر ایک کام سے سماکر دل کا یہ کام اور فرض ہے کہ	حمد	پاک پروردگار کی بخلوص عقیدت کرے ہاتھوں	کا ہو	نام اسلئے ہیں کہ حسب توفیق اور تا مقدور اُسکا	نام
لیکر	خیرات پر مائل رہیں پاؤں کا پانا اس غرض سے ہے کہ	خدا	تشناہی کی پیروی چلیں ہرگز نہ غافل ہیں الغرض کا	کس سے بیان	ہو سکتا اور ہیچمیدان سے کیا لکھا سکتا ہو لہذا بہتر ہے کہ	ایک لطیفہ لکھوں یہ لفظ مصرعہ کا جزو ہیں یا مصرع دوم

مبادلۃ الراسین | وہ ہے کہ دو لفظ میں حرف اول تبدیل کر دیا جائے۔ شعر (المولف)

اگر حق نے بخشی ہے عقلِ بخیب[1] تو سن مجھ سے یہ ایک نقل عجیب

براعۃ الاستہلال | لانا ایسے الفاظ کا اول قصیدے یا مثنوی وغیرہ میں کہ جس سے معلوم ہو جائے وہ مطلب جو آگے بیان کیا جائیگا۔ جیسے مثنوی گلزار نسیم کے شعر اول اکثر داستان کے اِسی صنعت میں ہیں۔ شعر (نسیمؔ)

پایا جو سفید چشم صفحا یوں میل قلم نے سرمہ کھینچا

شادی کسے لئے ہی کلک شنجرف (ولہ) انگشت قبول دیدہ حرف

تضمن المزدوج | مراد اس سے ہے کہ کلام میں دو لفظ مسجع لائیں۔ شعر

واں پھانس چبھی ہی اُسکے غم کی (نسیمؔ) یاں سانس نہیں ہی ایک دم کی

پھانس اور سانس تضمن المزدوج ہے۔

اظہار مضمر[2] | جیسے ع ہے لب دوست مخزن شکر۔ رباعی

(۱) عاشق سا مہر دار راز دل زار (۲) سو طرح کا زیور اور خال رخسار

(۴) سب آؤ کرو غور نشان دو صاحب (۸) مشتاق کا عزم جان کر آخر کار

---

[1] عقل بخیب د نقل عجیب میں پہلا حرف بدل گیا ہے۔ ۱۲

[2] طریق تصنیف اس رباعی کا۔ مصرع جامع کا حرف اول مخصوص رباعی کے مصرع اول میں ہو اور حرف دوم مصرع جامع کا مخصوص رباعی کے مصرع دوم کا اور حرف سوم مخصوص مصرع اول و دوم کا اور حرف چہارم مخصوص مصرع سوم اور حرف پنجم مخصوص مصرع اول و سوم و حرف ششم مخصوص مصرعۂ دوم و سوم و حرف ہفتم مخصوص مصرعۂ اول و دوم و سوم و حرف ہشتم مخصوص مصرعۂ چہارم کا ہو علی ہذا القیاس یعنی جس نمبر کا حرف مصرع جامع کا ہو وہ رباعی کے اُن مصاریع میں آوے جنکے اعداد مقررہ کا مجموعہ برابر اس نمبر کے ہو اسکے سوا اور کسی جگہ تکرار نہ ہونے دے اور جو حروف مصرعۂ مفروضہ میں ہوں وہ چاہے جس طرح اور چاہے جن مصرعوں میں آجا دیں۔ ۱۲

اگر کوئی شخص ایک حرف مصرع بالا سے دل میں لے لے پس اُس سے پوچھے کہ رباعی کے کون کون مصرع میں وہ حرف واقع ہے جن میں بتلائے اُن کے ہندسے جمع کر کے مصرع مذکور میں سے مطابق اُسکے شمار کر کے بتا دے وہی حرف ہو گا۔

معمّا | وہ کلام ہے کہ جس سے کوئی نام کسی شخص کا بموجب[۱] اصول و قواعد معمّا کے نکلے جیسے باسم مہتاب رائے۔ شعر (مومن)

بنے کیونکر سبھی ہے کار اُلٹا
ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

بعمل قلب نام مہتاب رائے مصرع دوم سے حاصل ہوتا[۲] ہے اگرچہ معمّا داخل علم بدیع ہے مگر چونکہ اس کے شعب اور فروع بہت ہیں لہٰذا اسے ایک فن گنا جاتا ہے۔

لغز[۳] | وہ کلام ہے کہ جس سے باعتبار علامات اور خواص اور صفات

---

[۱] یعنی بطور قلب یا تشبیہ یا حساب جمل وغیرہ۔ [۲] از مومن باسم خود۔ شعر

کیفیت وصال بس اب کچھ نہیں رہی
کیونکر نہ ہوں ملول میں شب کچھ نہیں رہی

مادہ اسمی ملول ہیں ہے جس میں سے لیل جو مرادف شب ہے خارج کیا مومن رہا بعض معمّا ایسا ہوتا ہے کہ اس سے سوائے استخراج اسم کے معنی بھی حاصل ہوتے ہیں جیسا مثلہ بالا میں اور یہ بہتر ہے اور بعض سے سوائے استخراج اسم کے اور کچھ معنی مطلب حاصل نہیں ہوتا جیسے معمّا باسم جمال۔ شعر

آب ہندی میں جو ہو آب عرب
میرے دلبر کا ہو حاصل نام تب

[۳] فرق معمّا اور لغز میں یہ ہے کہ مدلول معمّا کا اسم ہوتا ہے بقواعد فقرۂ فن معمّا اور دلالت لغز کی مقصود پر بذریعۂ ذکر علامات وصفات کے ہوتی ہے اور بقول البعض یہ فرق ہے کہ معمّا میں انتقال اسم کی طرف ہے اور لغز میں مسمے کی طرف مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکر روا ہے کہ لغز سے بھی اسم کا ارادہ کیا جائے بذریعہ ذکر علامات وصفات اور معمّا کو بطریق سوال بیان کریں۔

کے کوئی چیز معلوم کیجاوے[1] اور اُس کو فارسی میں چیستان ہندی
میں پہیلی کہتے ہیں ÷ چیستان قلم از ہوشیار - شعر

کیا ہے وہ نگاہ بحر گہر میں   سینہ شق سر بریدہ خوش رفتار

چیستان انار - شعر

ایک نام کی دو کہلاویں   ایک کو چھوڑیں ایک کو کھاویں

مدور | وہ کہ ارکان شعر کو دائرہ میں
لکھیں جس جگہ سے چاہیں شروع
کریں وزن اور معنی قائم رہیں - لمؤلفہ

ابھی کہہ سکوں میں
وہ
دیکھتا

مصرع

مربع | وہ صنعت کہ اشعار طول اور عرض میں یکساں پڑھے جاویں مثال
(لمؤلفہ)

کروں کیا	خفا ہے	الٰہی	وہ دلبر
خفا ہے	وہ مجھسے	عبث کیوں	سمن بر
الٰہی	عبث کیوں	خفا ہے	غضب ہے
وہ دلبر	سمن بر	غضب ہے	ستمگر

مثلث | وہ ہے کہ رباعی کے تین مصرع کئے جائیں اور بعض الفاظ انھیں
مصرعوں سے مصرعۂ چہارم بن جائے - رباعی

تجھ سا نہیں پیارا کوئی اے رشک قمر   محبوب کوئی نہوگا تجھ سے بہتر
اے دلبر نازنیں تجھے کہتے ہیں سب   تجھ سا نہیں محبوب کوئی اے دلبر

[1] بشرطیکہ وہ سب صفات باجتماع مخصوص اُسی چیز سے ہوں سوائے اُسکے اور میں نہ پائے جاویں۔

معقّد | وہ کہ بیت کو بشکل گرہ لکھہ سکیں. جیسے مثال ذیل ہیں میم درمیان میں ہی جس سے الفاظ شروع ہوتے ہیں ۔

بیت شروع

مشجّرہ | وہ کلام جو بصورت شجر لکھکر پڑھنے میں آوے مثال درخت سرو از درگاہ بر شادنا ادرو درخت تاڑ از گوہر
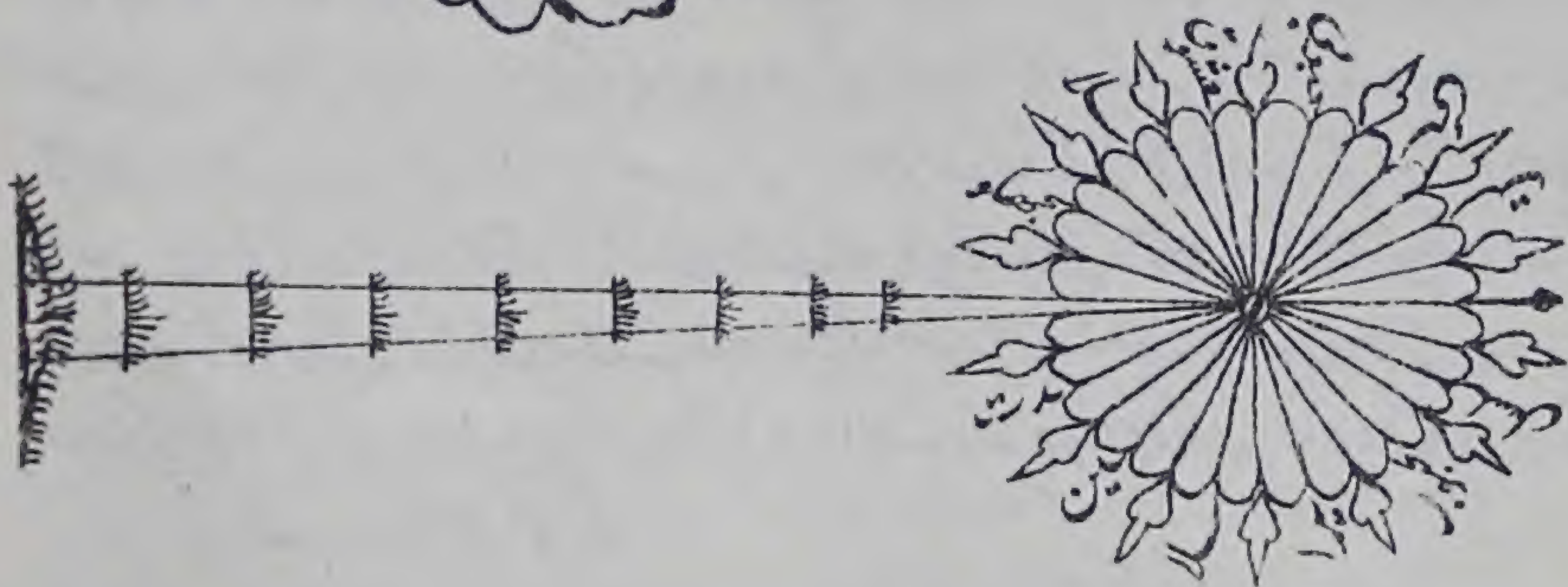
تاریخ وہ کلام ہے جس کے کسی مصرع[1] یا الفاظ خاص کے حروف سے باعتبار حساب جمل[2] وغیرہ سنہ کسی واقعہ[3] کے حاصل ہوتے ہیں۔ تاریخ وفات ناسخ از رشک۔ **شعر**

اُٹھا مرگ ناسخ کا غل چار سو سے ‏ گیا لطف تحقیق کا گفتگو سے
کہا رشک نے مصرعۂ سال رحلت ‏ دلا شعر گوئی اُٹھی لکھنؤ سے

کبھی تاریخ میں تعمیہ ہوتا ہے یعنی اشارہ کسی حرف یا لفظ کے کم کر دینے یا زائد کر دینے کی طرف مگر خوبی یہ ہے کہ تعمیہ خالی از لطافت نہوا۔

تاریخ ولادت از زند۔ **شعر**

مبارک سلامت کا غل ہر طرف ہے ‏ شہنشاہ عالم کا بیٹا ہوا آج
سر دل سے ہاتف نے فوراً صدا دی ‏ خوش اقبال مسعود پیدا ہوا آج

۱۲۷۹+۴-۳=۱۲۸۲

---

[1] مصرع یا الفاظ خاص مناسب اُس واقعہ کے ہوں۔

[2] حساب جمل یعنی اعداد حروف اور اعداد مقررہ حروف تہجی کے یہ ہیں۔ ابجد ہوز حطی کلمن سعفص قرشت ثخذ ضظغ ا سے ی تک احاد۔ ک سے ق تک عشرات بعدہ آخر تک ماۃ شمار کرنا چاہئے حروف مخصوص فارسی یا ہندی کے اعداد اُنھیں حروف کے مساوی لئے جاتے ہیں جس کے مشابہ وہ لکھے جاتے ہیں مثلاً پ، چ، ژ، گ کے ۲ و ۳ و ۲۰ و ۷۔ ٹ۔ ڈ۔ ڑ کے ۴۰۰۔ ۴۔ ۲۰۰۔ یاد رہے کہ تاریخ میں حروف مکتوبی معتبر ہیں نہ ملفوظی مثلاً کافہ بیانیہ کے ۲۵ عدد ہونگے۔ تاہم منتاہ کے خزنۃ الشعر میں بہ سبب رسم کتابت ہائے ہوز کے ۵ اور علی کے الف مقصورہ کے ۱۔ الف ممدودہ کے مد مطلق شمار نہ ہوگی کیونکہ کسی حرف کی صورت نہیں ہے حرف مشدد ایک ہی شمار ہوگا۔ ہمزہ کا عدد لینا نہ چاہئے مگر بعض ایک لے لیتے ہیں ہمزہ اگر کسی حرف پر ہو تو اُس حرف کے عدد لے لینگے اعتبار صورت کتابی جیسے کوئی وظائریں۔ اور الف لام تعریف گو ملفوظ نہو شمار ہوگا جیسے ملک الشعرا میں الف اللہ و ہذا و ذلک واو ولہ کا ی بہ کی جو ملفوظ غیر مکتوب ہے شمار نہونگے۔

[3] مثل ولادت یا نکاح یا صحت از بیماری یا تخت نشینی یا فتح یا تعمیر مکان۔

[1] بشرطیکہ وہ سب صفات باجتماع مخصوص اُسی کے جس سے ہوں سوائے اُسکے اور میں نہ پائے جاویں۔

تاریخ غزل ونصب منصفان از شاکر بدایونی۔ شعر

کالکا پرشاد جب اٹھ بیٹھے از تخت مرام
بیٹھے لچھمن لال تب انکی جگہ قائم مقام

۱۶۸۱-۵۷۹-۱۷۶-۱۲۷۸+ کبھی تاریخ خفی اور جلی ہوتی ہے یعنی جن الفاظ سے بظاہر تاریخ ہو اُن کے اعداد سے بھی تاریخ نکلے جیسے سنہ نہصد وہشتاد کے اعداد بھی اسیقدر ہوتے ہیں۔ کبھی تاریخ زبر د بینات میں ہوتی ہے واضح ہو کہ حروف کی ملفوظی حالت میں جب حرف اول اسکا لیں اُسکو زُبُر کہتے ہیں جیسے اعداد ابجد کے دس ہوئے اور جب حروف اول کے سوائے باقی حرف کے عدد لیں اُس کو بینہ کہتے ہیں۔ جیسے الف میں لف کے عدد ۱۱۰ با میں ۔ا۔ کا ۔ا۔ جیم میں یم کا ۵۰۔ دال میں ا ۔ل۔ کا۔ ۳۱۔ پس ابجد کے ۱۹۲۔ ہوئے اور زبر و بینہ ۲۰۲ ہوئے کبھی صرف معجمہ یا مہملہ حروف سے تاریخ نکالتے ہیں۔

تاریخ طبع دیوان شگرف از عیش۔ شعر۔

چھپا دیوان نسیم موجد طرز فصاحت کا
کہ جو تھے غیرت فردوسی وسعدی خاقانی

حروف معجمہ میں عیش نے تاریخ یوں لکھی
چھپا کیا ہی کلام دلکش اُستاد لاثانی

کبھی اور کسی طرز خوب سے صورت اعداد سال بیان کرتے ہیں۔ تاریخ ۱۲۹۹ھ انقلاب حکومت ع کیا چرخ نے نوابی سہراب کو اُلٹا۔ بعمل قلب بارہ سے باون۔ تاریخ غزل خواجہ علی نقی۔ شعر

اسم علی نقی کو رقم کر سیاق میں
تاریخ غزل چاہیے تو نکتہ نکالدے

کوئی ہوا ہے علت اینہ میں بیقرار
دور کھکے فرق نحس یہ اک پیچھے ڈالدے

۳۲،۷۰ کا صفر دور کر کے آغاز میں ۔۲۔ آخر میں ۔۱ لکھا۔ ۱۲۷۲ ہوئے

تاریخ وفات شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی از مومن۔ شعر

انتخاب نسخۂ دیں مولوی عبدالعزیز
بیعدیل و بینظیر و بے مثال و بے مثل

جانبِ ملکِ عدم تشریف فرما کیوں ہوئے
آگیا تھا کیا کہیں فردوس کے ایماں میں خلل

مجلسِ دردآفریں تعزیت میں کیں بھی تھا
جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ آکر برمحل

دستِ بیدادِ اجل سے بے سروپا ہو گئے
فقر و دیں فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل
۱۲۳۹

باب چہارم

علم عروض میں مشتمل مقدمہ اور ۱۱ فصل پر

مقدمہ ۔ تعریف عروض و شعر اور فضیلت شعر میں واضح ہو کہ عروض[۱] وہ علم ہے کہ جس سے کلام موزوں[۲] یعنی نظم اور غیر موزوں یعنی نثر میں تمیز ہو جاتی ہے اور کلام موزوں کو کہ با معنی اور مقفیٰ ہو بشرطیکہ قصد متکلم سے صادر ہوا ہو شعر[۴] کہتے ہیں اور بقول بعض قصد متکلم شعر میں داخل شرط نہیں۔

---

۱ کلام وہ جسکے معنی ہوں اور سامع کو افادہ تام دے پس شعر اول قطعہ کو یا کسی شعر مہمل یعنی بے معنی کو شعر کہنا بطور مجاز کے ہے۔ ۲ موزوں وہ جو اوزان مقررہ سے کسی وزن پر ہو اور وزن ایک ہیات ہے تابع حرکات و سکنات کے ۳ اگر شخص موزوں الطبع بھی ہو تو بھی اسکو جاننا علم عروض کا ضرور ہے کیونکہ واقفیت جملہ اوزان بحور کی اور تمیز وزن صحیح اور غیر صحیح میں اور تقطیع حقیقی اور غیر حقیقی میں بدوں اسکے ممکن نہیں مثلاً ع کروں پہلے توحید یزداں رقم جو بروزن فعولن فعولن فعولن فعل ہے بروزن مفاعیل مستفعلن فاعلن یا فعولن مفاعیل مستفعلن بھی تقطیع ہو سکتا ہے۔ ۴ شعر کے لغوی معنی جاننا پس مصدر بمعنی مفعول ہے اور باصطلاح منطقیاں کلام اثر دار مخیل موزوں۔ ۱۲

یہ قول غلط ہے کیونکہ ایسا شخص کوئی شاذ ہوگا کہ کبھی کلام موزوں بقصد اُس سے سرزد نہوا ہو پس تمام جہان شاعر ہوا اس لئے کلام الٰہی ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ[1] ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ + لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا[2] + اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ[3] اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ[4] اور حدیث شریف میں اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ + اور هَلْ اَنْتِ اِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ[5] اور اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ[6] + شعر نہیں[7] اور قول بعض کا ہے کہ قافیہ بھی شعر میں ضروریات سے نہیں بل امر عارضی ہے[8] مثل مطلع غزل وغیرہ اور واضع عروض کا خلیل بن احمد بصری ہے کہ وہ یہ گاذر کی آواز سے اس علم کو استخراج کیا اور وجہ تسمیہ میں اس کے اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ

---

[1] رمل مسدس مقصور بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات معنی یہ کہ پس تم نے اقرار کیا اور تم نے گواہی دی پس تم وہ شخص ہو کہ تم نے قتل کیا۔ [2] بروزن رباعی۔ [3] بحر سریع مطوی موقوف بروزن مفتعلن مفتعلن فاعلان۔ [4] حصہ اوّل درحالت اسقاط ہمزہ وصل اصبع بروزن مستفعلن مستفعلن فعولن وحصۂ دوم بروزن مفاعلن مستفعلن فعولن معنی یہ ہیں کہ تو نہیں ہے مگر انگلی کہ خون آلودہ ہوئی اور راہ خدا میں ملاقات نہ کی اور یہ حدیث حضرت نے جنگ اُحد میں بوقت شہادت انگشت مبارک فرمائی۔ [5] بحر متقارب اور متدارک میں ہے یعنی بعض ارکان مخبون یعنی فعلن بکسر عین ہیں اور بعض مقطوع یعنی فعلن ساکن العین۔ [6] کیونکہ عاقل کا قصد شعر کا نہیں تھا اور شعر کا اطلاق ان پر منع ہے بمواد ما علمناہ الشعر وما ینبغی له یعنی ہم نے آنحضرت کو شعر نہیں سکھایا اور نہ لائق تھا اُن کو شعر کہنا بعض کی رائے ہے کہ یہ اشعار بیقصد زبان وحی ترجمان سے فی البدیہہ صادر ہوئے۔ [7] سکاکی نے اِسی قول یعنی عدم ضرورت قافیہ کو شعر میں ترجیح دی ہے اور یونانیوں کے اشعار میں قافیہ معتبر نہیں ہے چنانچہ جبشونی شاہ یونانی نے زبان فارسی میں ایک کتاب موسوم بہ یوبہ نامہ مشتمل بر اشعار غیر مقفی جمع کی ہے یوبہ بضم یا و واؤ مجہولہ آرزو و اشتیاق۔ ۱۲۔ کذا فی البرہان۔

عروض نام مکّہ کا ہے اور خلیل کو اُس کی دعا کے موافق مکّے میں اس علم کا الہام ہوا تیمناً اُس کو مکّے کے نام سے موسوم کیا یا عروض کے معنی طرف و جانب کے ہیں اور اس علم سے بھی اطراف و جوانب شعر و سخن کے معلوم ہو جاتے ہیں۔ یا یہ کہ عروض کے معنی ظہور کے ہیں اور اس علم سے بھی وزن صحیح اور غیر صحیح ظاہر ہو جاتا ہے۔ یا یہ کہ عروض کے معنی جائے ظہور کے ہیں اور یہ علم بھی معروض علیہ شعر کا ہے۔ اور بقول بعض عروض راہ کشادہ ورۂ کوہ کو کہتے ہیں چنانچہ راہ درہ کوہ سے موضع اور منزل کو پہونچ جاتے ہیں اسی طرح اس علم سے کلام صحیح اور غیر صحیح و موزوں و غیر موزوں معلوم ہو جاتے ہیں اور منزل تمیز کو پہنچ جاتے ہیں اور بقول بعض عروض بمعنی ابر ہے اور جیسے ابر سے فائدہ پہنچتا ہے ایسے ہی علم عروض سے فوائد کلام حاصل ہوتے ہیں اور یا یہ کہ عروض نام ستون خیمہ کا ہے اور بیت بمعنی خانۂ پلاس کہ اکثر صحرا نشینان عرب زمان قدیم میں بناتے تھے پس جیسا کہ خیمہ کو ستون اور رسّی اور میخ ضرور ہے بیت[1] کو بھی عروض[2] سبب وتد فاصلہ لازم ہے اور شعر اوّل آدمؑ نے زبان سریانی میں ہابیل کے مرثیہ میں جبکہ قابیل نے اُسکو مار ڈالا کہا ہے اُس کے مطلع کا ترجمہ زبان عربی میں ہے۔ شعر

تغیرت البلاد و من علیہا ‌‌ ‌‌ ‌‌ ‌‌ ووجہ الارض مغبرّ و قبیحا

---

[1] بیت بھی شعر کو کہتے ہیں جس میں دو مصرع ہوں اُسی مناسبت سے نصف بیت کا نام مصرع رکھا ہے جس کے معنی کواڑ کے ہیں۔ [2] چونکہ شعر میں اکثر عروض یعنی جزو آخر مصرع اول کا ذکر ہوتا ہے لہذا اُس کے علم کا بھی نام عروض رکھا۔

اور موجد شعر عربی یعرب[1] بن قحطان[2] من اولاد سام بن نوح ہے۔
شعر اول اُسکا یہ ہے۔ شعر

من الناس من اب دام   خلیف جہل وطیف علم

اور موجد شعر فارسی بہرام گور بادشاہ جد سوئمیں نوشیرواں عادل ہے
شعر اول اُسکا یہ ہے[3]۔

منم آں پیل دمان ومنم آں شیر یلہ   نام بہرام مرا و پدرم بوجبلہ

اور بعض کہتے ہیں کہ مصرع دوم ع نام بہرام ترا و پدرت بوجبلہ
دلارام جنگی نام اُس کی معشوقہ کا ہے کہ اُس کے جواب میں فی البدیہہ
کہا تھا اور بقول بعض موجد شعر فارسی ابو حفص[4] حکیم سعدی ہوا کہ سنہ ۱۳۰ھ
میں تھا شعر اُسکا یہ ہے۔ شعر

آہوے کوہی در دشت چگونہ دودا   پاندارد بے یار چگونہ رودا

---

[1] ابو عبید بن عبد السلام بغدادی سے روایت ہے کہ یعرب بن قحطان کی عمر چار سو برس کی تھی اور وجہ تسمیہ یعرب کی یہ ہے کہ بعد طوفان نوح کے لغات عرب اُس سے مشہور ہوئے اور موجد فصاحت و بلاغت زبان عربی کا وہی ہے سوائے مسجع اور مقفے کے بات نہیں کہتا تھا کہتے ہیں کہ اول دو شعر مقفے و مسجع و موزوں کہکر محفل اہل عرب میں اُس نے پڑھے چونکہ ایسا کلام اُنھوں نے کبھی نہ سنا تھا کہا کہ اے عرب ایسا کلام مطبوع تجھ سے ہم نے کبھی نہیں سُنا تو کہاں سے لایا کہا کہ اپنے شعور سے میں نے پیدا کیا چونکہ کلام موزوں و مسجع اُس کے شعور سے پیدا ہوا لہذا اُسکا نام شعر رکھا اور بعض کہتے ہیں کہ یمن میں اشعر ابن سبا نام ایک شخص تھا اکثر کلام موزوں اُس کی زبان سے صادر ہوتے تھے اس کے معقولات کا نام شعر ہوا بعد اُس کے اوروں نے جو اُس کی وضع پر سخن کیا وہ بھی شعر کہلایا [2] قحطان آدم کے ۲۷۹۶ برس بعد ہوا تھا۔ [3] کہ جنگل میں ایک شیر کا شکار کیا اُسوقت اُسکی زبان سے نکلا۔ [4] کہ واضع آلہ موسیقار کا بھی ہے و قبل سمرقندی۔

اور اُس کے بعد سنہ چار صدی ہجری میں شعر فارسی نے رواج پایا اور عنصری و عسجدی و فرخی نامی شاعر ہوئے اور پھر سنہ پانصدی میں فلکی و خاقانی شروانی و رودکی[۱] وغیرہ نامور ہوئے من بعد نظامی اپنے وقت کے اُستاد ہوئے اور کہا ہے قطعہ[۷] در شعر سہ تن پیمبرانند ہر چند کہ لا نبی بعدی ابیات و قصیدہ و غزل را - فردوسی و انوری و سعدی[۲] اور اُردو[۳] میں شعر گوئی زمانہ شیخ سعدی اور امیر خسرو[۴] سے پائی جاتی ہے۔ اور صاحب دیوان اول ولی[۵] شاعر ہوا اور فن شعر بہترین فنون ہے جو لوگ مذمت شعر ایں کلام الٰہی الشعراء یتبعہم الغاون[۶] اور

---

[۱] رودکی رباعی اور قصیدہ اور مثنوی کا موجد ہے۔ [۲] غزل کا موجد باعتبار فصاحت و بلاغت سعدی کو ٹھہراتے ہیں مقطع میں تخلص لانا سعدی کا ایجاد ہے۔ [۳] ہندوستان میں پیشتر زبان ہندی مروج تھی جب اہل اسلام کی سلطنت ہندوستان میں ہوئی اور اُن کے لشکر میں مختلف ملکوں کے باشندے تھے۔ پس عربی فارسی ترکی یونانی زبانیں سنسکرت اور ہندی میں مل کر ایک زبان پیدا ہو گئی اور وہ اردو یعنی لشکر کے نام سے موسوم ہوئی اور اُسکو ریختہ بھی کہتے ہیں بقول بعض اس سبب سے کہ ریختہ مصالحہ کو کہتے ہیں جو چند اجزا مخلوط کر کے واسطے استحکام دیوار کے مستعمل ہوتا ہے اسی طرح یہ زبان بھی چند زبانوں سے ملکر بنی ہے اور بقول بعض اس سبب سے کہ دیگر زبانوں کے امتزاج سے ہندی زبان اپنی اصلیت سے گر گئی۔

[۴] امیر خسرو نے جن کا انتقال ۷۲۵ھ ہجری میں ہوا بطور ملمع اشعار کہتے تھے۔ شعر

ز حال مسکیں مکن تغافل درائے نیناں بنائے بتیاں ۔ چو تاب ہجراں ندارم ای جان نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں

[۵] محمد ولی ولیؔ تخلص باشندہ احمد آباد دکن نے گیارھویں صدی ہجری میں بعہد عالمگیر بادشاہ دیوان فراہم کیا۔ اور بعہد محمد شاہ بادشاہ یعنی بارھویں صدی ہجری کے آغاز میں دہلی میں بھی رواج شعر اردو ہو گیا۔ [۶] الشعراء یتبعہم الغاون اُن شعراء کفار کے حق میں نازل ہوا ہے کہ در باب آنحضرت اور مذمت اسلام میں شعر کہتے تھے اور مشرک اُن سے یاد کر کر پڑھتے تھے جیسے ابن زبعری و ہبیرہ و مجامع و امیہ ثقفی وغیرہ

[۷] ایک شخص نے اس قطعہ کے کہنے والے سے کہا کہ تو نے فردوسی اور انوری و خاقانی کو پیمبر فن شعر کہا اور نظامی کا استاد ہے بے ادبی ہے نام نہ لیا تو اُس نے جواب دیا کہ میں نے پیمبران سخن کا ذکر کیا ہے اور وہ تو خدائے سخن تھا۔

حدیث الشعر من مزامیر[1] ابلیس اور خذوا[2] الشیطان لانہ یمتلی جوف رجل
قیحا خیر لہ من ان یمتلی شعرا۔ اور الشعراء کذاب[3]۔ سند لاتے ہیں وہ استثنائے
الا الذین[4] آمنوا وعملوا الصالحات کو خیال نہیں کرتے۔ اور حدیث ان
من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمۃ اور نیز ان المومن لیضرب بالسیف
للسان اور الشعراء تلامذ الرحمٰن وقلوبہم خزائن الاسرار والسنتہم کنوز
من اسرار الغیب اور الشعراء امراء الکلام وعلموا صبیانکم الشعر فانہ یورث الشجاعت
وکان الشعر احب الی رسول اللہ من کثیر الکلام[1] سے خبر نہیں رکھتے اگر
فی الحقیقت فن شعر معیوب ہوتا تو اصحاب[5] ومشائخ اس طرف توجہ نہ کرتے

---

[1] الشعر من مزامیر ابلیس سے مراد وہ اشعار ہیں جو بیان فسق و فجور میں ہیں۔ [2] خذوا الشیطان اُس شاعر کے حق میں ہے جو ایسا محو شعر خوانی میں تھا کہ بے ادبی کے ساتھ جانب آنحضرت التفات نہ کی۔

[3] بعد نزول آیہ والشعراء الخ حسان ابن ثابت و ابن رواحہ و دیگر شعراء صحابہ کی نسبت یہ آیہ استثناء نازل ہوئی اور حضرت نے اُن کے حق میں فرمایا اہجوا المشرکین فان ذلک اشد علیہم من فضل النبل شاعرانے را کہ

غازی خواند در قرآن خدا   ہست از ایشان قرآن ظاہر استثناء را

[4] اور آنحضرت نے باب شعر میں کعب ابن مالک شاعر سے فرمایا ان المومن یجاہد بسیفہ ولسانہ اور آنحضرت حسان سے فرماتے تھے ان روح القدس لا یزال یؤیدک فانا فحت عن اللہ ورسولہ اور نیز فرمایا ان اللہ تعالیٰ یؤید حسان بروح القدس فاملح او فاخر عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور وصف شعر میں فرمایا اصدق کلمۃ الشاعر کلمۃ لبید اور صحیح مسلم میں عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت نے اپنے شعراء سے فرمایا اہجوا قریشا فانہ اشد ہم من رشق النبل [5] قصائد حضرت ابوبکر مشہور ہیں چنانچہ یہ شعر ماتم حضرت عثمان میں فرمایا۔ شعر

للناس ہیم ولی فی الیوم ہمان   ہیم الخواب وہم الشیخ عثمان

یعنی سب آدمیوں [illegible] ہیم ہے مجھکو آج دو ہیم ہیں ایک توشہ دان کا دوسرا شیخ عثمان کا حضرت عمر نے ناآگاہی پر اذبس کیا ہے حضرت علی [illegible] رو دیوان مشہور ہیں۔ حضرت فاطمہ نے مرثیہ آنحضرت صلعم میں جو اشعار کہے ہیں اُسمیں ایک یہ ہے شعر

صبت [illegible] مصائب لو انہا   صبت علی الایام صرن لیالیا

صواعق محرقہ [illegible] اشعار حضرت امام حسین و امام شافعی کے بھی موجود ہیں اور اسمیں ہے کہ تین سو سال قبل رسالت آنحضرت سے ایک ایک پتھر کی تختی پائی گئی جس پر یہ شعر مرقوم تھے۔ شعر

اترجو امت قتلت حسینا   شفاعت جدہ یوم الحساب

اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسکو حضرت ابراہیم نے لکھا تھا اور احتمال ہے کہ خود ان پیغمبر نے تصنیف کی ہو۔

اور آنحضرت شعر نہ پڑھتے[1] اور ابن رواحہ وغیرہ سے نہ پڑھواتے کذافی ترمذی ومسلم اور قصیدہ بانت سعاد مصنفہ کعب ابن زبیر کو اصلاح نہ فرماتے اور قصائد حسان[2] بن ثابت پر صلہ تحسین عنایت نہ کرتے اور اُس کے حق میں اللھم ایدہ بروح القدس نہ فرماتے فرید الدین عطار نے کہا ہی شعر

شاعری جزویست از پیغمبری　　جاہلانش کفر خوانند از خری

لیکن مضامین کفریہ اور کلام ہزل البتہ داخل عیب[3] ہے سو وہ مخصوص نظم نہیں نظم و نثر دونوں میں ممنوع ہے اور الشعراء کذاب اُن شعرا کی شان میں ہے جو ایام جہالت میں انبیا کا ذکر اہانت دکہانت وسحر سے کرتے تھے اور تعریف لات ومنات کی شعر وسخن میں کرتے تھے اور اُن کو خدا سمجھتے تھے اور مبالغہ واستعارہ وتشبیہ مثلاً کہنا کہ معشوق کا مُنہ مثل چاند کے ہے یا ممدوح کا گھوڑا افلاک الافلاک کی سیر

---

[1] مشکوۃ میں ہے کہ خندق کھودنے کے وقت آنحضرت اور مہاجرین وانصار رجز پڑھتے تھے ترمذی میں عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت گاہ گاہ شعر ابن رواحہ کے پڑھتے تھے۔

[2] منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کو گئے عرش کے تلے ایک مکان مقفل دیکھا جبرئیل سے پوچھا جبرئیل نے عرض کیا کہ یہ خزانہ معانی ہے اور زبان شعر اس کی کنجی ہے فرمایا اس میں سے کچھ ہم کو ہدیہ کرو جبرئیل نے دو شعر نذر کیئے آخر الامر ایک روز آنحضرت نے کاغذ سادہ حسان ابن ثابت کو دیکر فرمایا کہ جمعہ کے دن قصیدہ حمد ونعت کہہ لا وہ بھول گیا اور بروز جمعہ وقت طلب منبر پر چڑھکر اُسی سادہ کاغذ کو جیب سے نکالکر فی البدیہہ یہ قصیدہ پڑھنے لگا اتفاقاً دو شعر جو جبرئیل نے نذر کیئے تھے وہ بھی اُس کی زبان سے نکلے حضرت نے فرمایا کہ یہ دو شعر سوائے میرے کسی کو معلوم نہ تھے پس جبرئیل نے اسکی طبیعت میں القا کیا اور معلوم ہوا کہ بدیہہ ہے اور اُس کے حق میں دعا کی اللھم ایدہ بروح القدس اور فرمایا کہ معنی طبیعت شاعر میں القاء غیبی ہے بے تائید الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔

[3] چنانچہ حضرت نے دربابِ شعر فرمایا ہے کلام محسنہ حسن وقبیحہ قبیح ۱۲

کرتا ہے یا تیز روی میں دریا ہے داخل کفر اور جھوٹ نہیں جھوٹ وہ ہے کہ سننے والے کو اُس سے ادراک غلط حاصل ہوا اور ایسے کلام کو سنکر ہر آدمی جانتا ہے کہ معنی حقیقی مراد نہیں ہے تعریف میں مبالغہ ہے ایسی عبارتیں حدیث میں بھی آئی ہیں آنحضرت نے ابوطلحہ کے گھوڑے کو دریا فرمایا چنانچہ صحیح بخاری میں روایت[۱۵] ہے۔

فصل اول

ارکان اور اسما اور تعداد اور اصول بحور میں

واضح ہو کہ خلیل نے عروض کو پندرہ بحروں میں بنایا تھا لیکن پندرہ بحروں میں حصر نہیں ہوسکتا اور اُن کو چند الفاظ ہیں جن کو ارکان و اصول افاعیل و افعال و تفاعیل و مفاعیل و امثال و اجزا و موازین عروض کہتے ہیں منتظم کیا وہ دس ہیں دو خماسی یعنی پنج حرفی فعولن فاعلن آٹھ سباعی مفاعیلن فاعلاتن مستفعلن مفاعلتن متفاعلن مفعولات و بضم التار بلا تنوین فاع لاتن مس تفع لن منفصل۔ اور یہ تین چیز سے جن کو اصول سہ گانہ کہتے ہیں مرکب ہیں اول سبب یعنی کلمہ دو حرفی پس اگر اول متحرک دوم ساکن ہو تو اُس کو سبب خفیف کہتے ہیں جیسے دل اگر دونوں متحرک ہوں تو اُسکو سبب ثقیل کہتے ہیں جیسے لفظ دل در حالت اضافت یا ہمہ کیونکہ ہائے آخر بغرض اظہار حرکت کے ہی

---

[۱۵] اور بیان سراپا خال و خط کسی مرد یا عورت حسین معینہ کا جو زندہ اُس شہر میں موجود ہو حرام ہے اور ذکر شخص غیر معین موجود یا معین میت کا مضائقہ نہیں جیسے غزلیات میں قصہ لیلی و مجنوں وغیرہ کیونکہ اس صورت میں وجہ فساد متصور نہیں۔ ۱۲ کذا فی عینی شرح کنز الدقائق۔ ۱۲

دوم[۲] وتد یعنی کلمہ سہ حرفی پس اگر آخر ساکن ہو تو وتد مقرون یا مجموع کہتے ہیں جیسے چمن اور اگر وسط ساکن ہو تو مفروق جیسے لفظ یار در حالتِ اضافت یا لالہ کیونکہ بائے آخر اظہار حرکت کے لئے ہے سوم[۳] فاصلہ اگر تین حروف متوالی اور چہارم ساکن ہو تو صغرےٰ جیسے صنما اور اگر چار حرف متحرک متوالی اور پنجم ساکن ہو تو کبریٰ کہتے ہیں جیسے لفظ شکنمش فارسی میں فاصلے کی مثال اردو میں مسموع نہیں[۴] بعض فاصلۂ صغریٰ کو فاصلہ بصاد مہملہ اور فاصلۂ کبرےٰ کو فاصلہ بضاد معجمہ کہتے ہیں اور بعض دونوں کو بضاد معجمہ بولتے ہیں مع قید صغرےٰ و کبرےٰ اور بعض فاصلے کا کچھ وجود نہیں رکھتے ہیں کیونکہ فاصلہ صغرےٰ اجتماع سبب ثقیل اور خفیف کا ہے اور کبرےٰ اجتماع سبب ثقیل اور وتد مقرون کا ہے اور بعض عروضیان پارسی سبب و وتد و فاصلہ تینوں کو تین تین قسم کہتے ہیں سبب خفیف و ثقیل و متوسط و وتد مجموع و مفروق و کثرت فاصلہ صغرےٰ و کبرےٰ و عظمےٰ مثال سبب متوسط۔ یار۔ یعنی ایک متحرک دو ساکن و وتد کثرت دو متحرک دو ساکن جیسے جہان۔ فاصلہ عظمےٰ پانچ حرف متحرک متوالی ایک ساکن جیسے بعظمتش اسکی مثال اُردو میں نہیں ملی۔ شعرائے قدیم نے اصول سہ گانہ میں اشعار مفرد[۵] کہے یعنی شعر میں صرف

---

[۱] ان فقرات میں جملہ اصول سہ گانہ کی مثال موجود ہے عربی لَمْ اَرَ عَلیٰ رَاْسِ جَبَلٍ سَمَکَۃً۔ فارسی از گل رخت بوئے زوفا نشنوم۔ اُردو۔ ہے قدِ صنم سرو سا زمی نہ چمنی۔ [۲] اگرچہ یہ رائے حق معلوم ہوتی ہے مگر سبب اعتبار وجود فاصلہ کا یہ ہے کہ عربی فارسی میں الفاظ مستقل فاصلے کے وزن پر ہوتے ہیں۔ [۳] مثال شعر تنہا سبب شعر (طالب) ہر دم کرتا ہوں میں زاری + دیکھی بس بس تیری یاری بروزن فعلن ساکن العین چار بار تنہا اوتاد۔ شعر (مولف) نہیں الم فرو ہوا مرا ابھی + صنم تجھے مری قسم نہ جا ابھی بروزن مفاعلن چار بار تنہا فاصلہ۔ شعر (ظفر) مرادشمن اگرچہ زمانہ رہا + ترا تو بھی میں یار یگانہ رہا بروزن فعلن متحرک العین چار بار

سبب یا صرف وتد یا صرف فاصلہ آوے لیکن جب وہ پسند طبایع
نہ ہوئے اُس کو چھوڑ کر اصول سہ گانہ کو باہم ترکیب دیکر ارکان مذکورہ
اور اوزان ایجاد کیئے اور واضح ہو کہ فعولن مرکب ہے وتد مجموع سے
مقدم سبب خفیف پر اور فاعلن بالعکس اس کے اور مفاعلن وتد
مجموع سے مقدم دو سبب خفیف پر۔ اور مستفعلن بالعکس اور مفعولاتُ
دو سبب خفیف سے مقدم وتد مفروق پر اور فاع لاتن منفصل بالعکس
اور مس تفع لن منفصل وتد مفروق سے درمیان دو سبب خفیف کے اور
فاعلاتن وتد مجموع سے درمیان دو سبب خفیف کے اور مفاعلتن وتد
مجموع سے مقدم فاصلہ صغرا کے پر اور متفاعلن بالعکس اُس کے اور
۱۵ بحر ایجاد خلیل یہ ہیں۔ ہزج[۱]۔ رجز[۲]۔ رمل[۳]۔ منسرح[۴]۔ مضارع[۵]۔ مقتضب[۶]
مجتث[۷]۔ سریع[۸]۔ خفیف[۹]۔ طویل[۱۰]۔ مدید[۱۱]۔ بسیط[۱۲]۔ وافر[۱۳]۔ کامل[۱۴]۔ تقارب[۱۵] پھر
بحر متدارک ابوالحسن اخفش نے ایجاد کی بعد اخفش کے یوسف عروضی[۱۵]

---

۱۵ اسی شخص نے اوّل علم عروض فارسی میں تصنیف کیا تھا اور بعد دو سو برس خلیل ابن احمد بصری
کے پیدا ہوا۔۱۲۔ف۔ معنی لغوی و وجہ تسمیہ بحور۔ ہزج آواز با ترنم خوش آیندہ اور اہل عرب
اکثر اشعار اسی بحر میں گاتے ہیں۔ رجز کے لغوی معنی اضطراب و سرعت اہل عرب اشعار کو لڑائیوں میں
بطور فخر اور بیان شجاعت پڑھتے ہیں اسی بحر میں ہیں کہ مقام اضطراب و حرکت سریع کا ہوتا ہے اور
بقول بعض رَجَز بکسر اوّل و سکون ثانی وہ اونٹ کہ حرکت کرے اور پھر ساکن ہو جائے اور اس بحر میں
اول ارکان میں دو سبب خفیف ہیں اور بعد ایک حرکت کے ساکن۔ رمل لغوی معنی بوریا بننا چونکہ اس
بحر میں ایک وتد درمیان دو سبب کے اور دو سبب درمیان وتد کے ہیں پس گویا اسباب و اوتاد کو باہم بنا ہے
یا رمل ایک قسم راگ کی ہے اور وہ اسی وزن پر ہے یا مشتق ہے رملان سے کہ ایک چال اونٹ کی ہے
چونکہ یہ بحر بہ سبب کثرت اسباب خفیف کے جلد جلد پڑھی جاتی ہے اسلئے رمل نام رکھا منسرح معنی ؎

نیشاپوری نے بحر قریب[17] نکالی پھر کسی شخص نے مشاکل[18] نکالی بعدہٗ بزرجمہر
وزیر نوشیرواں نے جدید[19] جس کو غریب[20] بھی کہتے ہیں ایجاد کی سوائے
ان کے عریض[21] عمیق[22] صریم[23] کبیر[24] مذیل[25] قلیب[26] حمید[27] صغیر[28] صمیم[29] سلیم[30] حمیم[31] لفت[32] زلل[33]
اوفر[34] خبب[35] مواسع[36] مرکن[37] بحور مخترعہ متاخرین ہیں یہاں صرف کہ ۱۶ بحور اول کا

---

[14] آسان چونکہ اس بحر میں اسباب مقدم ہیں اوتاد پر بدیں وجہ آسان پڑھی جاتی ہے یا انسراح
کے معنی کپڑے اُتارنا ہے چونکہ اس بحر میں کبھی اختصار ہوتا ہے کہ صرف دو رکن مستفعلن مفعولات
کو شعراء عرب ساری بیت اعتبار کر لیتے ہیں لہٰذا منسرح نام رکھا۔ مضارع بمعنی مشابہ اور بقول خلیل بن احمد یہ
بحر ہزج سے مشابہ ہے کیونکہ دونوں میں اوتاد مقدم ہیں اسباب پر اور بقول بعض منسرح مشابہ ہے اس امر میں کہ
دونوں جزو دوم وتد مفروق ہے جزو دوم مضارع کا فاع لاتن منفصل ہے مشتمل بر فاع اور جزو دوم منسرح کا مفعولات
مشتمل بر لات و بقیہ تا مقتضب بمعنی بریدہ یہ بحر منسرح سے قطع کی گئی ہے کیونکہ ارکان دونوں کے ایک ہیں صرف ترتیب
میں اختلاف ہے اور بقول بعض وجہ تسمیہ یہ کہ یہ بحر کلام عرب میں مجزو مستعمل ہے یعنی دو جزو آخر کے دور کر کے رمجتث
مشتق از اجتثاث بمعنی از بیخ برکندن اس بحر مسدسہ کو بحر خفیف سے نکالا ہے کیونکہ الفاظ دونوں کے ایک ہیں
یعنی مجتث میں مستفعلن مقدم دونوں فاعلاتن پر خفیف میں درمیان سریع چونکہ اس بحر میں بہ نسبت اوتاد کے اسباب
زیادہ ہیں اس سے جلد پڑھی جاتی ہے خفیف یہ بحر بسبب زیادت اسباب کے سبک ہے یا اُسکے ارکان میں اکثر سبب
خفیف ہیں طویل واضع علم عروض نے بعض بحور مسدس وضع کی ہیں اور بعض جو مثمن مجزو بھی آتی ہیں یعنی ایک
رکن ہر مصرع سے دور کیا جاتا ہے بخلاف اس بحر کے کہ مثمن وضع کی اور مجزو نہیں آتی۔ مدید بمعنی کشیدہ یہ بحر بحر طویل
سے کھینچکر نکالی گئی ہے یا یہ کہ اُس کے ارکان سباعی کے دو طرف کھینچے ہوئے ہیں۔ بسیط بچھا ہوا اور اُس کے رکن رباعی
کے ابتدا میں سبب ہوئے ہیں۔ وافر اس میں حرکات بہت ہیں چنانچہ ہر رکن میں پانچ متحرک یا یہ کہ اس بحر میں اشعار
عرب بہت ہیں کامل یہ بحر جیسے دائرہ میں وضع ہوتی ہے ویسے ہی تمام و کمال مستعمل ہے متقارب بکسر را و مہملہ بمعنی نزدیک ہونا
چونکہ اوتاد اور اسباب اسکے باہم نزدیک ہیں متدارک بمعنی دریافت و پیوستہ اس بحر کے اسباب اوتاد سے ملے
ہیں یا یہ کہ یہ بحر ایجاد ابوالحسن اخفش ہے اور شامل ہوگئی بحور خلیل میں قریب یہ بحر مضارع و ہزج سے قربت
رکھتی ہے یا یہ کہ بعد خلیل کے مولانا یوسف نیشاپوری نے قریب زمانہ خلیل کے وضع کی مشاکل یا بحر
بحر قریب سے مشاکلت رکھتی ہے کیونکہ ارکان دونوں کے ایک ہیں اس میں فاعلاتن دونوں
مفاعیلن پر مقدم ہے قریب میں موخر جدید کیونکہ یہ بحر تازہ ہے بعد خلیل و ابوالحسن کے۔ ۱۲
[15] احمد عروضی نے بحر متدارک کا نام لکھا ہے کیونکہ بسبب تنہا ہونے کے نادر ہے۔ ۱۲

بیان کیا جاتا ہے پس اُن میں سے سات بحریں مفرد ہیں یعنی تکرار ایک رکن سے حاصل ہوتی ہیں اول وافر[۱] اور اسمیں بیت آٹھ مفاعلتن سے تمام ہوتی ہے اور کامل[۲] میں آٹھ متفاعلن سے اور ہزج[۳] میں آٹھ مفاعیلن سے اور رجز[۴] میں آٹھ مستفعلن سے اور رمل[۵] میں آٹھ فاعلاتن سے اور متقارب[۶] میں آٹھ فعولن سے تمام ہوتی ہے اور متدارک[۷] آٹھ فاعلن سے - اور نو بحریں مرکب ہیں یعنی تکرار دو رکن سے حاصل ہوتی ہیں اول طویل[۸] اس میں بیت چار فعولن مفاعیلن سے اور مدید[۹] میں چار فاعلاتن فاعلن سے اور بسیط[۱۰] میں چار مستفعلن فاعلن سے اور سریع[۱۱] میں دو مستفعلن مستفعلن مفعولات سے اور خفیف[۱۲] میں دو فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن سے اور منسرح[۱۳] میں چار مستفعلن مفعولات سے اور مجتث[۱۴] میں چار مس تفع لن فاعلاتن سے اور مضارع[۱۵] میں چار مفاعیلن فاعلاتن[۱۶] سے اور مقتضب[۱۷] میں چار مفعولات مستفعلن سے تمام ہوتی ہے اور

---

[۱] مضارع میں فاع لاتن اور خفیف اور مجتث میں مس تفع لن منفصل ہے [۱۲] یادداشت بحور شانزدہ گانہ کے لیے کسی نے قطعہ بنایا ہے - قطعہ مس رج علا رم عیل هزمه واف لتن کامل تفا فع عیل طو رگ فاعلن بس بامسُ وملا باعلا مه مفعول درمس منسرح پیش دومق بعدمس سری مه مس درعلا خف قبل مج فع رب علا درعیل ضا مه علامات بحور وارکان قطعہ ہذا مستفعلن (مس) فاعلاتن (علا) مفاعیلن (عیل) مفاعلتن (لتن) متفاعلن (تفا) فعولن (فع) مفعولات (مفعول) رجز (رج) رمل (رم) ہزج (ہز) طویل (طو) متدارک (رگ) بسیط (بس) مدید (مد) مقتضب (مق) سریع (سری) خفیف (خف) مجتث (مج) متقارب (رب) مضارع (ضا) شرح قطعہ مس رج یعنی آٹھ مستفعلن رجز ہے - علا رم آٹھ فاعلاتن رمل ہو عیل ہز - آٹھ مفاعیلن ہزج - واف لتن آٹھ مفاعلتن وافر ہے کامل تفا آٹھ متفاعلن کامل ہے - فع عیل طو چار فعولن مفاعیلن طویل - رگ - فاعلن آٹھ فاعلن متدارک بس - یا مس مستفعلن کے بعد فاعلن اس طرح چار بار بسیط مدیا باعلا فاعلاتن کے بعد فاعلن چار بار مدید مفعول درمس منسرح مفعولات درمیان دو مستفعلن کے منسرح مسدس پیش دومق مفعولات قبل مستفعلن کے دو بار مقتضب بعدمس سری مفعولات بعد دو مستفعلن کے سریع مس درعلا خف مستفعلن درمیان دو فاعلاتن کے خفیف قبل مج مس تفع لن قبل دو فاعلاتن کے مجتث فع رب آٹھ فعولن متقارب علا در عیل ضا فاعلاتن درمیان دو مفاعیلن کے مضارع مسدس ہے - ۱۲

واضح ہو کہ اوزان مذکورہ بالا بطور اصل کے ہیں اور اُن کو عالم کہتے ہیں اور بہ سبب الحاق زحاف کے جس کا بیان آگے آئیگا بہت قسم ہو جاتی ہیں جسمیں زحاف ہوتا ہے اُس کو مزاحف کہتے ہیں اور جس بیت میں آٹھ رکن ہوتے ہیں اُس کو مثمن اور جس میں چھ ہوں اُس کو مسدس کہتے ہیں اور یہی دو مستعمل شعرائے عجم ہیں باقی مربع و مثلث و مثنے و موحد مخصوص عرب ہے اور متاخرین نے بعض بحور کو دس ۱۰ سولہ ۱۶ بتیس ۳۲ رکن کا بھی کیا ہے اور اشعار مثمن و مسدس وغیرہ دو حصے ہوتے ہیں ہر حصے کو مصرع کہتے ہیں اور مصرع اوّل کے رکن اول کو صدر اور رکن آخر کو عروض[۲] اور مصرع دوم کے رکن اوّل کو ابتدا و مطلع اور رکن آخر کو ضرب و عجز اور باقی ارکان ہر دو مصاریع کو حشو کہتے ہیں اور مربع میں حشو نہیں ہوتا اور مثلث اور مثنے کو بعض بمنزلہ مصرع اوّل کے خیال کرتے ہیں رکن اول کو صدر آخر کو عروض اور بعضے بمنزلہ مصرع دوم رکن اول کو ابتدا اور مطلع آخر کو ضرب و عجز بولتے ہیں اور رکن وسط مثلث کو حشو کہتے ہیں اور بحر خفیف و سریع مسدس الاصل ہیں یعنی مثمن نہیں آتی اور بحور مثمن الاصل کو اگر مسدس لادیں اُسکو مجزو[۳] کہتے ہیں۔

۱؎ اس کو مشطور کہتے ہیں۔ ۱۲ ۲؎ عروض لغت میں خیمے کو کہتے ہیں اور نیز بمعنی میزان و طرف ضرب بمعنی نوع اور اس رکن سے نوع شعر معلوم ہو جاتا ہے کہ کہا قافیہ ہے و نیز معنی مانند و مثل لیکن یہی رکن عروض کے متشابہ ہے۔ عجز بمعنی پس ہر چیز و سُرین صدر بمعنی اول و بلندی۔ ۱۲

۳؎ کیونکہ اس میں سے جز و کم کیا ہے۔ ۱۲

فصل دوم

انفکاک بحور میں واضح ہو کہ بسبب حاصل ہونے ارکان عشرۂ مذکورہ کے ہمدگر سے باعتبار تقدیم و تاخیر اسباب و اوتاد و فواصل کے بعض بحور بھی بعض بحور سے حاصل ہو سکتے ہیں مثلاً رکن مفاعیلن کو اگر عکس کرو تو مستفعلن ہوتا ہے اور اگر وتد کو درمیان دو سبب کے لاؤ تو فاعلاتن ہوتا ہے اور واسطے انفکاک بحور کے خلیل نے پانچ دائرہ ایجاد کئے ہیں اوّل دائرہ مختلفہ[1] بحر طویل و مدید و بسیط اُس سے استخراج ہیں یعنی اگر فعو سے شروع کریں طویل حاصل ہوتی ہے اگر لن سے شروع کریں تو لن مفاعی لن فعو بر وزن فاعلاتن فاعلن بحر مدید حاصل ہوتی ہے اگر عیلن سے آغاز کرو تو عیلن فعولن فعولن مفا بر وزن مستفعلن فاعلن بحر بسیط ہے دوم دائرہ موتلفہ بحر کامل و وافر اس سے مستخرج ہیں اگر متفا سے شروع کریں کامل اگر علتن سے شروع کریں

---

[1] وجہ تسمیہ دائرہ مختلفہ کیونکہ اس میں ارکان مختلف یعنی رباعی و خماسی ہیں موتلفہ بسبب الفے ارکان کہ ہر دو بحر مستخرجہ کے ارکان سباعی ہیں اور مرکب ہیں وتد مجموع اور فاصلہ صغریٰ سے مجتلبہ بلام مفتوح مشتق از جلب بمعنی کشیدن ارکان اس کے دائرہ مختلفہ سے کھینچے ہیں مشتبہ بسبب اشتباہ مستفعلن و فاعلاتن متصل اور منفصل کے اور اس دائرے کا نام وتد بھی کہتے ہیں کیونکہ وتد مفروق سوائے اس دائرے کے اور کسی میں نہیں آیا۔ متفقہ ہر دو بحور کے ارکان خماسی اور مرکب وتد مجموع اور بہ سبب خفیف سے ہیں منتزعہ از سریع یعنی نکالا ہوا عروضیان عجم کا دوائر سابقہ سے ۔ ۱۲

بحر وافر حاصل ہوتی ہے۔ سوم دائرہ مجتلبہ بحر ہزج رمل رجز اس سے حاصل ہوتی ہے اگر مفاعیلن سے شروع کریں ہزج اگر عیلن سے تو رجز اگر لن سے تو بحر رمل حاصل ہوگی چہارم دائرہ مشتبہ بحر سریع اور منسرح وخفیف ومضارع و مجتث و مقتضب اسی دائرہ سے مستخرج ہیں بشرطیکہ منسرح وغیرہ مثمن کو بھی مسدس اعتبار کریں پس اگر مستفعلن اول سے شروع کریں بحر سریع اگر دوم سے تو منسرح مسدس اگر تفعلن دوم سے بحر خفیف اگر علن دوم سے تو مضارع مسدس اگر مفعولات سے تو مقتضب مسدس اگر عولات سے شروع کریں بحر مجتث مسدس حاصل ہوتی ہے اور اس دائرہ سے ظاہر ہے کہ مس تفع لن بحر خفیف و مجتث میں اور فاع لاتن بحر مضارع میں منفصل ہے کیونکہ تفع اور فاع الفکاک میں مقابل لات کے واقع ہیں اور بحر جدید قریب مشاکل بھی اسی دائرے سے ہیں اگر تفعلن اول سے شروع کیجئے جدید اگر علن اول سے تو قریب اگر لات سے تو بحر مشاکل ہوتی ہے۔ پنجم دائرہ منفردہ کہ اُس سے صرف بحر متقارب حاصل ہوتی ہے اور اخفش نے متدارک اُسی دائرے سے استخراج کرکے نام دائرہ کا متفقہ رکھا واضح ہو کہ بعض اہل عروض نے دائرہ مشتبہ کو بصورت دیگر لکھا ہے اور اُس سے صرف چار بحر مثمن الاصل ہی نکالی ہیں مگر مزاحف اور ایک دائرہ جدید مسمیٰ بہ منتزع ایجاد کرکے اس سے بحر سریع و خفیف اور تین بحور مجددہ یعنی قریب و جدید و مشاکل کو کہ سب مسدس ہیں استخراج کیا ہے مگر مزاحف سب دائروں کی

شکل ذیل میں درج ہے اور خاکسار نے انفکاک دوائر سمجھنے کے لئے سات مصرع مندرجہ ذیل موزوں کر کے دوائر پر لکھ دیے ہیں۔

مرا دل مجھے اے بت خدا کے لئے دیدے
مرادہ یار سنگیں دل ستمگر آفت جاں ہے
مرا دلربا مجھ سے ناحق خفا ہے
نہ ہوا اب تو تجھ سے دل ہی مرا خوش
ہوس نہ گئی جلن نہ گئی تڑپ نہ گئی تپش نہ مٹی
دیدے صنم دیدے بوسہ دیدے صنم
تجھے خدا کی قسم تو مجھ کو دیدے مرا دل

۲ — دائرہ موتلفہ

۱ — دائرہ مختلفہ

۴ — دائرہ مشتبہ قسم اول

۳ — دائرہ مجتلبہ

شکل ۵

دائرہ منفردہ یا متفقہ

شکل ٦

دائرہ مشتبہ قسم دوم

شکل ۷

دائرہ منتزعہ
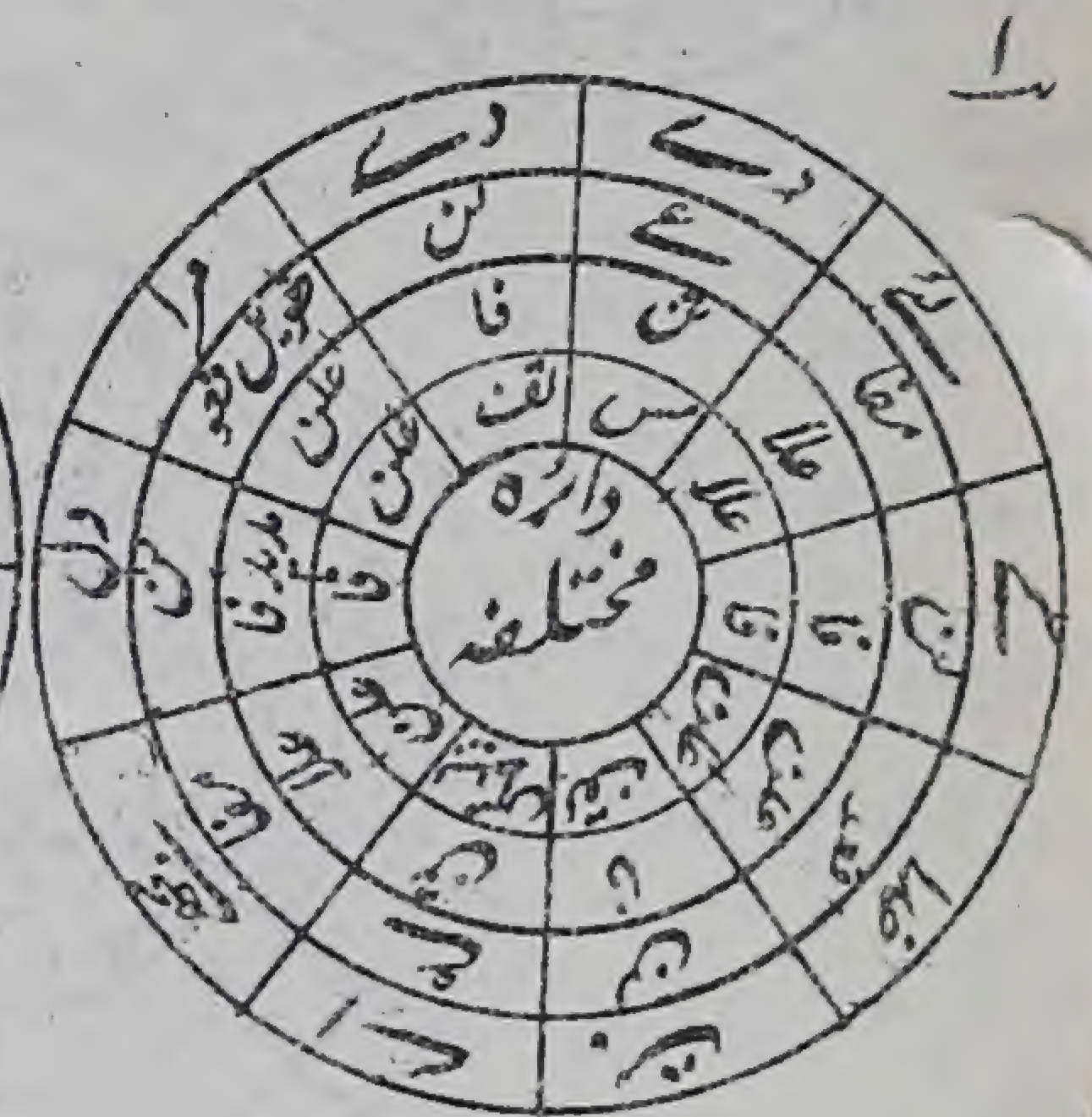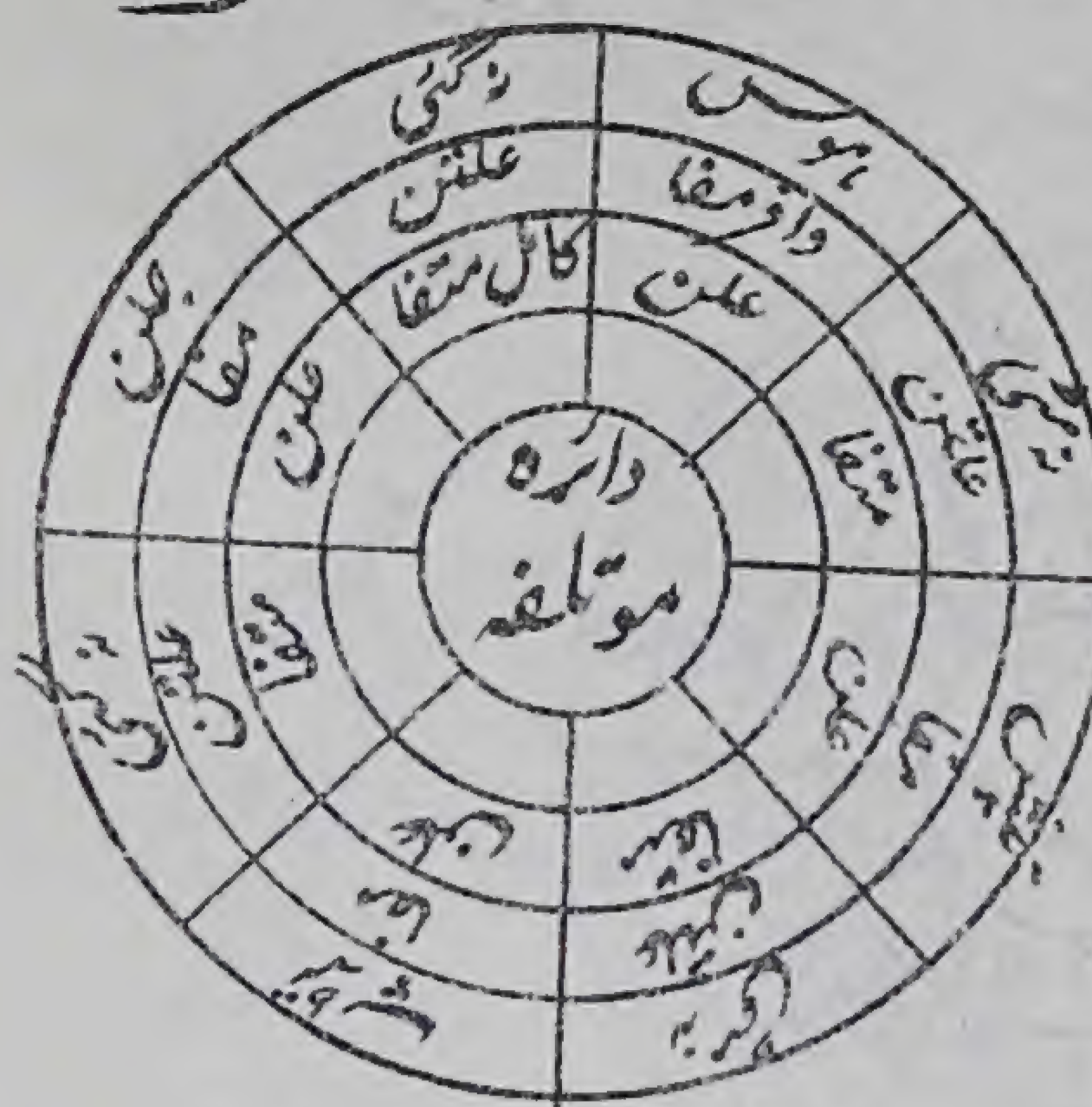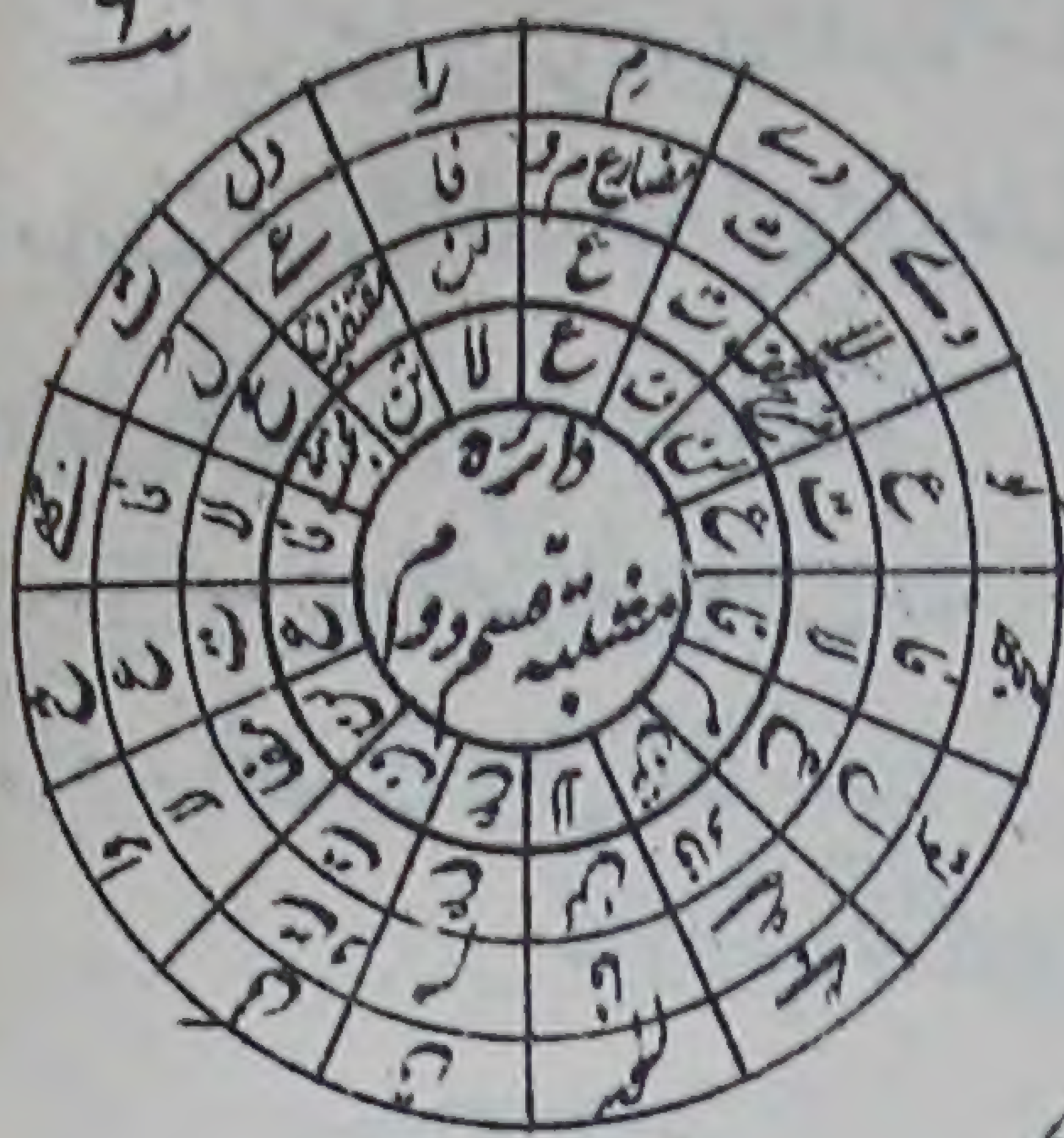
فصل سوم

زحافؔ و علل کے بیان میں | واضح ہو کہ اکثر ارکان میں تغیر واقع ہوتی ہے۔ وہ تغیرات تین قسم ہیں اوّل کم کرنے کسی حرف سے دوم افزائش سے سوم تسکین

[1] زحاف بالکسر جمع زحف اصل سے دور پڑنے کو کہتے ہیں جیسے سہم زاحف اُس تیر کو کہتے ہیں جو نشانہ سے دور پڑے۔

متحرک سے بقول بعض زحاف ساکن یا حذف کرنے حرف آخر سبب کو کہتے ہیں، اور دیگر تغیرات کو علل اور بعض سبب تغیرات[۱] کو زحاف

قسم اول زحاف منفردہ اضمار[۲] عبارت ہے اسکان تائے متفاعلن سے اور چونکہ اہل عروض رکن مزاحف غیر مانوس کو لفظ مانوس متفق الوزن کے ساتھ حتی المقدور بدل لیتے ہیں جو حتی الامکان بے معنی نہ ہو اس لئے متفاعلن مضمر کو مستفعلن سے بدل لیتے ہیں اور اضمار مخصوص بحر کامل ہے عصب[۳] اسکان لام مفاعلتن کو کہتے ہیں اور اُس کو مفاعیلن سے نقل کرتے ہیں اور عصب مخصوص وافر ہے خبن[۴] عبارت ہے اسقاط ساکن سبب خفیف سے کہ اول رکن کے واقع ہو پس فاعلن مخبون فعلن بکسر عین اور فاعلاتن متصل[۵] فعلاتن اور مستفعلن متصل یا منفصل متفعلن منقول بہ مفاعلن اور مفعولات معولات منقول بہ فعولات یا مفاعیل ہوتا ہے اور بحر رمل و رجز و مدید و بسیط و متدارک و سریع و خفیف و منسرح و مجتث و مقتضب میں آتا ہے اور جس بحر میں یہ پانچ رکن نہ ہوں وہ مخبون

---

[۱] لفظ جمع بمعنی مفرد مستعمل از قبیل مجاز۔ [۲] اضمار دبلا کر دینا گھوڑ ریکا۔ [۳] عصب فراہم کرنا ...نائے درخت کا کاٹنے کے لئے اور خشک ہونا تھوک کا منھ میں۔ ۱۲
... خبن چھپانا اور لپیٹ دینا یا سی دینا دامن کا۔ [۵] فاعلاتن منفصل میں خبن ...آتا کیونکہ اُس کے اول میں وتد مفروق ہے۔

...ائدہ۔ جس میں اضمار واقع ہوں اس رکن کو مضمر کہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس معصوب مخبون ...ے مکفوف مقبوض مخبول مجزول مقبوض معقول مشکول منقول مشعث مذال مسبغ مرفل مجزوم ...مقطوف مقصور مقطوع اخذ اصلم موخوف ابتر اجرم اثلم اثرم اہتم اخرب اعضب اقصم اجم اعقص مجبوب اہتم ازل مخلع مجحوف اہتم ازل مخلع مجحوف مربوع مجذوع منحور مکشوف۔

نہو گی طی[1] عبارت ہے اسقاط ساکن چہارم دو سبب خفیف سے کہ اول
رکن میں واقع ہوں پس مستفعلن مستعلن منقول بہ مفتعلن اور مفعولات مفعلات
منقول بہ فاعلات بضم التا ہوتا ہے اور طی بحر بسیط اور رجز اور سریع اور
منسرح اور مقتضب میں[2] آتا ہے اور بشرط اضمار بحر کامل میں بھی آتا ہی کف[3]
عبارت ہے اسقاط ساکن ہفتم سے جو سبب میں واقع ہو پس مفاعیلن
مفاعیل بضم لام اور فاعلاتن متصل یا منفصل فاعلات بضم التا اور مستفع لن
منفصل مس تفعل بضم لام ہوتا ہے اور یہ زحاف بحر طویل اور مدید اور ہزج
اور رمل اور خفیف اور مجتث اور مضارع میں واقع ہوتا ہے قبض[4] عبارت
ہے اسقاط ساکن پنجم سے جو سبب میں واقع ہو پس مفاعیلن مفاعلن و فعولن
فعول بضم لام ہوتا ہے اور یہ زحاف بحر طویل و ہزج و متقارب و مضارع
میں واقع ہوتا ہے قسم دوم زحاف مزدوجہ یعنی جو دو زحاف سے مرکب ہیں
خبل[5] اجتماع خبن اور طی کو کہتے ہیں پس مستفعلن متعلن منقول بہ مفعولات اور
معلات منقول بہ فعلات ہوجاتا ہے اور بحر منسرح وغیرہ میں واقع ہوتا ہے
خزل[6] اجتماع اضمار و طی کا ہے پس متفاعلن متفعلن رہ جاتا ہے منقول بہ
مفتعلن آتا ہے اور یہ مخصوص اسی رکن اور بحر کامل سے ہے وقص[7] عبارت ہے
اجتماع اضمار و خبن سے رکن متفاعلن ہوجاتا ہے اور مخصوص بحر کامل[8] ہے عقل[9]

---

[1] طی لپیٹنا۔ [2] اور بحر خفیف اور مجتث میں نہیں آتا کیونکہ اس میں مستفع لن منفصل ہے اور اُس میں حرف ساکن چہارم وتد میں واقع ہے نہ سبب خفیف میں [3] کف باز رکھنا [4] قبض پکڑ لینا نیچے سے [5] خبل پاؤں کاٹنا [6] خزل کٹ جانا [7] وقص گردن توڑنا۔ [8] اگر مفاعلن کسی اور بحر میں آئے تو مستفعلن مخبون ہوگا اور اگر بحر وافر میں ہو تو مفاعلتن معقول ہوگا۔ [9] عقل اونٹ کے بازو اساق باندھنا۔ ۱۲

مراد اجتماع عصب[1] اور قبض سے ہے پس مفاعلتن منقول بہ مفاعلن ہو جاتا ہے اور مخصوص بحر وافر سے ہے شکل مراد اجتماع خبن اور کف سے ہے پس فاعلات فعلاتُ بکسر عین و ضم تا اور مستفعلن متفعلُ بضم لام منقول بہ مفاعلُ بضم لام ہو جاتا ہے اور یہ بحر خفیف و مدید و رمل و مقتضب و مجتث میں واقع ہوتا ہے۔ نقص[2] عبارت باجتماع عصب و کف سے ہی پس مفاعلتن مفاعیلُ ہو جاتا ہے اور مخصوص بحر وافر ہے اور صاحب حدائق البلاغت نے نقص کی تعریف وہ لکھی ہے جو خزل کی لکھی گئی اور داخل زحاف ہے تشعیث[3] اور وہ عبارت اسقاط ایک متحرک وتد مجموع فاعلاتن سے ہے بقول بعض عین ساقط ہوتا ہے اور بقول بعض [...]ہ اور بقول بعض ساکن وتد مجموع یعنی الف کو ساقط کر کے ماقبل کو ساکن [...]یتے ہیں اور بقول بعض بعد خبن کے عین کو ساکن کر دیں چاروں [...]رت[4] میں منقول مفعولن سے ہوتا ہے اور یہ مدید اور خفیف اور رمل اور مجتث میں آتا ہے مضارع میں نہیں آتا کیونکہ اُس میں وتد مجموع نہیں [...]ے وتد مفروق ہے اور اکثر آخر مصرع میں آتا ہے معاقبہ[5] دو سبب [...]بیت کہ کسی شعر میں مجتمع ہوں اُنکا زحاف سے سلامت رکھنا بطور جواز [...]ایک سلامت رکھنا بطور وجوب اور یہ اجتماع دو سبب کا خواہ از روئے

---

[1] چارپائے کے پاؤں رسّی سے باندھنا [2] نقص کم کرنا۔ [3] تشعیث۔ پراگندہ کرنا۔

[4] صورت اول مذہب اخفش ہے صورت دوم مذہب خلیل ابن احمد صورت سوم [...]ب قطرب صورت چہارم مذہب زجاج ہے [5] معاقبہ ایک دوسرے کے پیچھے سے آنا۔

وضع رکن کے ہو جیسے مستفعلن و مفاعیلن میں خواہ زحاف سے جیسے
مستفعلن کہ متفاعلن سے بعمل اضمار حاصل ہوتا ہے اور مفاعلتن
عصب سے مفاعیلن ہو جاتا ہے خواہ دو ارکان کے اتصال سے
مثلاً بحر رمل میں فاعلاتن فاعلاتن پس یا ہر دو سبب متصلہ کو سالم
رکھو یا نون سبب اول کو کف سے ساقط کر کے فاعلاتُ فاعلاتن کہو
یا الف سبب ثانی کو خبن سے دور کر کے فاعلاتن فعلاتن پڑھو اور
نہیں جائز ہے کہ نون و الف دونوں معًا دور کر کے فاعلاتُ فعلاتن
پڑھو کیونکہ اس صورت میں تفعلہ فاصلہ کبریٰ کہ اہل عروض ثقیل
سمجھتے ہیں پیدا ہو جائیگا اور معاقبہ[^1] مدید و منسرح و رمل و وافر و ہزج
و خفیف و طویل و کامل و مجتث میں واقع ہوتا ہے اور کامل و وافر میں
بشرطیکہ مضمر و معصوب ہو واقع ہوگا مراقبہ[^2] معًا حذف نہ کرنا دو سبب
خفیف کا مفاعیلن و مفعولات و مستفعلن سے مشاکل و قریب و جدید
میں مراقبہ لازم ہے سریع و منسرح میں اکثر واقع ہوتا ہے اور خفیف میں
جائز ہے۔ مکانفہ[^3] بحر سریع و منسرح و بسیط و رجز میں تین حالت جائز
رکھنا یعنی ان بحور میں جائز ہے کہ دونوں سبب خفیف کو معًا سلامت رکھیں
یا معًا حذف کر دیں یا ایک کو سلامت رکھیں ایک کو ساقط کر دیں۔

---

[^1]: معاقبۂ جب شروع رکن سے حرف حذف ہوتا ہے اُس رکن کو صدر کہتے ہیں جیسے فعلاتن اگر آخر سے حذف ہو اُس کو عجز جیسے فاعلاتُ اگر ہر دو جانب سے ہو تو طرفین کہتے ہیں جیسے فعلاتُ شکل سے ہو اگر رکن بالکل سالم رہے اسکو بری کہتے ہیں جیسے فاعلاتن۔

[^2]: مراقبہ ایک دوسرے کی نگہبانی کرنا۔

[^3]: مکانفہ ایک دوسرے کو پکڑ لینا۔

قسم سوم علل کے بیان میں یعنی تغیرات سوائے زحاف وہ تین قسم ہیں
اول وہ کہ آخر رکن میں زیادہ کریں تین ہیں اذالہ[1] وہ ہے کہ الف و مد
مجموع میں کہ آخر رکن کے ہو قبل از ساکن زیادہ کریں پس متفاعلتن
متفاعلان اور فاعلن فاعلان اور مستفعلن مستفعلان ہوتا ہے اور یہ
رجز و متدارک و بسیط و کامل و سریع و منسرح و مقتضب میں آتا ہے اور
عروض و ضرب میں اکثر واقع ہوتا ہے اور حشو[2] میں شاذ اور صدر و ابتدا
میں ممنوع تسبیغ[3] یا اسباغ وہ ہے کہ سبب خفیف میں کہ آخر رکن کے واقع
ہو قبل ساکن کے الف لائیں پس مفاعیلن مفاعیلان اور فعولن فعولان
اور فاعلاتن متصل یا منفصل فاعلاتان منقول بہ فاعلیتان بہ تشدید یا
بحر ہزج و رمل و مضارع و خفیف و متقارب و مدید و طویل و مجتث میں
الوقوع ہے اور آخر مصرع میں آتا ہے ترفیل[4] وتد مجموع آخر رکن میں
ض و ضرب میں واقع ہو سبب خفیف زیادہ کرنا پس متفاعلن
تن منقول بہ متفاعلاتن اور مستفعلن مستفعلن تن منقول بہ مستفعلاتن اور فاعلن
اعلن تن منقول بہ فاعلاتن ہو جاتا ہے اور یہ فارسی اردو میں نادر الوقوع
عربی میں مخصوص بحر کامل ہے اور رجز میں کبھی آتا ہے اور جو اول رکن
یادہ کریں خرم[5] ایک یا دو یا تین یا چار حرف زیادہ کر دینا اول

---

[1] اذالہ۔ دامن دراز کرنا۔ [2] حشو کے معنی ہیں بھرتی یعنی وہ الفاظ جو اصل مطلب میں مخل نہوں۔
[3] تسبیغ تمام کرنا بعض نے تسبیغ بشین معجمہ و عین مہملہ بھی کہا ہے [4] ترفیل دامن کھینچنا اور دراز کرنا [5] خرم
ائے معجمہ و سکون زائے معجمہ اونٹ کی ناک میں حلقہ کرنا۔ ۱۲

مصرع میں اور اُس کو تقطیع میں شمار نہیں کرتے اور یہ مخصوص اشعار عرب سے قدمائے فارسی ایک حرف زیادہ لے آتے تھے بلکہ متاخرین فارسی اور اُردو میں متروک اور جو آخر ارکان سے ساقط ہوتے ہیں نو ہیں حذف[1] عبارت ہے اسقاط سبب خفیف سے آخر رکن سے پس فعولن فعو منقول بہ فعل مفاعیلن مفاعی منقول بہ فعولن فاعلاتن فاعلا منقول بہ فاعلن ہوتا ہے اور حذف رمل و طویل و متقارب و مضارع و مجتث و مدید و ہزج و خفیف میں واقع ہوتا ہے قطف[2] عبارت ہے اجتماع عصب و حذف سے پس مفاعلتن مفاعل منقول بہ فعولن حاصل ہوتا ہے اور مختص بحر وافر ہے قصر[3] عبارت اسقاط ساکن سبب سے کہ آخر رکن کے ہو اور اسکان ماقبل سے ہے پس مفاعیلن مفاعیل بسکون لام اور فاعلاتن متصل یا منفصل فاعلات بسکون آخر یا فاعلان اور فعولن فعول اور مس تفع لن منفصل مستفعل منقول بہ مفعولن ہو جاتا ہے اور بحر طویل و مدید و ہزج و رمل و متقارب و مضارع و خفیف و مجتث میں واقع ہوتا ہے قطع[4] عبارت اسقاط ساکن وتد مجموع سے کہ آخر رکن کے ہو اور اسکان ماقبل سے ہے پس مستفعلن مستفعل منقول بہ مفعولن[5] فاعلن فاعل منقول بہ فعلن بسکون عین متفاعلن متفاعل منقول بہ

---

[1] حذف ڈال دینا۔ [2] قطف انگور وغیرہ کے خوشہ کاٹنا۔ [3] قصر چھوٹا کرنا۔ [4] قطع کاٹنا۔

[5] مستفعل منقول بہ مفعولن دو طرح حاصل ہوتا ہے ایک مستفعلن متصل میں قطع ہے دوسرے مستفع لن منفصل میں قصر سے اگر بحر مضارع میں مفعولن ہو تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ مقصور ہے نہ مقطوع اسی طرح بحر متدارک میں فعلن بسکون عین فاعلن سے ہوگا باقی میں فاعلاتن سے ہوگا وقس علیٰ ہذا۔

فعلاتن بکسر عین ہوتا ہے اور قطع فاعلاتن متصل میں اس طرح ہوتا ہے
کہ سبب خفیف آخر کو دور کریں اور ساکن وتد مجموع کو بھی دور کر کے
ماقبل کو ساکن کریں پس فاعل منقول بہ فعلن رہتا ہے اور یہ بحر رجز
وکامل ورمل ومتدارک وبسیط ومدید وسریع ومقتضب میں آتا ہے
اور خفیف ومجتث میں صرف رکن فاعلاتن میں آتا ہے حذذ[1] عبارت
اسقاط وتد مجموع سے ہے آخر رکن سے پس مستفعلن مستف اور فاعلن فا
اور متفاعلن متفا اول منقول بہ فعلن بسکون عین دوم بہ فع سوم بہ فعلن
بتحریک عین ہوا اور یہ بحر کامل ورجز وبسیط ومتدارک میں اکثر آتا ہے
باقی بحور میں جن میں مستفعل متصل واقع ہو شاذ صلم[2] عبارت اسقاط وتد مفروق
سے ہے رکن مفعولات سے پس مفعو منقول بہ فعلن بسکون عین رہا وقف[3]
عبارت ہے اسکان تائے مفعولات سے اور نقل بہ مفعولان سے کسف[4]
عبارت ہے اجتماع وقف وکف سے مفعولات میں پس مفعولا منقول بہ
مفعولن ہوا اور صلم وو قف وکسف تینوں بحر سریع ومنسرح ومقتضب
میں آتے ہیں تبر[5] اجتماع حذف وقطع کا ہے یا ثلم وحذف کا فعولن
میں بہر دو صورت فع رہا اور اجتماع قطع اور حذف کا فاعلاتن میں فاعل
منقول بہ فعلن اور اجتماع خرم اور جب کا مفاعیلن میں فا منقول بہ فع
حاصل ہوا اور یہ بحر تقارب وطویل وہزج ورمل ومضارع ومجتث و

---

[1] حذذ بفتح حائے مہملہ و دو ذال معجمہ چھوٹا ہونا و خا بجائے مہملہ وتشدید ذال کاٹنا۔ بعض نے جذ بجیم مفتوح و ذال منقوطہ لکھا ہے [2] صلم جڑ سے کان کاٹنا [3] کھڑا ہونا [4] کسف۔ اونٹ کے پاشنہ کاٹنا [5] تبر بفتح اول وسکون فوقانی دم کاٹنا۔ ۱۲

خفیف میں آتا ہے۔ بیان خرم وجب کا آگے آئیگا اور جو اول رکن سے ساقط ہوتے ہیں دس ہیں خرم[۱] عبارت ہے اسقاط حرف اول وتد مجموع سے کہ اول رکن میں واقع ہو جیسے مفاعیلن میں فاعیلن منقول بہ مفعولن ہوا اور یہ تغیر جب مفاعیلن میں ہوتی ہے اس کو اخرم ہی کہتے ہیں[۲] اور بحر ہزج و مضارع میں واقع ہوتا ہے ورنہ جب اور کسی رکن میں واقع ہوتا ہے تو کسی خاص لقب سے کہا جاتا ہے چنانچہ جب فعولن میں صرف خرم کریں اس کو اثلم کہتے ہیں اور اگر خرم کو قبض کے ساتھ جمع کریں اسکو اثرم ثلم[۳] جبکہ فعولن میں خرم کریں عولن منقول بہ فعلن بسکون عین حاصل ہوتا ہے ثرم[۴] عبارت اجتماع قبض و خرم سے ہے فعولن میں پس عول منقول بہ فعل بضم لام رہا یہ دونوں تغیر طویل و متقارب میں واقع ہوتے ہیں شتر[۵] اجتماع خرم و قبض کا ہے مفاعیلن میں پس فاعلن حاصل ہوا خرب[۶] اجتماع خرم و کف کا ہے مفاعیلن میں پس فاعیل منقول بہ مفعول بضم لام رہا شتر و خرب دونوں ہزج و مضارع میں واقع ہوتے ہیں عضب[۷] مفاعلتن میں خرم کرنا فاعلتن میں منقول بہ مفتعلن ہوا قصم[۸] اجتماع خرم اور عصب بصاد مہملہ کا ہے مفاعلتن میں پس فاعلتن منقول بہ

---

[۱] خرم بفتح خاء معجمہ و سکون مہملہ چیرنا ناک کا [۲] جب صدر قافیہ میں مفاعیلن میں یہ تغیر واقع ہو اسکو خرم کہتے ہیں باقی اجزا اشتر ہیں تجلیق بمعنی خفتہ کردن گلو اور لا نقشبند نے شرح فرجیہ میں تخنیق بجائے مہملہ و یائے موخذہ بمعنی جمع لکھا ہے۔[۳] ثلم سوراخ کرنا [۴] ثرم بفتحتین آگے کے دانت توڑنا [۵] اشتر بفتحتین کٹ جانا دپھر جانا پلک کا [۶] خرب ویران کرنا اور دونوں کان چیرنا۔ [۷] عضب بضاد معجمہ ٹوٹنا شاخ گوسفند کا [۸] قصم بفتحتین شکستہ دندان۔ ۱۲۔

مفعولن رہا۔ جمم[1] اجتماع عقل و خرم کا مفاعلتن میں پس فاعلن ہوا عقص[2]
اجتماع خرم و نقص کا ہے مفاعلتن میں پس فاعلتُ منقول بہ مفعولُ بضم
لام رہا۔ عضب و قصم و جمم و عقص مخصوص بحر وافر ہیں رفع[3] اسقاط ایک
سبب کا اس رکن سے جس کے اول دو سبب واقع ہوں چنانچہ مستفعلن
تفعِلن منقول بہ فاعلن اور مفعولات عولات منقول بہ مفعول ہوا اور
یہ بحر منسرح و رجز میں آتا ہے۔

قسم چہارم۔ مرکبات جدیدہ میں یعنی جو متاخرین نے بعد خلیل
کے استخراج کئے۔ جب[4] اسقاط دو سبب خفیف کا ہے آخر مفاعیلن سے
پس مفا منقول بہ فعل رہا اور مخصوص ہزج ہے۔ ہتم[5] اجتماع حذف و
قصر کا ہے مفاعیلن میں پس مفاع منقول بہ فعول بسکون لام ہوا زلل[6]
اجتماع خرم و ہتم کا ہے مفاعیلن میں فاع رہا۔ یہ تینوں ہزج و مضارع
میں واقع ہوتے ہیں خلع[7] اجتماع خبن و قطع کا ہے پس مستفعلن فعولن
اور فاعلن فعل ہوگیا جحف[8] یہ کہ اول فاعلاتن کو خبن کیا فعلاتن رہا پس
فعلا کہ فاصلۂ صغریٰ ہے دور کیا تن رہا منقول بہ فع ہوا ربع[9] اجتماع خبن
و قطع کا ہے فاعلاتن میں بعد خبن فعلاتن بعد قطع فعل رہا بسکون لام
رمل و مضارع میں آتا ہے جذع[10] اسقاط دونوں سبب خفیف مفعولا

---

[1] جمم بفتحتین بے نیزہ ہونا مرد کا لڑائی میں [2] عقص بسکون قاف زلفوں کے بال لپٹنا [3] رفع اٹھانا۔ [4] جب بجیم مفتوح و تشدید بائے موحدہ خصی کرنا [5] ہتم جڑ سے دانت توڑنا [6] زلل بفتحتین بے گوشت ہونا ران کا اور نقصان و کمی و کجی ترازو میں۔ [7] خلع اُتارنا کپڑے کا [8] جحف بفتح جیم و سکون حائے مہملہ نقصان کرنا اور بعض نے اس زحاف کا نام کبل لکھا ہے لغوی معنی بند کرنا [9] ربع چار [?]دنا [10] جذع ناک کان اور ہاتھ کاٹنا۔ ۱۲

کا اور اسکان تا کا پس لات منقول بہ فاع رہا نحر[1] مفعولات میں بعد
جدع کے دور کر دینا الف کا فاع میں سے فع رہا اور یہ دونوں بحر
سریع و منسرح و مقتضب میں آتے ہیں کشف[2] اجتماع طے و کسف کا
مفعولات میں پس مفعلا منقول بہ فاعلن ہوا طمس[3] عبارت ہے اسقاط
عین مع ہر دو سبب خفیف کے فاع لاتن منفصل سے فا منقول بہ فع
رہا عرج[4] عبارت حذف حرکت دوم وتد مجموع سے مستفعلن میں کر
منقول بہ مفعولان ہو جاتا ہے مقطوع مسبغ کہنے کی حاجت نہیں رہتی
رجز و بسیط میں آتا ہے سلخ[5] عبارت ہے اسقاط ہر دو سبب خفیف آخر
فاع لاتن منفصل سے اور ساکن کرنا عین متحرک کا کہ فاع رہا تسکین[6]
تین حرف متحرک متوالی میں حرف اوسط کا ساکن کرنا کیونکہ شعراء
فارسی و اُردو حرف اوسط کو ساکن کر دیتے ہیں اور فعلن مکسور العین
کے بجائے فعلن ساکن العین لاتے ہیں مگر اختلاف وزن وغیرہ کوئی
وجہ مانع ہو تو وہاں نہ چاہیئے۔

قسم پنجم۔ اس ذکر میں کہ ہر ایک رکن میں کون کون تغیرات
واقع ہوتے ہیں اور فروع ہر رکن کے کس قدر ہیں زحاف مفاعیلن
کے تیرہ ہیں قبض کف خرم خرب بتر شتر حذف قصر ہتم جب زلل تسبیغ
ازالہ۔ اور فروع ستر ہیں مقبوض مفاعلن مکفوف مفاعیل و بضم لام اخرم

---

[1] نحر گلا کاٹنا [2] کشف برہنہ کرنا [3] طمس بالفتح محو کرنا [4] عرج بفتح عین لنگڑا ہونا۔
[5] سلخ پوست کھینچنا [6] تسکین ساکن کرنا۔ ۱۲

مفعولن اخرب مفعول و بضم لام ابتر فع اشتر فاعلن محذوف فعولن مقصور
مفاعیل بسکون لام اہتم فعول بسکون لام مجبوب فعل ازل فاع مسبغ مفاعیلان مقبوض
مذال مفاعلان اخرم مقصور مفعول بسکون لام اخرم مسبغ مفعولان
اشتر مذال فاعلان محذوف مسبغ فعولان زحاف فاعلاتن گیارہ
ہیں خبن کف شکل قطع حذف قصر تشعیث جحف تسبیغ بتر ربع فروع
سولہ ہیں مجنون فعلاتن بکسر عین مکفوف فاعلات و بضم تا مشکول فعلات
وبکسر عین و بضم تا مجنون محذوف فعلن بکسر عین محذوف فاعلن مقصور
فاعلات یا فاعلان مشعث مفعولن مجحوف فع مسبغ فاعلیان ابتر یا
مقطوع یا مشعث محذوف فعلن بسکون عین مربوع فعل بفتحتین مقصور
مجنون فعلان بکسر عین مقطوع مسبغ یا ابتر مسبغ فلان لبساول عین مجحوف مسبغ
فاع مجنون مسبغ فعلیان مشعث مسبغ مفعولان زحاف مستفعلن گیارہ
ہیں خبن طے خبل قطع خلع خذد اذالہ رفع ترفیل قصر عرج فروع
اٹھارہ مجنون مفاعلن مطوی مفتعلن مجنون فعلتن مقطوع مفعولن مخلع
فعولن مخذود فعلن بسکون عین بذال مستفعلان مرفوع فاعلن فعل مستفعلاتن
مجنون بذال مفاعلان مطوی مذال مفتعلان مرفوع مذال فاعلان
مخذوذ محذوف فع مخبول مذال فعلتان مجنون مرفل مفاعلاتن مطوی
مرفل مفتعلاتن اخذ مقصور فاع اعرج مفعولان زحاف مفعولات
دس ہیں خبن طے وقف کسف صلم رفع خبل جدع نحر کشف تسکین
معجمہ اور فروع سولہ ہیں مجنون مفاعیل بضم لام مطوی فاعلات و

بضم التا موقوف مفعولان مکسوف مفعولن اصلم فعلن بسکون عین مرفوع
مفعول بضم لام مخبول فعلات بضم تا مجدوع فاع منحور فع مجبوب موقوف مفاعیل
بسکون لام مطوی موقوف فاعلات بسکون تا مکشوف بشین معجمہ فاعلن
مخبول موقوف فعلات بسکون تا مخبول مکسوف فعلن بکسر عین مجبوب مکشوف
فعولن مکشوف مذال فاعلان زحاف مفاعلتن آٹھ ہیں عصب عضب
عقل قطف قصم جمم عقص نقص فروع آٹھ ہیں معصوب مفاعیلن اعصب
مفتعلن معقول مفاعلن مقطوف فعولن اقصم فعولن اجم فاعلن اعقص مفعول
منقوص مفاعیل زحاف متفاعلن سات ہیں اضمار وقص قطع جزل
حذذ اذالہ ترفیل فروع سترہ ہیں مضمر مستفعلن موقوص مفاعلن مقطوع
فعلاتن مجزول مفتعلن احذ فعلن بکسر عین مذال متفاعلان مرفل متفاعلاتن احذ مضمر فعلن
بسکون عین مقطوع مضمر مفعولن احذ مذال فعلان بکسر عین احذ مضمر مذال
فعلان بسکون عین مخزول مذال مفتعلان مضمر مذال مستفعلان مضمر مرفل
مستفعلاتن موقوص مذال مفاعلان موقوص مرفل مفاعلاتن مخزول مرفل
مفتعلاتن زحاف مفعولن کے سات ہیں قص قصر حذف ثلم ترم بتر تسبیغ
فروع آٹھ ہیں مقبوض فعول بضم لام مقصور فعول بسکون لام محذوف فعل
بسکون لام اثلم فعلن اثرم فعل بضم لام ابتر فع مسبغ فعولان اثلم مسبغ فعلان
بسکون عین زحاف فاعلن کے چھ ہیں قطع خبن خلع حذذ ترفیل اذالہ
فروع آٹھ ہیں مقطوع فعلن بسکون عین مخبون فعلن بکسر عین مخلع فعل بفتح
عین وسکون لام محذوذ فع مرفل فاعلاتن مذال فاعلان مخبون مذال

فعلان مقطوع مذال فعلان زحاف فاع لاتن منفصل کے چھ ہیں
کف قصر حذف تسبیغ سلح طمس فروع بھی چھ ہیں مکفوف فاعلات بضم التار
مقصور فاعلات ساکن الآخر محذوف فاعلن مسبغ فاع لاتان مسلوخ فاع
مطموس فع زحاف مس تفع لن منفصل کے تین ہیں خبن قصر شکل فروع
چار ہیں مخبون مفاعلن مقصور مفعولن مشکول مفاعلُ بضم لام مخبون مقصور فعولن

فصل چہارم

تقطیع کے بیان میں تقطیع اصطلاح میں وہ ہے کہ اجزائے شعر کو اجزائے
ارکان اُس بحر کے ساتھ اس طرح مقابل قطع[ا] کرنا متحرک مقابل متحرک
کے اور ساکن مقابل ساکن کے واقع ہو اور اتفاق نوعیت حرکت کا ضرور
نہیں یعنی اگر مقابل فتح کے کسرہ یا ضمہ ہو تو مضائقہ نہیں علی ہذا القیاس
مثلاً مصرعے دلبرا ور سخن کہنا دونوں بروزن مفاعیلن اور تقطیع میں حروف
ملفوظی معتبر ہے غیر ملفوظ شمار میں نہیں آتے پس جو حرف کہ تلفظ میں آتے
[...] اور کتابت میں نہیں وہ یہ ہیں **اول** الف ممدودہ کہ بجائے دو
[...]ف کے گنا جاتا ہے جیسے آیا ہے بروزن مفعولن اور سوائے الف
[...]ر الفاظ زبان عربی کے بھی درحالت اشباع حرکت بجائے حرف شمار
کئے جاتے ہیں جیسے الف رحمٰن اور اللہ اور سمٰوات اور طٰہٰ اور ہذا و ذالک
کا اور واو و یا الفاظ لہ بہ میں **دوم** تنوین جیسے ایضاً و علم بروزن فعلن

[...] خواہ اجزا مستقل خواہ غیر مستقل ۔ ۱۲

سوم حرف مشدد بجائے دو حرف شمار کیا جاتا ہے جیسے فرّخ بروزن فعلن
چہارم ہمزہ بھی ایک حرف گنا جاتا ہے جیسے جاؤ بروزن فعلن پنجم
یائے اشباع کسرہ جیسے اضافت شینِ آتش کی اس مصرع میں۔ ع
ہر قدم پر جائے گرداک آتشِ محشر اُٹھا
اور جو کتابت میں ہیں اور تلفظ میں نہیں آتے اوّل الف وصل بعض
الفاظ مثل اِس اُس اُب اک وغیرہ کا جبکہ ملفوظ نہ ہوگا تقطیع میں بھی شمار
نہ ہوگا جیسے الف لفظ اک کا اس مصرع میں۔ ع (آتش)
ہر قدم پر جائے گرداک آتشِ محشر اُٹھا
کبھی الف آخر لفظ کا بھی ملفوظ نہیں ہوتا جیسے۔ ع
رہا دل غم سے بے قرار سدا
اور الفاظ عربی میں الف اکثر نہیں پڑھا جاتا جیسے ایہا النّاس اور انا الحق
اور ابا الحسن اور عبدالمجید وغیرہ دوم یا بعض الفاظ کی بھی تلفظ میں نہیں
آتی جیسے ع مجھے اب طاقت گفتار نہیں
اور بعض الفاظ عربی میں مثل فی الجملہ اور غازی الدین اور ابی الفضل
اور اولی الالباب اور ذوی الروح وغیرہ اور یا لفظ میں کی جیسے۔ ع
میں جاں بلب ہوں گلا کاٹو یا گلے سے لگو
سوم واؤ بھی بعض مواقع میں تلفظ میں نہیں آتا جیسے واو جو کو تو وغیرہ کا کہ
بعد الفاظ یک حرفی کے حرفِ اظہار حرکت کے واسطے بڑھایا گیا ہے۔ ع
یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں

اور واؤ معدولہ جیسے خود اور خویش اور اُس کا کہ تقطیع میں خدا اور خیش
اور اُس گنا جائیگا اور الفاظ عربی ہیں جیسے ابوالحسن اور بوالہوس اور اولوالعلم
اور واو عطف کا جیسے واو اول وسوم اس مصرع میں ع

دل وجان و قرار وہوش نہیں

اور واو رسم الخط کا جیسے عمرو میں ۔ چہارم حرف مخلوط التلفظ جیسے کیا۔
گھر کچھ مجھ سکھ ۔ ہنسنا کہ تقطیع میں کا۔ گر۔ کچ۔ مج۔ مہ ہنسا گنا جاتا ہے۔ ی
ہ۔ ن۔ خارج از تقطیع ہیں۔ پنجم ہائے مختفی آخر بعض الفاظ کے بھی کبھی
شمار میں نہیں آتی جیسے خندہ و گریہ و کہ وچہ ۔ شعر (نسیم)

اب خامہ سے واشگاف یوں ہے دل ملنے کی راہ صاف یوں ہے

آخر مصرع میں واقع ہو تو بجائے حرف شمار میں آتی ہے۔ شعر (ولہ)

مانگا کاغذ دوات خامہ لکھا گلچیں کے نام نامہ

اور ہا حالت اضافت میں ہمزۂ ملینہ سے بدل جاتی ہے تب حرف
کے شمار میں آتی ہے اور درحالت اشباع اضافت دو حرف کے
شمار میں آتی ہے جیسے۔ ع نالۂ دل عرش پر پہنچا مرا

ع نالۂ دل عرش پر پہونچا مرا

ششم نون غنہ بعد حرف [illegible] جیسے کہاں کہیں کہوں یوں دوں جہاں
زمین وغیرہ میں البتہ اگر آخر [illegible]رع میں ہوگا بجائے حرف ساکن گنا جائیگا۔
رفعت کبھی کسی کی گوارا یہاں [illegible]ں (ناسخ) جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں ۵

---

۵ بروزن مفعول فاعلات مفاعیل فاعلان لیعر فاعلن بھی درست ہے بسبب ملفوظ نہ ہونے نون کے۔

قاعدۂ دیگر جب کوئی دو حرف ساکن سوائے نون غنہ بعد حرف علت کے وسط مصرع میں واقع ہوں تقطیع میں ساکن دوم متحرک کیا جاتا ہے[۱] مگر آخر مصرع میں دونوں بحال رہتے ہیں۔ شعر (غالب)

خوں ہے دل خاک میں احوال بتاں پر یعنی اُن کے ناخن ہوئے محتاج حنا میرے بعد

حرف کاف لفظ خاک کا متحرک ہوگا اور دال لفظ بعد کا بحال رہیگا اور اگر تین ساکن جمع ہوں پس اگر وسط مصرع میں ہیں تو اول کو بحال دوسرے کو متحرک تیسرے کو ساقط کرتے[۲] ہیں اور اگر آخر مصرع میں تو ایک کو ساقط باقی کو بحال ع دوست[۳] وہ جو دوست کی خاطر جلائے دل

سے غالب آمد خط سے ہوا ہے سرد جو بازار دوست

دود شمع کشتہ تھا شاید خط رخسار دوست[۴]

الفاظ جو اوپر لکھے گئے بطور نمونے کے تھے اِسی طرح جاننا چاہیئے کہ حروف ملفوظ معتبر اور غیر ملفوظ ساقط ہوتے ہیں اب ایک شعر کی تقطیع بطور مثال لکھی جاتی ہے۔ شعر (میر حسن)

کروں پہلے توحید یزداں رقم جھکا جس کے سجدے کو اول قلم

بروزن فعولن فعولن فعولن فعل ہے اس طرح کر دیے فعولن لتوحی فعولن دیزدا فعولن رقم فعل ۔ جھکا جس فعولن کسجدے فعولن کُ اوّل فعولن قلم فعل اور یاد رہے کہ تقطیع میں جاننا بحور اور ارکان کا ضرور ہے تاکہ

---

[۱] کیونکہ اور ان شعر میں دو ساکن درمیان مصرع میں جمع نہیں ہو سکتے۔ [۲] کیونکہ تین ساکن کا اجتماع وزن شعر میں ممتنع ہے [۳] دوست کی (ت) تقطیع میں ساقط ہو گی اور سین متحرک ہوگا۔ [۴] سین بحال رہیگا تے ساقط ہو گی ۔ ۱۲

تقطیع حقیقی اور غیر حقیقی میں تمیز ہو مثلاً ع

نہ ہوا اُس سے مایوس امید وار

کہ بحر تقارب میں بروزن فعولن فعولن فعولن فعول ہے وزن غیر حقیقی میں بھی یوں تقطیع ہو سکتا ہے. نہوا اُس فعولن سمایوس مفاعیل اُمیدوار مستفعلان اور جب ایک بحر دوسری بحر کے ساتھ مشتبہ ہو تو جس سے بے تکلّف حاصل ہو اُس بحر سے سمجھنا چاہیئے. شعر (طالب)

روانہ مرے گھر سے جب صنم ہوا | ستم ہوا ستم ہوا ستم ہوا

کہ تقطیع اُس کی چھ مفاعلن سے ہے اگر مفاعلن کو منقول مستفعلن مخبون سمجھیں بحر رجز مسدّس مخبون ہوگی۔ اور اگر مفاعیلن مقبوض اعتبار کریں بحر ہزج مسدس مقبوض ہوگی لیکن مفاعلن مستفعلن سے بعد نقل حاصل ہوتا ہے اور مفاعیلن مقبوض سے بدون نقل لہٰذا اسکو بحر ہزج سے سمجھنا بہتر ہے۔

فصل پنجم

مثال بحور اور اوزان مستعملہ | شعرائے اردو میں واضح ہو کہ بحور دائرہ مختلفہ یعنی طویل و مدید و بسیط و بحور دائرہ موتلفہ یعنی وافر و کامل مستعمل شعرائے عجم نہیں اور شاذ قابل اعتبار نہیں اور دائرہ مشتبہ میں سے مقتضب کم مستعمل ہے۔

سلہ یا بروزن مفاعیل مستفعلن فاعلان سلہ سوائے ایک دو وزن کے بحر کامل ہیں متاخرین ہیں اس سے پہلے مولوی جامی نے شعر کہا ہے تب سے مستعمل ہے مگر صرف سالم سلہ یعنی فارسی و ترکی و اُردو

بحر ہزج | مثمن سالم مفاعیلن آٹھ بار۔ شعر (ناسخ)

مرا سینہ ہے مشرق آفتابِ داغِ ہجراں کا ‌ ‌ طلوعِ صبحِ محشر چاک ہے میرے گریباں کا

اس وزن میں اگر کوئی رکن سالم اور کوئی مسبغ لائیں تو جائز ہے۔ شعر (لطف)

دکھادیں بے ستونِ چرخ کا عالم تجھے فرہاد ‌ ‌ جو ملجائے ہمیں بھی کارفرما کوئی شیریں سا

مثمن مقبوض مفاعلن آٹھ بار۔ شعر (بہادر سنگھ کام بدایونی)

یہ تھوڑی تھوڑی مے نہ دے کلائی موڑ موڑ کر ‌ ‌ بھلا ہو تیرا ساقیا پلادے خم نچوڑ کر

مثمن اخرب[1] مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن۔ شعر (امانت)

بھولا ہوں جہاں کو میں سرشار اسے کہتے ہیں ‌ ‌ مستی سے نہیں غافل ہشیار اسے کہتے ہیں

مثمن اخرب مکفوف مقصور الآخر یا محذوف الآخر مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل یا فعولن اجتماع دونوں وزن کا ایک شعر میں جائز ہے۔ شعر (ذوق)

ہے بادہ کشوں کے لئے اک غیب سے تائید ‌ ‌ زاہد جو دعا مانگتا باراں کے لئے ہے

اس وزن میں اگر صدر یا ابتدا اخرم اور اُس کے بعد اخرب یعنی مفعولن مفعول لاویں تو جائز ہے۔ شعر (ظفر)

مستغنی تو کونین سے رکھ اپنے ظفر کو ‌ ‌ محتاج نہ کر حیدرِ کرار کسی کا

مثمن مقصور محذوف مفاعیل مفاعیل مفاعیل فعولن۔ شعر (المولف)

اگر دل ہے ترا صاف تو کیوں مجھ سے خفا ہے ‌ ‌ مجھے صاف یہ بتلادے کہ کیا میری خطا ہے

اس وزن میں اگر سب مفاعیل آویں جائز ہے اور اگر بجائے مقصور کے مکفوف یعنی مفاعیل بضم لام آئے جائز ہے جیسے مثال مذکور میں باقی اوزان

---

[1] صدر ابتدا اخرب ہے عروض و ضرب سالم حشو میں ایک رکن اخرب ایک سالم۔ ۱۲

ج کے رباعی کی بحث میں درج ہیں۔ مسدس مقصور العروض
ضرب یا محذوف الاخیرین یعنی مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل یا
عولن اجتماع اِن دونوں کا ایک شعر میں جائز ہے۔ شعر (راحت)
ب فرقت میں بیتابی سے ہردم جلا کرتا ہوں مثلِ شمع کافور
سدس مقصور محذوف مفاعیل مفاعیل فعولن۔ شعر (ہوشیار)
ملارِ شاکِ شکر کا ہے ترا لب کرے کارِ مسیحا ہے ترا لب
ار سب مفاعیل آویں تو جائز ہے مسدس اخرب مقبوض محذوف
الآخر یا مقصور الآخر و مسدس اخرم اشتر محذوف یا مقصور الآخر
یعنی مفعول مفاعلن فعولن۔ یا مفاعیل و مفعولن فاعلن فعولن۔ یا مفاعیل
جتماع ان چاروں کا جائز ہے۔ شعر (نسیم)
...ں کا سرود و رقص کیا ہے پریوں کا ناچ دیکھنا ہے
...ں نے دئے تھے چار فرزند (دولہ) دانا عاقل ذکی خردمند
رع اول و دوم و سوم و چہارم وزن اول و دوم و سوم و چہارم پر ہے
بحر رجز مثمن سالم مستفعلن آٹھ بار۔ شعر (ناسخ)
زنداں میں بھی کوچہ ترا اے یار آتا ہی نظر بلبل قفس میں ہے دے گلزار آتا ہی نظر
مثمن مطوی مخبون مفتعلن مفاعلن چار بار۔ شعر (جرأت)
پھرتا ہوں تجھ بغیر میں ہو کے دوانہ ہو بہو شہر بشہر دہ بدہ خانہ بخانہ کو بکو
بحر رمل مثمن سالم۔ فاعلاتن آٹھ بار۔ شعر (ظفر)

بعض شعرائے فارسی نے اس کو مضاعف مستعمل کیا ہے یعنی ۱۶۔ رکن کا شعر مگر اردو میں مستعمل نہیں۔

ہم ظفر ہیں اُسپہ مفتوں خوار و رسوا نار و محزوں — وہ یہ مانے یا نہ مانے وہ یہ جانے یا نہ جانے

مثمن مخبون فعلاتن آٹھ بار۔ شعر (ظفر)

ہَے دنیا یوہیں یک یک کے عبث جان کھپائی — نہ دیا منزلِ عقبےٰ کا مجھے رستہ دکھائی

اس میں اگر صدر و ابتدا سالم آوے تو جائز ہے مثمن محذوف یا مقصور

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن یا فاعلات۔ شعر (منیر)

اس طرح دلکو محبت تجھ سے ہی اے شعلہ رو — جس طرح آتش سے رکھتا ہی سمندر اختلاط

عروض محذوف ضرب مقصور ہی مثمن مشکول فعلات فاعلاتن چار بار شعر (انشا)

مجھے کیوں نہ آئے ساقی نظر آفتاب اُلٹا — کہ پڑا ہے آج خم میں قدحِ شراب اُلٹا

مثمن مخبون مقصور یا محذوف یا مسبغ مقطوع یا ابتر یعنی فاعلاتن فعلاتن

فعلاتن فعلات یا فعلن بکسر عین یا فعلان بسکون عین یا فعلن بسکون عین شعر (لا اعلم)

گر اٹھائے مرے مدفن پہ وہ تکبیر کے ہاتھ — چوم لوں اُس بتِ رعنا کے کفِ حِبر کے ہاتھ

شہر سے گاہ نکل جاتا ہوں صحرا کی طرف — (ذکی) صورتِ سیل کبھی جاتا ہوں دریا کی طرف

راہ پر لائیے جسکو وہی رہزن ہو جائے — (ولہ) دوستی کیجئے جس سے وہی دشمن ہو جائے

چین اس دلکو نہ اک آن ترے بن آیا — (ہدایت) دن گیا رات ہوئی رات گئی دن آیا

اِن چاروں کا اجتماع جائز ہے اور ان میں اگر صدر و ابتدا مثل حشو

کے مخبون آجائے تو جائز ہے۔ شعر (امانت)

نہ کسی بحر لطافت پہ کرے چشم کو وا — حلقۂ گیسوئے محبوب ہے گرداب بلا

صدر مخبون ہے مسدس مقصور یا محذوف فاعلاتن فاعلات

یا فاعلن اجتماع جائز ہے۔ شعر (غالب)

پھر ہوا مدحت طرازی کا خیال — پھر مہ و خورشید کا دفتر کھلا

مسدس مخبون مقصور یا محذوف یعنی فاعلاتن فعلاتن فعلات
یا فعلن۔ شعر (غالب)

کچھ تو دے اے فلک نا انصاف — آہ فریاد کی رخصت ہی سہی

اور عروض و ضرب اگر ابتر یا مسبغ مقطوع لائیں صدر و ابتدا بھی اگر
مخبون لائیں جائز ہے۔ شعر (ولہ)

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے — کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

عروض ابتر ہے۔ شعر (ولہ)

غلطی ہائے مضامیں مت پوچھ — لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں

صدر مخبون اور ضرب مسبغ مقطوع ہے۔

بحر سریع بحر سریع مطوی موقوف یا مکسوف. مفتعلن مفتعلن فاعلات یا فاعلن۔ شعر

ہم نے کیا تجھ پہ دل و جان نثار (طالب) — تو نہ ہوا ہائے دل و جان سے یار

دیکھا دم نزع دلارام کو (ذوق) — عید ہوئی ذوق وے شام کو

اجتماع جائز ہے اور اگر بجائے ایک یا دونوں مطوی یعنی مفتعلن کے
مقطوع یعنی مفعولن آئے جائز ہے۔ شعر (المولفہ)

پوچھ نہ کچھ مجھ سے کہ ہے کیا ہوا — دل مرا تجھ پر ہے شیدا ہوا

رکن حشو مقطوع ہے اور اگر مصرع دوم یوں ہو۔ ع

دل مرا تجھ پر شیدا ہوا

تو دونوں مقطوع ہیں اور اسی تغیّر کو عوام سکتہ کہتے ہیں۔

مطوی مقطوع مجدوع[1] مفتعلن مفعولن فاع۔ شعر (طالب)

ہے سراپا حسن اور ناز — میں ہوں مجسم سوز و گداز

اس وزن میں بجائے مقطوع یعنی مفعولن کے لانا مکفوف یعنی مستفعل مضموم اللام کا جائز ہے جیسے مصرع ثانی میں اور نیز بجائے مجدوع یعنی فاع کے منحور یعنی فع لانا جائز ہے مخبون مکسوف مستفعلن مستفعلن فعولن۔ شعر (لا اعلم)

اے دل نہ جا زلفوں میں اُس صنم کی — ہر چین اُس کی قید ہے ستم کی

بحر منسرح | بحر منسرح مثمن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات۔ شعر (سودا)

سُننے سمجھنے کو بات حق نے دیئے گوش و ہوش

حق بطرف جس کے ہو آج نہ رہیو خموش

اس وزن میں اگر بجائے مفعولات مطوی موقوف یعنی فاعلات کے مکشوف بشین معجمہ یعنی فاعلن واقع ہو تو جائز ہے جیسے مصرع دوم کے حشو میں اور اگر رکن مستفعلن میں بجائے مطوی یعنی مفتعلن کے مقطوع یعنی مفعولن کسی جگہ واقع ہو تو جائز ہے اور بجائے مفتعلن کے مفاعلن آوے تو جائز ہے۔ شعر (لا اعلم)

حال دل خستہ آہ میں نے جو اُن سے کہا — تو بولے یہ چپ ہی رہ سننے کی طاقت کہاں

---

[1] یہ بحر سریع مطوی مقطوع مجدوع یعنی مفتعلن مفعولن فاع متقارب مثمن اثرم یعنی فاع فعولن فاع فعول سے ہموزن ہے اور فرق ایک حرکت کا ہے وہ دونوں میں جائز ہے۔ ۱۲

مصرع دوم کا وزن یہ ہے۔ مفاعلن فاعلن مفتعلن فاعلان۔ مثمن مطوی منحور۔ مفتعلن فاعلات مفتعلن فع۔ شعر (غالبؔ)

آکہ میری جان کو قرار نہیں ہے طاقت بیداد انتظار نہیں ہے

اگر عروض وضرب بجائے منحور یعنی فع کے مجدوع یعنی فاع لائیں جائز ہے۔ اور اگر بجائے مطوی یعنی مفتعلن کے مقطوع یعنی مفعولن آوے تو بھی مضائقہ نہیں۔

بحر مضارع | بحر مضارع[1] مثمن اخرب مفعول فاع لاتن چار بار۔ شعر (ذوقؔ)

ہم ہیں غلام انکے جو ہیں وفا کے بندے اسکو یقین جانو گر ہو خدا کے بندے

اس میں اگر عروض ضرب مسبغ آئے یعنی فاعلیان تو جائز ہے۔ شعر (میر دردؔ)

مرتا نہیں ہوں کچھ میں اُس سخت دل کے ہاتھوں
پیٹتا ہوں آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھوں

اور اگر اس وزن میں رکن فاع لاتن کا حشو میں ایک جا سالم اور ایک جا مکفوف یعنی فاعلات اور بجائے مفاعیلن مفاعیل آئے جائز ہے شعر

ظالم نہیں ہے الفت دل میں ترے ذرا بھی رحم آیا کچھ نہ تجھکو ترے عشق میں مرا بھی (طالبؔ)

بروزن مفعول فاعلات مفاعیل فاع لاتن مثمن اخرب اخذ مفعول فعلن چار بار۔ شعر (انشاؔ)

دست جنوں سے اے وائے ویلا سونے نہ پائے ٹک پاؤں پھیلا

مثمن اخرب مکفوف محذوف یا مقصور مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن یا فاع لات۔ شعر (غالبؔ)

---

[1] بحر مضارع میں یا دو نوں میں مراقبہ ہے یعنی ثبوت یا سقوط دونوں کا معاً جائز نہیں ۱۲۔

جلتا ہوں اپنی طاقت دیدار دیکھکر کیوں جل گیا نہ تاب رُخ یار دیکھکر
پر اڑ کے جا پہنچتا کہیں سے کہیں ہوں میں (ذوق) ہوں طائر خیال نہ پر ہیں نہ میرے بال
اجتماع جائز ہے اور اگر فاع لاتن اور مفعول دونوں حشو میں سالم لائیں
جائز ہے۔ شعر (لمولفہ)
میرا جگر تو دیکھو اللہ کی پناہ[۵۱] یہ ظلم اُس کے دل پہ اٹھانا ہمیشہ آہ
مثمن مکفوف مقصور یا محذوف مفاعیل فاعلات مفاعیل فاعلات یا فاع لن شعر
نجا زلف یار میں نجا زلف یار میں (لااعلم) جو اس میں ہے کب ہے زہر دلا دیکھ مار میں
بحر مجتث | بحر مجتث[۵۲] مثمن مخبون مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن شعر
عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہیں ہم آگے
(غالب) کہ اپنے سائے سے سر پاؤں سے ہے دو قدم آگے
بجائے فعلاتن کے مفعولن جائز ہے اور یہ سکتہ ہے۔ مثمن مخبون
محذوف یعنی مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن۔ اگر عروض و ضرب ابتر
یعنی فعلن بسکون عین یا مخبون مقصور یعنی فعلان بحرکت عین یا
مقطوع مسبغ یعنی فعلان بسکون عین آئے تو مضائقہ نہیں شعر (شرر)
تمام سبزہ بیاباں کا زعفراں ہوتا ہوا ہوں زرد یہ غم سے کہ ٹوٹتا جو کبھی
گئے ہیں چند قدم پیشتر در و دیوار (غالب) نہیں ہے سایہ کہ سنکر نوید مقدم یار
اگر حشو میں بجائے فعلاتن کے مفعولن آوے تو جائز ہے۔ شعر (لااعلم)

---

[۵۱] اور اُس کو سکتہ کہتے ہیں [۵۲] بحر مجتث کے مس تفع لن میں سین اور نون
میں معاقبہ یعنی دونوں معاً ساقط نہیں ہوتے۔ ۱۲

حضورِ داغِ سوزاں ہے آفتاب خجل اور اشک سے بھی ہے رنگ شراب ناب خجل

مصرع اول کے حشو میں مفعولن ہے۔

بحر خفیف | بحر خفیف مخبون فاعلاتن مفاعلن فعلاتن۔ شعر (طالب)

سوز دل شرح گر کردن سر محفل دامن شمع تر کردن سر محفل

مخبون محذوف یعنی فاعلاتن مفاعلن فعلن۔ عروض وضرب اگر ابتر یعنی فعلن بسکون عین یا مخبون مقصور یعنی فعلان بحرکت عین یا مخبون مقصور مشعث یعنی فعلان بسکون عین آئے تو جائز ہے شعر (غالب)

دل ہوائے خرام ناز سے پھر محشرستان بے قراری ہے

واعظا چھوڑ ذکر نعمت خلد (ذوق) کر شراب وکباب کی باتیں

بحر مقتضب | بحر مقتضب مثمن مطوی۔ فاعلات مفتعلن چار بار۔ شعر المولفہ

تجھ بغیر رشتاب پری کب خوش آئے سیر چمن گل ہیں خار دلکو مرے دیتے ہیں زیادہ الم

مثمن مطوی مقطوع فاعلات مفعولن چار بار۔ شعر (رنگین)

عشق میں تیرے مرا رنگ زعفرانی ہے ضعف ہے رفیق اپنا یار ناتوانی ہے

اس بحر میں کبھی کبھی ایک حرف حشو میں زائد آجاتا ہے اسکو مرجوف مروج کہتے ہیں جیسے ؏ کر رہا ہوں میں فریاد کوئی بھی نہیں سنتا

حرف دال زائد ہے۔

۱؎ جو لوگ اس وزن کو ہزج مثمن اشتر سمجھتے ہیں غلطی پر ہیں کیونکہ اس شعر مہری شیرازی میں

در فراق او مہری فرض کن کہ شبہا را بیتواں بر درآورد روز را کسے چہ کند

کی تقطیع میں رکن آخر مفاعلتن آتا ہے نہ مفاعیلن کہ بجائے مفاعلتن کے مفاعیلن آسکتا ہے اور بجائے مفاعیلن کے مفاعلتن غیر ممکن۔ ۱۲

بحر کامل | بحرِ کامل مثمن سالم متفاعلن آٹھ بار۔ شعر (جرأت)

جو چمن میں گذرے تو اے صبا تو یہ کہیو بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

اگر عروض و ضرب مذال ہو مضائقہ نہیں۔ شعر (وحشت)

تری چشم کے جو مریض ہیں بجز اجل کے اُنکی دوا نہیں
ہو معالج اُنکا مسیح بھی تو اُنھیں اُمید شفا نہیں

اور اگر کسی جگہ بجائے متفاعلن سالم کے مضمر یعنی مستفعلن آجائے مضائقہ نہیں۔ مثمن مضمر متفاعلن مستفعلن چار بار۔ شعر (طالب)

نہ ہوئی کبھی مجھ سے خطا نہ ہوا کرو مجھ پر خفا — نہ دیا کرو تم گالیاں نہ کیا کرو مجھ پر جفا

اس میں اگر عروض و ضرب مضمر مذال ہو تو جائز ہے۔

بحر بسیط | بحرِ بسیط مثمن سالم مستفعلن فاعلن چار بار۔ شعر (ولایت علی گویا)

میں نے کہا آ صنم اپنے نہ گھر جا صنم — تو ہے خفا کیا صنم میری قسم کھا صنم

بسیط مثمن مخبون مفاعلن فعلن چار بار۔ شعر (ولہ)

دکھا دے شکل ذرا صنم برائے خدا — یہ ہے سوال مرا گلا رہے نہ ذرا

یہ مسدس مطوی مفتعلن فاعلن مفتعلن۔ شعر (ولہ)

دیکھ کے تجھکو پری ایک ذری — آگئی مجھ کو وہیں بیخبری

بحر طویل | بحرِ طویل مثمن سالم فعولن مفاعیلن چار بار۔ شعر (طالب)

نہیں ہے زبان ہمدم کریں کیا گلا یعنی
کہاں ہے دہن اُس کے جو بولے کبھو جانی

بحر وافر | بحر وافر مثمن سالم مفاعلتن آٹھ بار۔ شعر (طالب)

ٹکرا کے کہا بھلا بے بھلا خفا جو ذرا ہوا وہ صنم
مرا ابھی ذرا گلہ نہ ہا ہمنسا جو گیا مجھے یہ ستم

اگر دو ایک جگہ بجائے سالم کے معصوب یعنی مفاعیلن لاویں مضائقہ نہیں مگر سب جگہ نہ چاہئے ورنہ بحر ہزج سے مشتبہ ہو جاوے گی۔

بحر متقارب | بحر متقارب مثمن سالم فعولن آٹھ بار۔ شعر (ذوق)

چھنی تونے افشاں جو اے مہ جبیں ہے
ستاروں میں کیا کیا جیاں اور چیں ہے

مثمن مقصور یا محذوف فعولن فعولن فعولن فعول یا فعل شعر (میر حسن)

کدھر ہے تو اے ساقی گلعذار
مرا غم سے دل ہو گیا خار خار

اجتماع جائز ہے متقارب مثمن اثلم فعلن فعولن چار بار۔ شعر (طالب)

اے وائے قسمت دیکھا نہ تجھکو
حسرت رہ گئی تا مرگ مجھکو

مثمن مقبوض اثلم مقصور فعول فعلن چار بار۔ شعر (ولہ)

تڑپ رہا ہوں ہیں نیم لبسمل
خبر لے میری شتاب قاتل

بحر متدارک | بحر متدارک مثمن سالم۔ فاعلن آٹھ بار۔ شعر (ولہ)

سلہ اگر عروض و ضرب مسبغ آوے مضائقہ نہیں۔ شعر (سر سبز)
ہیں روتا ہوں سر سبز آتی ہے جب یاد
وہ صورت مجھے پیاری پیاری کسی کی

سلہ یہ بحر یعنی متدارک مثمن مقطوع صورت ناقوس سے ملقب ہے جابر عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ چلے جاتے تھے ایک ترسا ناقوس بجاتا تھا حضرت نے فرمایا کہ ناقوس کہتا ہے حقا حقا حقا + صدقا صدقا صدقا صدقا اور بھی چند شعر بے اعتباری دنیا میں پڑھے۔

کیا کروں ہیں گلا یار نے کیا کیا دل مرا چھین کر مفت ہی لے لیا

بعض رکن کا نذال آنا درست ہے جیسے ع

شب کو رشک زلف سے مہ کو رخ رو سے

مثمن مخبون فعلن بکسر عین آٹھ بار۔ شعر (ظفر)

مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا ترا یوں ہی میں دوست یگانہ رہا

مثمن مقطوع فعلن بسکون عین آٹھ بار۔ شعر (طالب)

ہردم کرتا ہوں زاری دیکھی بس بس تیری یاری

فائدہ بعض شعرائے عجم اور فصحائے ہند نے آٹھ سے زیادہ رکن کے بھی اشعار کہے ہیں جیسے شعر ظفر کا معشر یعنی دس رکن کا شعر

ہو کے خاک اپنا مٹا دینا جسے منظور ہو وہ خاکسار

خاک رہ ہو خاک پا ہو یہ بھی ہو اور وہ بھی ہو اور کچھ نہ ہو

بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یا فاعلن اور بعض بحور کا مضاعف استعمال کیا ہے جیسے بحر ہزج مثمن سالم مضاعف شعر

چمن میں وہ نگار سبزہ خط گیسو پریشاں راست قد خوش چشم مہ سیما جو آکر جلوہ گر ہوئے

بنفشہ جا پڑے سودا میں سنبل پیچ کھائے پا بگل شمشاد نرگس زرد گل جاک جگر ہوئے

رمل مثمن مخبون مضاعف یعنی فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن ع

آہ وہ یار ستمگار جفا جو ہے کہ جوں بادِ بہار آن کے اک آن میں لیتا ہے چھپا رو

متقارب مثمن سالم مضاعف۔ شعر (ذوق)

تمنا نہیں ہے کہ امداد دلکو طپش کا صبا ہو کہ مرد قلق ہو
یہی حق ہی قاتل اگر حق دلائے یہ بسمل ترے پاؤں پر جان تحق ہو

متقارب مثمن مقبوض اثلم مضاعف۔ شعر (ہوش)

سوائے اندوہ و یاس و حرماں ہوا نہ حاصل جہاں سے ہم کو
اُٹھائیں کاندھے پہ بار ہستی سفر ہے بہتر یہاں سے ہم کو

فعول فعلن آٹھ بار۔ متقارب مثمن اثلم مضاعف بطور دیگر۔ شعر (المولف)

سنبل پیچاں ہیں ترے گیسو نرگس شہلا ہیں تری آنکھیں
لالۂ حمرا ہے ترا عارض سرو خراماں ہے ترا قامت

متدارک مثمن مخبون مضاعف۔ شعر (شرر)

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے
گئے دونوں جہان کے کام سے ہم نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

فعلن سولہ بار متدارک مثمن مقطوع مضاعف فعلن ساکن العین سولہ بار شعر

دور بہت بھاگو ہو ہم سے سیکھے طریق غزالوں کا
وحشت کرنا شیوہ ہے کچھ اچھی آنکھوں والوں کا
(میر تقی)

اس میں بعض جا مخبون آیا ہے۔ منسرح مطوی مقطوع منحور مضاعف

شعر (تراب)

باد خزاں کے قدموں سے باغ ہوا تھا خارستاں
دم سے ترے اے باد صبا آگ لگی گلشن میں ہے

عوام اکثر بحور مضاعف کو بحر طویل کہتے ہیں۔

فصل ششم

سوائے بحور شانزدہ گانہ مذکور الصدر کے دیگر بحور کہ ایجاد متاخرین ہیں چونکہ اکثر غیر مستعمل اور بحور قدیم سے بادنی تفاوت حاصل ہو سکتی ہیں لہذا مشرح بیان اُن کا نہیں کیا مجملاً نام اُنکے لکھتا ہوں اوّل قریب مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن دو بار دوم جدید یا غریب فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن دو بار سوم مشاکل فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن دو بار سوائے اس کے بعض اہل عروض نے دائرہ مختلفہ سے سوائے طویل مدید بسیط کے بحر عریض و عمیق کو انفکاک کیا ہے یعنی مفا سے شروع کر کے مفاعیلن فعولن چار بار عریض اور لن فعو سے شروع کر کے لن فعولن مفاعی بروزن فاعلن فاعلاتن چار بار بحر عمیق اور بعض اہل عروض پارسی مثل بہرام سرخسی و بزرجمہر قمی وغیرہ نے بحور نوزدہ گانہ مذکور سے نو بحریں[۱] اور استخراج کی ہیں اور کہتے ہیں کہ دائرہ اُس کا عبد اللہ قرشی نے ایجاد کر کے منعکسہ نام رکھا اوّل صریم مفاعیلن فاع لاتن فاع لاتن دو بار دوم کبیر مفعولات فعولات مستفعلن دو بار سوم بدیل مستفع لن مستفع لن فاع لاتن دو بار چہارم قلیب فاع لاتن فاع لاتن مفاعیلن دو بار۔ پنجم حمید مفعولات مستفعلن مفعولات دو بار ششم صغیر مستفع لن فلع لاتن

---

[۱] مفصل بیان انکا کتب متداولہ مثل غایت العروضین بہرام سرخسی و رسالہ محمد بن عیش عروضی میں موجود ہے ومن شاء یطلع علیہ فلیرجع الیہ ۱۲۔

مستفعلن دو بار ہفتم صمیم یا اصم فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن - ہشتم سلیم مستفعلن مفعولات مفعولات دو بار - نہم حمیم فاع لاتن مستفع الن مستفعلن دو بار اور سوا ے اس کے عاشق طاوق نامی ایک شخص نے ہمعصران امیر خسرو دہلوی سے رسالہ جامع الصنائع مصنفہ اپنے میں تین بحریں اور ایجاد کی ہیں اور دو رکن بھی تازہ پیدا کئے ہیں متفاعلتن اور مفعولاتن اور غور سے معلوم ہوگا کہ متفاعلتن اجتماع دو فعلن بکسر عین کا ہے اور مفعولاتن دو فعلن بسکون عین کا ہے کہ متدارک مخبون اور مقطوع ہیں وہ تین بحریں یہ ہیں - اول رکفت متفاعلتن آٹھ بار دوم زلل مفتعلاتن آٹھ بار سوم اوف مفعولاتن آٹھ بار اور علاوہ ازیں اور بھی بحریں ہیں - خبب مفعول فعلان چار بار مواسع فاعلتن مفعول فعولن چار بار - مرکن مفعول مفاعیل فعولن فعلاتن دو بار -

باب پنجم

علم قوافی

فصل اوّل

تعریف قافیہ وحروف قافیہ کے بیان میں | واضح ہو کہ قافیہ[۱] اصطلاح

---

[۱] قافیہ مشتق قفا او قفو سے ہے جس کے معنی لغت میں پیچھے کسی کے جاتا - ۱۲

ہیں عبارت ہے ایک[۱] یا چند حروف معین غیر مستقل[۲] سے کہ اُن کو آخر مصرع یا بیت[۳] میں الفاظ مختلفہ[۴] میں لائیں اور وہ نو حرف ہیں اول روی[۵] کہ اصل قافیہ ہے یعنی روی قافیہ میں ضرور ہوگا اور حرف نہوں اور چار حرف یعنی ردف قید تاسیس دخیل روی سے قبل آتے ہیں اور چار حرف یعنی وصل خروج مزید نائرہ بعد روی کے واقع ہوتے ہیں پس ردف[۶] عبارت ہے حروف مدہ یعنی الف و واؤ و یاے تحتانی سے کہ بدون واسط حرف متحرک کے قبل روی سے واقع ہو اور حرکت ماقبل اُن کے مطابق یعنی ماقبل الف فتح اور ماقبل واؤ ضمہ اور ماقبل یا کسرہ ہو شعر

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آئے (غالب) جاں کالبد صورت دیوار میں آئے

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا (ولہ) کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

---

[۱] ابو یعقوب سکاکی نے مفتاح میں اقوال مختلف تعریف قافیہ میں لکھے ہیں منجملہ اُن کے قول خلیل ابن احمد کا ہے کہ حد قافیہ کے حرف آخر بیت سے ہے اُس ساکن تک جو اُس سے قبل اور نزدیک ہو اور اُس ساکن کے ماقبل کا متحرک بھی داخل حروف قافیہ ہے اور قول ابوالحسن اخفش کا ہے (کلمہ آخر بیت کا تمام داخل قافیہ ہے اور بعض کے نزدیک صرف حرف روی قافیہ ہے مگر قول خلیل کا مرجح ہے۔
[۲] غیر مستقل کی قید اس لئے ہے کہ اگر مستقل ہو تو ردیف ہو جاویگی [۳] آخر میں تب جبکہ ردیف نہ ہو اور حالت ردیف قبل ردیف کے جو حکم آخر میں ہے [۴] مثنوی یا مطلع غزل و قصیدہ کے ہر مصرع میں اور دیگر ابیات غزل و قصیدہ کے ہر بیت کے آخر میں [۵] الفاظ ہموزن میں نہ مختلف الوزن میں جیسے کار و خیر [۶] الفاظ مختلف خواہ بحسب لفظ و معنی دونوں کے مختلف ہوں جیسے شہر و نہر خواہ صرف لفظ میں مختلف معنی میں متحد جیسے زبان و لسان خواہ صرف معنی میں مختلف جیسے قرار بمعنی عہد و آرام [۷] بفتح راے مہملہ و کسر واؤ و یاے تحتانی مشدد نام اُس رسّی کا ہے جس سے بار شتر کا باندھتے ہیں اور نیز بمعنی برہم تابندہ ریسمان [۸] روی اکثر حرف اصلی ہوتا ہے جیسے دال درد و زرد کی کبھی حرف زائد کو حکم اصلی میں اعتبار کرتے ہیں جیسے قافیہ یاری و ناری کا اگرچہ دوم میں یاے اصلی ہے اور اول میں زائد مگر چونکہ مقابل اصلی کے واقع ہے لہذا اسکو روی اعتبار کیا اور روی سے اول کے چار حرف بھی حروف اصلی کلمہ کے ہوتے ہیں اور بعد کے چار حرف زائد [۹] ردف بکسر را و سکون دال مہملتین جو چیز پیچھے کسی چیز کے ہو۔ ۱۲

(ولہ)

شب کہ وہ مجلس فروزِ خلوت ناموس تھا ۔ رشتۂ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا[۱]

اور اگر درمیان ردف اور روی کے ایک ساکن واقع ہو بعض اُسکو داخل ردف سمجھکر ردف زائد یا مرکب کہتے ہیں اور محقق طوسی نے داخل روی سمجھکر اُس کو روی مضاعف لکھا ہے اور وہ چھ[۲] حرف ہیں سؔ شؔ رؔ فؔ[۴] خؔ[۵] نؔ س کی مثال جیسے راست کاست دوست پوست زیست چیست علیٰ ہذا القیاس باقی حروف جیسے گوشت کارد کوفت تاخت چاند اور قافیہ دف واؤ و یائے معروف و مجہول[۳] کا بعض اساتذہ فارسی کے کلام میں پایا جاتا ہے[۴] لیکن احتراز بہتر ہے اور شعرائے اُردو ہیں تو محض ناجائز شعر کرتے اس کو لگی نہ ذرہ دیر ۔ (سودا) مہر و مہ کو بشکل نان پنیر

(ولہ)

ہوا دیکھ جسے اں صغیر و کبیر ۔ جب آگے سے اُٹھ کھاگئے قالیں کے شیر

(ذوق)

گر لکھوں مضمون اپنے نالۂ پُرشور کا ۔ ہو ل صریر خامہ سے ہیں کام بانگِ صور کا

قید[۵] اور کوئی حرف سوائے حروف مدہ کہ قبل روی سے ساکن واقع ہو۔ جیسے ابر صبر ستر چتر نشر کشتر اجر فجر بحر نجر بخت تخت ۔ حاذر ۔ قدر ۔ عذب جذب درد ۔ مرد ۔ درد ۔ مزد ۔ مست پست چشم پشم ۔ وصل ۔ فصل ۔ وضع ۔ ارضع ۔ نطع

---

[۱] اور ایسی روف کو روف مفرد یا حروف اصلی کہتے ہیں ۔ [۲] محقق طوسی نے سوائے چھ حرف مذکورہ کے زا مثلثہ کو بھی شمار کیا ہے مثال اسکی فترک بمعنی عشق پیچہ اور رغزد بدال مہملہ مضارع غژیدن قسمے از نشست لکھی ہے [۳] بعض نے الف میں بھی معروف و مجہول لکھا ہے جیسے قافیہ خواب و تاب کا کیونکہ اب میں فتحہ میں ضمہ کی بھی بو ہے [۴] مگر جامی کے نزدیک عیب ہے ایسی جگہ مجہول کو بھی معروف پڑھنا چاہیے جو یا کہ امالہ الف سے پیدا ہوئی ہو اُسکا قافیہ ناجائز ہے [۵] محقق طوسی نے قید کو بھی روف میں داخل کیا اور تعریف ردف کی یہ لکھی ہے کہ حرف ساکن جو قبل روی سے بیواسطہ ہو خواہ مدہ خواہ غیر مدہ ۔ ۱۲

قطع نظم کظم۔ جعد۔ رعد۔ مغز۔ نغز۔ ہفت۔ رفت۔ عقل۔ نقل۔ ذکر۔ فکر۔ حلم۔ علم۔ امر۔ جمر۔ پند۔ بند۔ دور۔ جور۔ قہر۔ زہر۔ سیمر۔ خیبر۔ واضح ہو کہ مثال واؤ و یا میں ما قبل کو حرکت موافق اُن کے نہیں ورنہ ردف ہو جاتا۔
حرف تاسیس[۱] وہ الف ساکن ہے کہ قبل روی سے آئے اور مابین اُس کے اور روی کے ایک متحرک جس کو دخیل کہتے ہیں واسطہ ہو جیسے کامل و شامل و تجاہل و تساہل۔ شعر (نسیم)

جس طرح اُفق سے شاہ خاور　　مشرق سے رواں ہوا دلاور

واو حرف دخیل ہے اور اختلاف ردف کا جائز نہیں اور اختلاف تاسیس و دخیل کا اہل عجم کے نزدیک مضائقہ نہیں بلکہ التزام انکا از قسم صنعت لزوم مالا یلزم ہے کیونکہ قافیہ کامل و بسمل کا اور قافیہ عاقل و جاہل و شامل کا جائز ہے۔ شعر (سودا)

بولا اُسوقت ڈیوڑھی کا ناظر　　لگا کہنے کہ کوئی ہے حاضر

مگر عربی میں رعایت حرف دخیل کی واجبات سے ہے۔ اور اختلاف حرف قید کا بھی اگرچہ جائز نہیں مگر شعرائے عجم نے استعمال کیا ہی شعر (سحر) نقشے جیسے ہیں ولیہ مرے نقش ہے وہی

اب دلکشا وہی ہے فرح بخش ہے وہی

خصوصاً بلحاظ قرب مخرج کے شعر

ہیں جسکے آگے سات سمندر بھی ایک لہر　　اُمڈا ہے آنسوؤں کا مری آنکھ سے وہ بحر

احتراز واجب ہے۔ حرف وصل بے فاصلہ بعد روی کے آتا ہے۔

---

[۱] تاسیس بنیاد رکھنا۔ ۱۲

اور اُس کو متحرک کر دیتا ہے جیسے ہاَے نسبت[1] اور یاے مصدر رَی اور حروفِ اضافت و جمع یا علامات صیغ وغیرہ اور علیٰ ہذا القیاس وصل کے بعد خروج اور اُس کے بعد مزید[2] اور پھر نائرہ[3] بترتیب آتے ہیں اور جو حرف بعد نائرہ کے آئے وہ داخل نائرہ ہے اور بقول خواجہ نصیر الدین طوسی کے وہ داخل ردیف ہے خواہ کلمہ مستقل ہو خواہ غیر مستقل مگر باتفاق اکثر علمار ردیف میں مستقل ہونا کلمے کا شرط ہے جیسے جلا دیگا گلا دیگا اسمیں لام حرف روی الف وصل دواؤ خروج یا مزید کاف والف نائرہ شعر

کیا تجلی ہے ترے چاند سے رخساروں پر (مشرر) چاندنی چھٹکی ہے گھر کی تری دیواروں پر

رَے حرف روی واَو وصل نوُن خروج پَر ردیف اور اختلاف ان چاروں حرف کا ناجائز اور علامت شناخت حرف روی و حرف وصل کی یہ ہے کہ وصل کے حذف سے لفظ بامعنی رہتا ہے اور حذف روی سے مہمل۔

فصل دوم

حرکاتِ حروف قافیہ میں | اور وہ چھ ہیں دَس اشباَع توَجیہ حذو مجرَی نفاذ رس[4] حرکت فتحہ حرف راقبل تاسیس کو کہتے ہیں اور اشباع[5] حرکت

---

[1] زبان فارسی میں وصل کے دس حرف ہیں۔ ا۔ ہ۔ ت۔ ی۔ س۔ م۔ ک۔ ن۔ و۔ ش۔ جیسے خداوندا گویدغلامت شرابی خرام ست دلم مردک گفتن کردہ دلش میں [2] مزید بمعنی زیادہ کردہ شدہ [3] نائرہ لغت میں بمعنی رمیدہ گویا یہ حرف درمیان قوافی سے بھاگ کر کنارے پر مقیم ہوا۔ [4] رس لغت میں ابتدا کرنا اور اول تپ اور کسی پوشیدہ چیز کا ظاہر کرنا اور چاہ کہنہ وخراب کے بھی معنی ہیں اسی سے ابتدا حرکات حرف قافیے کی ہے [5] اشباع سیر کرنا۔ ۱۲

حرف دخیل کو۔ شعر (اثر رؔ)

کیا ہو قمر اُس حور شمائل کے برابر ہیں جوتی کے تارے مہ کامل کے برابر

حرکت فتحہ میم و کاف رس اور حرکت کسرہ یا دمیم اشباع ہے اور حذو[1]

حرکت حرف ماقبل روف اور قید کو کہتے ہیں مثال حذو روف۔ شعر

دیوانگی سے دوش پہ زنّار بھی نہیں (غالب) یعنی ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں

مثال حذو قید۔ شعر (ولہ)

ہم سے کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایکدن ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذر مستی ایکدن

اور توجیہ[2] حرکت ماقبل روی کو کہتے ہیں بشرطیکہ روی ساکن ہو اور کوئی

حرف حروف قافیہ سے اُس کے ساتھ نہو۔ شعر (ولہ)

یہ ہم جو ہجر میں دیوار و در کو دیکھتے ہیں کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں

حرکت دال بالتوجیہ ہے اور حرکت حرف روی کو مجریٰ[3] کہتے ہیں جیسے

حرکت تا شعر غالب مثال حذو قید میں اور حرکت حرف وصل کو نفاد[4]

کہتے ہیں۔ شعر (سرور)

غیروں کے ساتھ تم کو وہاں ہمکناریاں ہیں یاں درد پہلو و دل اور بیقراریاں ہیں

اور حرکت خروج و مزید و نائرہ کو بھی نفاد[5] ہی کہتے ہیں اور اختلاف کسی حرکت

کا اُردو میں بہتر نہیں مگر بعضوں کے نزدیک جبکہ حرف روی متحرک ہو

---

[1] حذو بجائے حطی و ذال معجمہ برابر کرنا دو چیز کا [2] توجیہ مُنہ پھیرنا [3] مجری بالفتح جائے روان شدن [4] نفاذ بفتح نون وفاد آخر دال مہملہ بمعنی سپری شدن و قبل بذال معجمہ بمعنی جاری گفتن فرمان [5] مگر متحرک ہونا نائرہ کا شاذ ہے۔ ۱۲

یعنی مع حرف وصل ہو تو اختلاف حذو قید[۱] و توجیہ[۲] و اشباع[۳] کا جائز ہے جیسے[۳] آہستہ و دستہ سکندری عنصری برابری شاطری اور اختلاف توجیہ کا بطریق معروف و مجہول کے جائز ہے جیسے قافیہ ابرو اور دو کا۔

فصل سوم

القاب قافیہ میں روی اگر ساکن ہو اُس کو مقید اور متحرک ہو[۴] اس کو مطلق کہتے ہیں اور یہ دونوں دو دو قسم ہیں یعنی اگر سوائے روی کوئی دوسرا حرف[۵] قافیے میں نہ ہو اُس کو مجرد کہتے ہیں اور اگر اور حرف بھی ہو تو قافیے کو اُس سے منسوب کرتے ہیں مثلاً مقید مجردہ یا مردوفہ[۶] یا موسسہ یا موصولہ علیٰ ہذا القیاس مطلق مجردہ یا مردوفہ یا موسسہ یا موصولہ اور واضح ہو کہ قافیہ اگر حرف قید کے ساتھ ہو اُس کو بھی مردوفہ کہتے ہیں اور اگر مشتمل خروج اور مزید و نائرہ پر ہو اُس کو بھی موصولہ ہی کہتے ہیں۔

---

[۱] بعض نے اس حالت پر اختلاف حذو روف کا بھی جائز لکھا ہے جیسے قافیہ طوسی و فردوسی کا شاعر قدیم لکھتا ہے شعر ہر وزیر و مفتی و شاعر کہ آں طوسی بود چوں نظام الملک و غزالی و فردوسی بود

[۲] مگر اس حالت میں اسکو توجیہ نہ کہنا چاہئے کیونکہ توجیہ اس حالت میں کہی جائیگی جب روی ساکن ہو پس یوں کہنا چاہئے کہ درحالت حرکت روی اختلاف حرکت حرف ماقبل روی کا جائز ہے [۳] شعر

(ناسخ) مجھکو خوش چشموں سے رم مثل غزال جستہ ہے — دام گیسو سے گریزاں اب دل وابستہ ہے
صبح اٹھکر آئینہ دیکھا تو یہ کہنے لگا — صاف اس سے تو ہمارا چہرہ ناشستہ ہے
سبزۂ خط نے یہ بدلا ہے لب جاناں کا رنگ — بیش ازیں عناب جو تھا اندنوں وہ پستہ ہے

(منشی) وگرنہ پہنچتی تمھیں کب شہی — میسر نہ آتی یہ فرماں دہی

(سعدی) اے بادشاہ وقت چو وقتت فرا رسد — تو نیز با گدائے محلت برابری
سوزنی گماں مبر کہ بسر پنجہ است و کتف — تا نفس اگر برائی دانم کہ شاطری

[۴] بسبب شوق وصل کے [۵] قبل کا خواہ بعد کا [۶] مردوف بسکون رو دال مفتوح۔ ۱۲

فصل چہارم

تقسیم القاب قافیہ میں باعتبار حروف ساکن اور متحرک کے۔ اور وہ پانچ[1] قسم ہے مترادف[2] متواتر[3] متدارک[4] متراکب[5] متکاوس مترادف وہ کہ آخر قافیے میں دو ساکن بلافصل واقع ہوں۔ شعر (غالب)

نالہ جز حسن طلب اے ستم ایجاد نہیں ہے تقاضائے جفا شکوۂ بیداد نہیں

متواتر وہ کہ مابین دو ساکن کے ایک متحرک واقع ہو۔ شعر (ولہ)

رہا گر کوئی تا قیامت سلامت پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

متدارک وہ کہ درمیان دو ساکن کے دو متحرک ہوں۔ شعر (میر حسن)

کروں پہلے توحید یزداں رقم جھکا جس کے سجدے کو اول قلم

متراکب وہ کہ درمیان دو ساکن کے تین متحرک واقع ہوں شعر (طالب)

تیغ ابرو سے جو حذر نہ کرے اُسکی آئی ہے موت کیوں نہ مرے

متکاوس وہ کہ درمیان دو ساکن کے چار متحرک واقع ہوں اور یہ ثقیل اور مخصوص عرب[6] ہے۔

[1-5] وف باہم شدن تواتر پیاپے شدن تدارک دریافتن تراکب برہم نشستن تکاوس انبوہ ہے۔ [6] اور یہ تقسیم پنجگانہ ظاہرا حسب مذہب خلیل بن احمد کے ہے کہ اُسکے نزدیک حد قافیہ کے حرف آخر سے ساکن اول ماقبل تک ہے لیکن اس صورت میں حصر حروف قافیہ کا تو نہیں ہوتا بلکہ زائد چاہیے مثلاً قافیہ قیامت وحضرت میں الف و میم وضاد و راداخل حروف قافیہ ہیں اور اُنکا بھی نام کچھ چاہیے تھا حالانکہ کسی کے نزدیک انکا کچھ نام نہیں فتامل ۱۲

فصل پنجم

عیوب قافیہ میں | اول غلو یعنی روی ایک جگہ ساکن دوسری جگہ متحرک لانا۔ شعر

نہ پوچھ مجھ سے کہ رکھتا ہی اضطراب جگر
نہیں ہی مجھکو خبر دل سے لیگیے تا بہ جگر

دوم اکفا[۱] یعنی اختلاف حرف روی کا۔ شعر (امیر حسن)

تعجب سے پوچھا کہ سچ مچ ہے یہ
دیا چھیڑنے کو مرے کچھ ہے یہ

دھیان میں لاتے ہیں جب اُبھری کسی کی گات ہم (علی)
مارتے ہیں تب وہیں چھاتی پہ دونوں ہاتھ ہم

خواہ قافیہ حرف فارسی اور عربی یا ہندی کا جیسے شکٹ وسکٹ ولب وتپ موڑ چھوڑ وغیرہ۔ شعر (جرات)

سخت ہم پر غضب عشق ہے آج
یوم بحرانِ تپ عشق ہے آج

ساق سیمیں کو ترے دیکھ کے گوری گوری (سودا)
شمع محفل میں ہوئی جاتی ہی تھوڑی تھوڑی

خواہ دونوں حرف قریب المخرج ہوں جیسے نکاح۔ گناہ الغیاث التماس شعر

دلکو زبس تصور جاناں سے ربط ہے
تصویر یار آئینۂ دل پہ ثبت ہے

اگر آہن کا ہو معشوق کا دل (عشرت)
یہ عاشق کا اگر ہے جذب کامل

وہ آہن کو بھی بالتخصیص کھینچے
برنگ سنگ مقناطیس کھینچے

واجب الاحتراز ہے۔ سوم سناد[۲] یعنی اختلاف روف اور یہ فارسی ہندی

---

[۱] اکفا بروزن افعال پڑھا کرنا اور منہ پھیرنا [۲] سناد یا اسناد اسکا مادہ مجرد اسند بالکسر ہے بمعنی مردم حرام زادہ اور نیز سناد بالکسر اختلاف و پریشان عقل ہونا اور زیر کسی کے ساتھ بار ہونا۔ ۱۲

میں محض ناجائز ہے البتہ اہل عرب ردف یا۔ اور ردف واو کا قافیہ
درست رکھتے ہیں۔ جیسے جمیل و نزول و منبر و بدر اور نیز اختلاف ردف
زائد کا۔ جیسے گوشت پوست چہارم اختلاف حذو ردف مثلاً قافیہ نور بالضم
و جور بالفتح کا۔ شعر (میر حسن)

محبت نے یہ چاشنی اور دی — کہ میرے تئیں جیتے جی گور دی

پنجم اختلاف حرف قید خواہ بعید المخرج خواہ قریب المخرج جیسے عمرو
شعر و بحر و شہر مثال فصل اول میں گذری ششم اختلاف اشباع جیسے
تجاہل و کاہل اور ان تینوں عیب کو بھی بعض داخل سناد کہتے ہیں ہفتم اقوا[ف۱]
یعنی اختلاف توجیہ و حذو قید کا مثلاً قافیہ دَر اور دُر اور مست اور سُست
کا۔ شعر (سودا)

لکھدیا مجنون کو شیر شتر[ف۲] — کہدیا مستسقی سے جا فصد کر

ترے کوچے سے جو میں آپ کو چلتے دیکھا — جی کبھی تن سے نہ اس طرح نکلتے دیکھا
تیغ تیری کا سدا شکر ادا کرتے ہیں — لبوں کو زخم کے دن رات میں ہلتے دیکھا

(ولہ)

ساقی چمن میں چھوڑ کے مجھکو کدھر چلا — پیمانہ میری عمر کا ظالم تو بھر چلا
عالم تو مر رہا ہے ہر اک آن پر تری — تیغ و سپر کو لیلے کے یہ کس پہ پھر چلا

ہشتم تعدی یعنی حرف وصل ایک جگہ متحرک دوسری جگہ ساکن لائیں اور
بقول سکاکی کے تعدی جب مخل وزن ہو عیب ہے ورنہ نہیں مگر شعرائے عجم

ف۱ اقوا لغت میں تمام ہو جانا توشے کا ہے اور کھل جانا اینٹھ رہی۔
ف۲ شتر بفتحتین۔ ۱۲

کے نزدیک عیب ہے نہم ایطا[۱] جس کہ فارسی میں شایگان کہتے ہیں قافیے میں معنی واحد پر تکرار کلمے کی کرنا اور وہ دو قسم ہے خفی اور جلی خفی وہ کہ تکرار بادی النظر میں معلوم نہ ہو جیسے دانا بینا حیران سرگردان آب گلاب۔ شعر (ظفر)

دیکھے گر چشم تری اے گل شاداب حباب　　شرم کے مارے وہیں بحر میں ہو آب حباب
جہاں راستی چاہیے راستی　　(میر حسن) کجی جس جگہ چاہیے واں کجی

جلی وہ کہ تکرار ظاہر ہو جیسے دردمند۔ حاجتمند۔ ستمگر۔ کارگر۔ چلو۔ رہو۔ بکری۔ مرغی۔ جانا۔ رونا۔ جاتا ہے۔ دیکھتا ہے۔ نیکوتر۔ زیباتر کیونکہ روائد یعنی علامت جمع تانیث یا علامت کسی صیغے کی آخر سے دور کیجائے تو قافیہ درست نہیں رہتا مثلاً درد اور حاجت یا چل اور رہ یا جا اور رو اور دیکھ کا قافیہ نہیں ہو سکتا اور ایطائے خفی متقدمین نے غزل اور قطعے میں بعد سات بیت کے اور قصیدے میں بعد چودہ بیت کے جائز رکھا ہے اور متاخرین کے نزدیک بعد بیس۲۰ و تیس۳۰ بیت کے جائز ہے اور اگر لفظ واحد کو معنی مختلف پر لائیں تو داخل صنائع ہے۔ شعر (امانت)

آبداری سے جو ملو نظر آیا وہ گلا　　رشک کی برق سے کیا جسم صراحی کا گلا

دہم تکرار قافیہ معمول وہ دو قسم ہے ترکیبی و تحلیلی ترکیبی وہ کہ دو لفظ مرکب قافیے دوسرے لفظ کے واقع ہوں۔ شعر (آباد)

---

[۱] ایطا بروزن افعال پامال کرنا شایگان لغت میں بیکار یعنی کار بیمزہ ۔ ۱۲

رنج پہونچاتی ہے فرقت میں کلائی مجھکو آج کل کیا نہیں مدت سے کل آئی مجھکو
خواہ ردیف میں شعر (ظفر)
غم ترا جبکہ دل نشین ہو جائے دل میں پھر کس کے مرحبین ہو جائے
تحلیلی وہ کہ ایک لفظ کے دو ٹکڑے کرکے ایک کو داخل قافیہ
دوسرے کو داخل ردیف رکھیں۔ شعر (نسیم)
موسیٰ کا عصا تھا لٹھ جو اُن کا ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا
کبھی ترکیب و تحلیل کو جمع کرتے ہیں یعنی قافیہ میں تحلیل ردیف میں
ترکیب شعر (المؤلفہ)

داغ سینہ یاں سے ہم پھولوں کی جا لیجائینگے
گلشنِ ہستی میں کیا آئے تھے کیا لیجائینگے
بزم میں اُسکی کبھی تو دخل ہوگا سحر کا
کوئی دن تو غیر محفل سے نکالے جائینگے

اور قافیہ معمول تمام غزل میں ایک دو قافیہ مقبول ہے اگر
مطلع میں ہو تو بھی مضائقہ نہیں[۱]۔ یازدہم تضمین یعنی قافیہ ایسا
ہو کہ معنی مصرعۂ آئندہ پر موقوف ہوں۔ شعر (طالب)
کس روسے نہ جائے دل سے غمِ یار اگر تو مجھکو دکھائے اپنا رخسار مگر
دیکھے نہ رقیب تجھکو زنہار دگر دیکھے بھی نہ کر اُسکی طرف یار نظر
اور واضح ہو کہ ان دو عیب کو متاخرین صنعت جانتے ہیں دوازدہم

---

[۱] لیکن کلام اساتذہ میں ایسے قافیے پانچ چھ تک پائے جاتے ہیں - ۱۲

تغیر یعنی تبدیل قافیہ کا ایک غزل یا قصیدے میں مثلاً قافیہ جسم نم وغیرہ کا ہے بعد چند شعر جام و نام قافیہ کر دیں[۱]

فصل ششم

ردیف[۲] کے بیان میں واضح ہو کہ ردیف کہ ایجاد شعرائے عجم[۳] ہے ایک یا زیادہ کلمہ مستقل کو کہتے ہیں کہ اُس کو آخر مصرع یا بیت کے بعد قافیے کے اکثر لاتے ہیں[۴] اور محقق طوسی کے نزدیک کلمہ غیر مستقل بھی ردیف ہو سکتا ہے اور بقول محقق مذکور اگر ایک کلمہ معنی مختلف پر کئی جگہ واقع ہو وہ بھی ردیف[۵] ہے لیکن باتفاق جملۂ علما ردیف میں لفظ مستقل اور واقع ہونا سب جگہ معنی واحد پر شرط ہے اور جائز ہے کہ تمام مصرع مشتمل قافیہ اور ردیف پر ہو شعر (طالب)

---

[۱] لیکن اگر تبدیل قافیہ کی طرف اشارہ کر دیں تو عیب نہیں جیسا متاخرین اکثر تبدیل قافیہ سے غزل ثانی لکھنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں علیٰ ہذا القیاس تبدیل ردیف پر بھی۔ شعر ظفر

ظفر بدل کے ردیف اور تو غزل وہ سُنا کہ جس کا تجھ سے ہر اک شعر انتخاب ہوا
جگر کا دود ھ سیاہی میں گر سحاب بنا تو دل کا داغ بھی تابش میں آفتاب بنا

[۲] ردیف لغت میں اُس شخص کو کہتے ہیں جو پیچھے سوار کے بیٹھا ہو [۳] اشعار عربی میں ردیف نہیں ہوتی [۴] لانا ردیف کا شعر میں ضروریات سے نہیں بلکہ محسنات سے ہے بخلاف قافیہ کہ لانا اسکا ضرور ہے اور شعر ردیف دار کو مردف کہتے ہیں اور اختلاف ردیف کا جائز نہیں مگر بشرطیکہ اشارہ کر دیں [۵] یہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے جیسے متاخرین میں شائع ہے شعر

ابر فرقت میں نظر آگئی جب دم بدلی دل سے مطلق نہ ہوا اے الم و غم بادلی
اشک کہتا ہے مرے شرط آنکھوں نے باہم بدلی صاف رونے میں ہے یہ دیدۂ پُرنم بدلی

گھر پاس نہیں کہ یار پاس آئے مرے — زر پاس نہیں کہ یار پاس آئے مرے

پہلے ہی کر چکا ہوں طالب قربان — سر پاس نہیں کہ یار پاس آئے مرے

اور اگر ردیف درمیان دو قافیے کے واقع ہو اسکو حاجب کہتے ہیں شعر

کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا — کہیں دل میں جنون ہو کے رہا

باب ششم

اقسام نظم و نثر کے بیان میں

واضح ہو کہ کلام دو قسم ہے نثر اور نظم نثر تین قسم ہے۔ مسجع[1]۔ مرجز[2]۔ عاری[3] اور نظم دس قسم ہے۔ فرد[1]۔ غزل[2]۔ قصیدہ[3]۔ تشبیب[4]۔ رباعی[5]۔ قطعہ[6]۔ مثنوی[7] ترجیع بند[8]۔ مسمط[9]۔ مستزاد[10]۔ فرد عبارت ہے ایک شعر سے جس میں دو مصرع ہوں خواہ مقفیٰ خواہ غیر مقفیٰ لیکن کسی غزل یا قصیدے وغیرہ کی نہو ورنہ قسم علحدہ شمار نہ کیجاتی اور بقول صاحب دریائے لطافت بیقافیہ ہونا اُس کا بھی ضرور ہے کیونکہ وجہ تسمیہ اُس کی خالی ہونا قافیے سے ہے اور متضمن کسی مثل وغیرہ مضمون خاص کے ہو اور اکثر شعرائے متقدمین فرد کہتے تھے۔ فرد (ذوق)

جس جگہ بیٹھے ہیں با دیدۂ نم اُٹھے ہیں — آج کس شخص کا مُنہ دیکھ کے ہم اُٹھے ہیں

(سودا)

تو ٹک جگر تو مرے مرغ نامہ بر کا دیکھ

وہاں اڑے ہی جہاں پر جلیں فرشتوں کے

غزل[1] اون اشعار متفق الوزن والقوافی کو کہتے ہیں، کہ بیان حسن و عشق و صنعت خط و خال معشوق و محاورت و مکالمت محبوب و حدیث وصال و ہجر و عدم صبر و قرار و جور و جفائے یار و ذکر شراب و آوارگی و شوریدگی و شکوہ الم مفارقت و جفائے فلک وغیرہ میں ہو اور سوائے اس کے اور قسم کے مضامین مثل نصیحت و معرفت و وعظ و پند وغیرہ جو بعض متاخرین لکھتے ہیں بیجا ہے اور شعر اول کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہو اور اُسکو مطلع کہتے ہیں باقی اشعار کے مصرع دوم میں قافیہ ہو مصرع اول میں کچھ ضرور نہیں اور شعر دوم کو حسن مطلع یا زیب مطلع کہتے ہیں[2] اور متاخرین شعر آخر غزل میں تخلص یعنی نام فرضی اپنا ضرور ذکر کرتے ہیں گو متقدمین میں کچھ یہ قید نہ تھی اور اُس کو مقطع کہتے ہیں بعض شعرا مطلع میں بھی تخلص ذکر کرتے ہیں[3] اور مقطع میں مکرر اس طرح لاتے ہیں کہ معنی دیگر مفہوم ہوں۔ شعر (جرأت)

کہاں ہے مجھ میں وہ جرأت کہ تمکو جانے نہ دوں

پر اس رکھائی سے مجھ سے نہ تم چھڑاؤ ہاتھ

اور تعداد اشعار غزل کی پانچ ۔ سات ۔ نو ۔ گیارہ ۔ تیرہ و پندرہ ۔ سترہ اور انیس ہے

---

[1] غزل معنی لغوی عورتوں اور کنیزوں سے بات کرنا منقول ہے کہ غزل نام ایک شخص کا ہو کہ کمال سماع دوست و عشق باز تھا تمام عمر عشقبازی زنان اور رندمشربی میں صرف کرتا اور مضامین عاشقانہ اور ذکر حسن و عشق کرتا رہتا غزل اوسی سے منسوب ہے مگر یہ قول کچھ قابل اعتماد نہیں [2] بعض نے زیب مطلع کے دونوں مصرعوں میں ہمقافیہ ہونے کی شرط لگائی ہے۔ [3] شعر (میر)

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے　　اُس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

اور بعض نے ادنیٰ تین بیت اور انتہا ۲۵ شعر لکھی ہے مگر متاخرین فارسی کے کلام میں چالیس سے بھی زیادہ اشعار کی غزل پائی جاتی ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اشعار طاق ہوں جفت نہ ہوں اور غزل کا مضمون ہر شعر کا جدا گانہ ہوتا ہے۔ یعنی اگر ایک شعر میں وصال اور دوسرے میں ہجر کا مضمون ہو یا ایک میں فخر دوسرے میں عجز تو جائز ہے لیکن قدما اکثر صرف ایک ہی مضمون میں غزل کہتے تھے[۵۱] اور یاد رہے[۵۲] کہ اشعار فارسی اور اُردو میں عشق مرد کا مرد پر اور ہندی بھاکھا میں عشق عورت کا مرد پر بیان کیا جاتا ہے پس اگر زبان ریختہ[۵۳] میں دلبر آئی لکھیں ناجائز ہے دلبر آیا لکھنا چاہیے اور اگر کوئی بھی شخص عاشق عورت لکھے تو یہ امر خاص ہے

فقط مثال غزل۔ غزل (جرأت)

بشکل مہر ہی گردش ہے ہمکو سارے دن
جو تم پھر آؤ تو پیارے پھریں ہمارے دن

نہیں ہے تیرے مریضان ہجر کا چارا
اب اپنی زیست کے پھرتے ہیں بیچارے دن

کب اُس سے ہوگی ملاقات ہیں یہ پوچھتے ہوں
ذرا تو دیکھ نجومی مرے ستارے دن

بوصل کیونکہ مبدل ہوں ہجر کے ایام
مگر خدا ہی یہ بگڑے ہوئے سنوارے دن

لگایا روگ جوانی میں کیوں میاں جرأت
ابھی تو کھیل تماشے کے تھے تمھارے دن

---

۵۱ جیسے مسلسل کہتے تھے۔ شعر (آتش)

شب وصل تھی چاندنی کا سماں تھا
بغل میں صنم تھا خدا مہرباں تھا

بجاں خواب کی طرح جو گزر رہا ہے
یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جواں تھا

(ظفر) جہاں ویرانہ ہے پہلے کبھی آباد گھر یاں تھے
شغال اب ہیں یہاں رہتے کبھی بستے بشر یاں تھے

۵۲ سنسکرت و ہندی میں عشق مرد کا عورت پر ۔ ۵۳ انشا نے جو سنہ ۱۸۵۰ء یا سنہ ۱۲۳۴ھ ہجری میں موجود تھا شعر زبان اُردو بے بیگمات میں عشق عورت کا مرد پر ایجاد کیا ہے اور اسکو ریختی نام لیا اور دیوان ترتیب دیا اگرچہ زٹلی و جعفر و سنے پیشتر اس قسم کے اشعار لکھے تھے ۔۱۲

قصیدہ[۱] بعینہ مثل غزل کے ہے صرف فرق یہ ہے کہ غزل میں خصوصیت مضمون کی ہے اور قصیدہ میں عام ہے خواہ حمد خواہ نعت خواہ مدح یا ہجو خواہ حکایت خواہ پند و نصائح خواہ شکایت روزگار وغیرہ ہو اور قصیدہ کم پچیس[۲۵] اور بقول بعض بیس[۲۰] اُنیس[۱۹] یا پندرہ[۱۵] یا بارہ[۱۲] بیت سے نہیں ہوتا اور حد قصیدے کی نہیں لیکن متاخرین عجم نے ایک سو بیس[۱۲۰] اور بقول بعض ایک سو ستر بیت مقرر کی ہے اور اس میں اشعار معانی دقیق بلیغ اور صنائع و بدائع لفظی و معنوی بیان کیے جاتے ہیں کہ جس سے زور طبیعت اور قصد تمام شاعر کا معلوم ہو اور قصیدہ مدح میں دو تین چار مطلع بھی علیحدہ علیحدہ لاتے ہیں اس کو ذوالمطالع کہتے ہیں اور یہ محسنات قصیدہ سے ہے اور اکثر قصیدہ اپنے مضمون سے موسوم ہوتا ہے یعنی اگر ذکر عشق میں ہے تو عشقیہ اگر ذکر بہار میں ہے تو بہاریہ اگر شکایت گردش زمانہ میں ہے تو حالیہ اگر اپنی تعریف میں ہے تو فخریہ یا حرف ردیف سے موسوم ہوتا ہے جیسے ردیف جیم ہے تو جیمیہ اور اگر ردیف میم ہے تو میمیہ یا ردیف سے جیسے ردیف آفتاب ہو تو شمسیہ اور قصیدۂ مدحیہ کے آخر میں الفاظ دعائیہ اکثر ضرور لاتے ہیں تشبیب[۳] بھی مثل غزل کے ہوتا ہے کہ اسمیں ذکر ایام شباب و شراب و کباب و

---

[۱] قصیدہ لغوی معنی مغز سطبر اور بعض کہتے ہیں مشتق ہے قصد سے چونکہ قصیدہ میں قصد تمام شاعر کا پایا جاتا ہے یا مقصود اپنا لکھا جاتا ہے لہذا قصیدہ نام رکھا [۲] اہل عرب کے نزدیک چنانچہ پانچ سو بیت سے زیادہ تک کہتے ہیں [۳] تشبیب کے لغوی معنی ایام جوانی کا ذکر کرنا اور بعض نے تشبیب بہ سین مہملہ بمعنی عورتوں کا ذکر کرنا صحیح کیا ہے۔ ۱۲

شاہد و مستی و صحبت یار و موسم بہار باراں و گلزار وغیرہ کا ہو پھر اُس سے کسی اور نظم خواہ مدح ممدوح خواہ تعریف معشوق وغیرہ کی طرف رجوع کریں غرض کہ تشبیب ایک خاص قسم تمہید کی ہے اور بعض اہل تحقیق جملہ تمہید کو خواہ اُس میں کوئی مضمون ہو تشبیب کہتے ہیں جس قصیدہ میں بعد تشبیب کے حسن تخلص نہ ہو اُس کو مقتضب کہتے ہیں اور جس میں تشبیب ہی نہ ہو اُس کو مجدد

مثال قصیدہ مع تشبیب ۔

اٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل | تیغ اُردی نے کیا ملک خزاں مستاصل

سجدۂ شکر میں ہے شاخ ثمردار ہر اک | دیکھکر باغ جہاں میں کرم عز و جل

قوت نامیہ لیتی ہے نباتات کی عرض | ڈال سے پات تلک پھول سے لیکر تا پھل

بار سے آب رواں عکس ہجوم گل کے | لوٹے ہے سبزے پہ از بس کہ ہوائے بیکل

جوش [illegible] روئیدگی خاک سے اب دور نہیں | نشاں [illegible] گا نہ زمیں کے کبھی جو چھوٹے کونپل

آب جو گرد چمن لمعۂ خورشید سی ہے | خط گلزار کے صفحے پہ طلائی جدول

کشت کرنے میں ہر اک تخم سے از فیض ہوا | گرتے گرتے پہ زمیں برگ و بر آتا ہے نکل

جوہری کو چمنستان جہاں میں اس فصل | آگیا لعل و زمرد کے پرکھنے میں خلل

تا کجا شرح کروں میں کہ بقول عرفی | انگکہ از فیض ہوا سبز شود در منقل

نسبت اس فصل کو یہ کیا ہے سخن نے میرے | ہے فضا اسکی تو دو چار ہی دن میں فیصل

اور میرا سخن آفاق میں تا یوم قیام | رہیگا سبز بہر مجمع و ہر اک محفل

ہو جہاں کے شعرا کا عرصے آگے سرسبز | نہ قصیدہ نہ مخمس نہ رباعی نہ غزل

ہے مجھے فیض سخن اُس کی ہی مداحی کا | ذات پہ جس کی ہیں مبرہن کنہ[5] عز و جل

---

[5] کنہ بحرکت نون غلط لکھا - ۱۲

شیر یزداں شہ مرداں علی عالی قدر ‌ ‌ ‌ وصی ختم رسل اور امام اوّل

خاک نعلین کی جس کے مدد طالع سے ‌ ‌ ‌ پہونچے اُس شخص کو جو شخص ہوا اعمائے ازل

مدح غائب سے کھلے اُسکے نہ مداح کا دل ‌ ‌ ‌ روبرو مطلع ثانی سے ہو یہ عقدہ حل

مطلع ثانی

دید تیری بدوئی حق سے نگہ کا ہی خلل ‌ ‌ ‌ ایک شے دو نظر آتی ہے بچشم احول

مرضی حق تری مرضی سے ہے جوں جمع ہر فرد ‌ ‌ ‌ اس یقیں میں نہ گماں کر سکے زنہار خلل

رائے تیری کے موافق جو نہ لکھے نسخہ ‌ ‌ ‌ کرے تاثیر نہ عیسےٰ کا مداوا بہ کسل

سایے ہیں دست کرم کے ترے ہر صبح و مسا ‌ ‌ ‌ دولت ہر دو جہاں سے ہو غنی عبد اقل

وصف تجھ تیغ دو سر کا میں کہوں کیا شہ دیں ‌ ‌ ‌ دل مجنوں کا جو میداں میں کرے ہی صیقل

نرم اور سخت مساوی ہی کسو پر آوے ‌ ‌ ‌ خواہ بر روئے قمر خواہ وہ بر پشت جبل

اُسکو آسیب نہیں صورت شمشیر قضا ‌ ‌ ‌ نہ جھڑے وہ نہ مڑے وہ نہ پڑے اُس میں بل

زیر راں ہے جو ترے رخش فلک سیر شہا ‌ ‌ ‌ ہے وہ محبوب جسے کہیے نہایت اچپل

وصف تیرے کی ہے شایان زباں تیری ہی ‌ ‌ ‌ سمجھے تو آپ کو یا تجھکو خداوند اجل

مدح اپنی نہ سمجھ یہ جو کہا میں اُس سے ‌ ‌ ‌ رتبہ تجھ مدح کا اعلیٰ ہے سخن یہ اسفل

عرض احوال ہی اپنا ہی مجھے اس سے غرض ‌ ‌ ‌ تا بہ آخر یہ جو موزوں میں کیا از اوّل

سو تو وہ کیا ہے رہا ہووے جو تجھسے مخفی ‌ ‌ ‌ نہیں راز دو جہاں آنکھ سے تیری اوجھل

پر کروں کیا میں کہ ہے آٹھ پہر دل میرا ‌ ‌ ‌ گردش چرخ میں جوں شیشۂ ساعت بیکل

کہی جاتی نہیں وہ مجھ سے جو اس ظالم نے ‌ ‌ ‌ کس طرح کی مری اوقات میں ڈالی ہل چل

اس ستمگار سے جب زور مرا کچھ نہ چلا ‌ ‌ ‌ شب میں لاچار کہی شکوے میں اُسکے یہ غزل

داد کو کس کی فلک پہنچے کہ از روز ازل ‌ ‌ ‌ صبح جب نکلے ہے خورشید تو لیکر مشعل

سامنے اُسکے اُٹھے دستِ تظلم اُس کا
راست کیشوں سے کبھی اتنی ہو اس ملحوں کو
زہرا پنے کو جو ہیبت سے تری یا حیدر
کرکے دریافت اس احوال کو اب یا مولا
یہ تکرر مجھ پہ گوارا کہ گزند اس کے سبے
جلد پہنچا بہ زبانِ نجف اس عاصی کو
میری قسمت کے موافق تو معین کردے
طاقتِ طولِ سخن آگئی بھی ٹک سوداکو
چاہتا ہے کرے آخر وہ دعائیہ یہ
تا ملے خلعتِ نوروز بہ بستانِ جہاں
برگ پیدا کرے تا باغ میں ہر ایک نہال
تا مسمّٰی رہے یہ نظم بہ بابُ الجنت
نخلِ اُمید سے اپنے ہوں برومند محب

جوہرِ عقل میں جس شخص کے آجائے خلل
کر دیا سر وہ کو اُس نے نہ کبھی بھول نہ پھل
آپ پیتا ہی گیا ہے بدن اُسکا سب پھل
تجھ سے یوں عرض کرے ہے یہ ترا عبدِ اقل
ہند کی خاک میں اجزائے بدن جا دیں گل
کہ اسے عمرِ ابد ہے جو وہاں آئے اجل
اپنی سرکار سے اب مایتحلل کا بدل
بخش اے قوتِ بازوئے نبیٔ مرسل
نظم تجھ مدح کی بہتر نہ کلام اوّل
پاوے تا نیرِ اعظم شرف از برجِ حمل
پھوٹے تا نامیہ سے شاخِ شجر میں کونپل
جب تلک اس سے برآئے مری امید اوّل
ہو محبت نہ تری جنکو نہ وہ پاویں پھل

رباعی جسکو ترانہ اور دوبیتی اور خصی[1] اور چہار مصراعی بھی کہتے ہیں چہار مصراع متفق الوزن والقوافی ہیں مصرع سوم میں اگر قافیہ ہو مضائقہ نہیں نہو تو بہتر ور نہیں یہ[1] ایجاد رودکی[2] ہے محمد بن عیش نے رسالۂ عروض میں لکھا ہے کہ سنہ پانصدی میں ایک دن استاد رودکی غزنین میں چلا جاتا تھا راہ میں

---

[1] اگر مصرع دوم میں قافیہ نہو تو اس کو خصی بھی کہتے ہیں منسوب بہ خص بفتح خائے معجمہ و صاد مہملہ بمعنی ناقص [2] نام شاعر کا ۔ ۱۲

بیٹا امیر یعقوب بن لیث صفا کا کہ گیارہ سال کا اور حسین تھا عید کے روز جوز بازی چند اطفال کے ساتھ کرتا تھا یعنی چند جوز کو ایک گڑھے میں ڈالنا چاہتا تھا ایک بار چھ جوز گڑھے میں جا پڑے اور ایک باقی بھی گڑھے میں جا پڑا تب وہ خوش ہو کر کہنے لگا۔ مصرع

غلطاں غلطاں ہمیرود تا لب گو

رودکی نے سن کر اُس سے چوبیس وزن ایجاد کیے من بعد عروضیوں نے اس سے بہت زیادہ دس ہزار تک اوزان رباعی کے شمار کیے ہیں[1] اور رباعی بحر ہزج مثمن سے مخصوص[2] ہے اور نو زحاف یعنی خرم[1] خرب[2] قبض[3] کف[4] ہتم[5] جب[6] بتر[7] شتر[8] زلل[9] واقع ہونے سے چوبیس وزن پیدا ہوتے ہیں[3]۔ اِن میں سے بارہ وزن اخرب الصدر والابتدا ہیں اور بارہ اخرم الصدر والابتدا خواجہ حسن قطان خراسانی نے اُسکے دو شجر بنائے ہیں بدیں شکل۔

---

[1] جیسے مفعول مفاعلن فعولن فعلن بکسور العین و مفعول مفاعلن فعولن فعلات بکسور العین و ساکن العین وغیرہ [2] دس ارکان رباعی میں آتے ہیں صدر و ابتدا میں اخرم مفعولن[1] اخرب مفعول[2] عروض و ضرب میں اہتم فعول مجبوب فعل[3] بتر فع[4] زلل فاع[5] حشو میں سالم مفاعیلن[6] مقبوض مفاعلن[7] مکفوف مفاعیل[8] اشتر فاعلن[9] اوزان کے سوا اخرم و اخرب حشو میں بھی آجاتے ہیں اوزان ارکان کے بعد یک دیگر لانے کا قاعدہ اس مصرع میں مرقوم ہے ع سبب سبب است و تد پے وتد است یعنی اگر ایک رکن کے آخر میں سبب ہے تو رکن مابعد کی ابتدا میں سبب ہونا لازم ہے علی ہذا القیاس وتد اس لحاظ سے ارکان کو جمع کرنے سے ۲۴ اوزان ظاہر ہونگے [3] ان اوزان کا اجتماع یا یک دیگر سے بیت ناموزوں نہیں ہوتی ہے اوزان کے باہم دیگر فراہم کرنے سے بقول صاحب میزان الافکار ۴۴ یا ۸۴ قسم کی رباعی پیدا ہوسکتی ہے۔ ۱۲

شجرۂ اخرب الصدر والابتدا
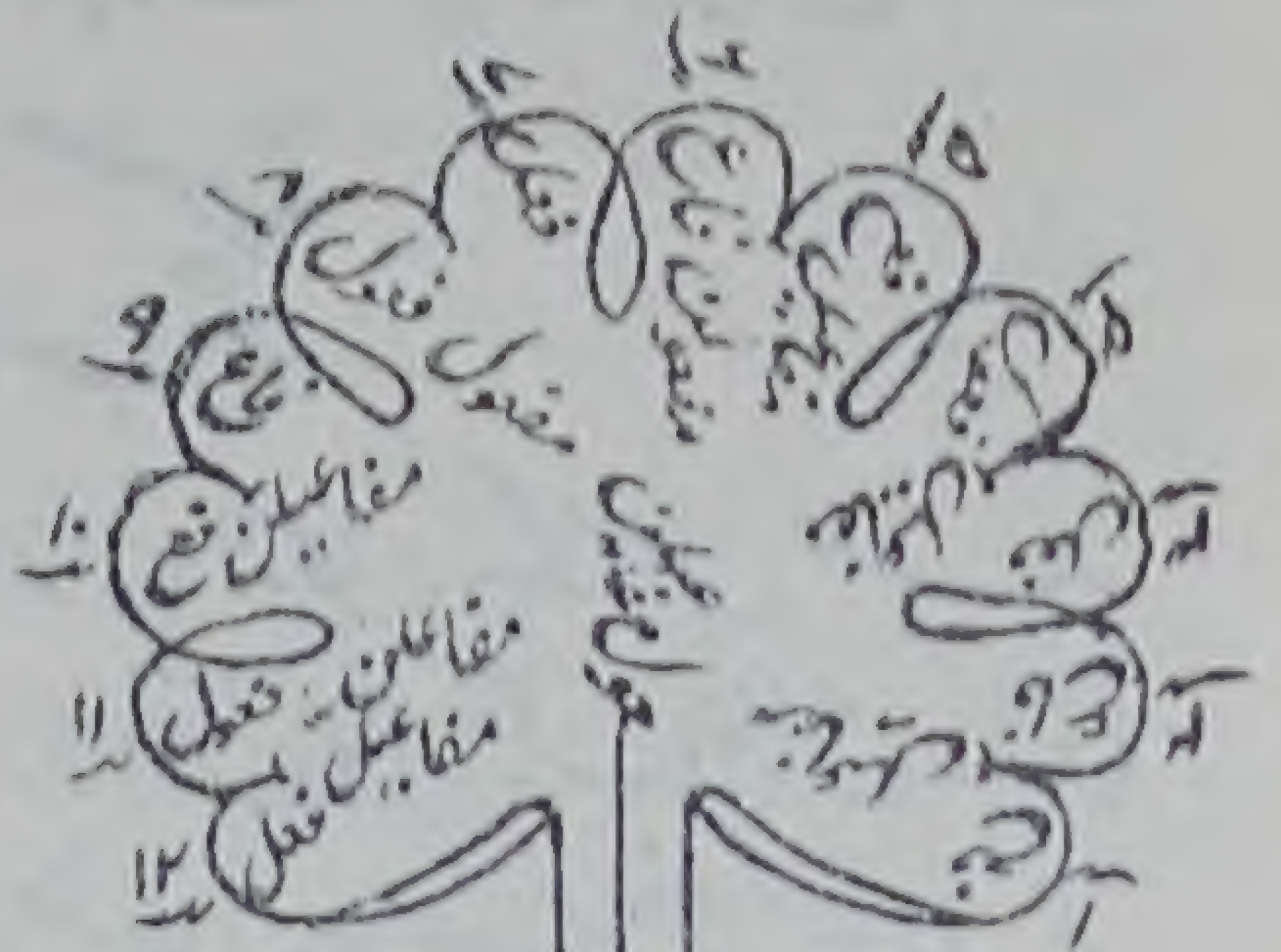
شجرۂ اخرم الصدر والابتدا
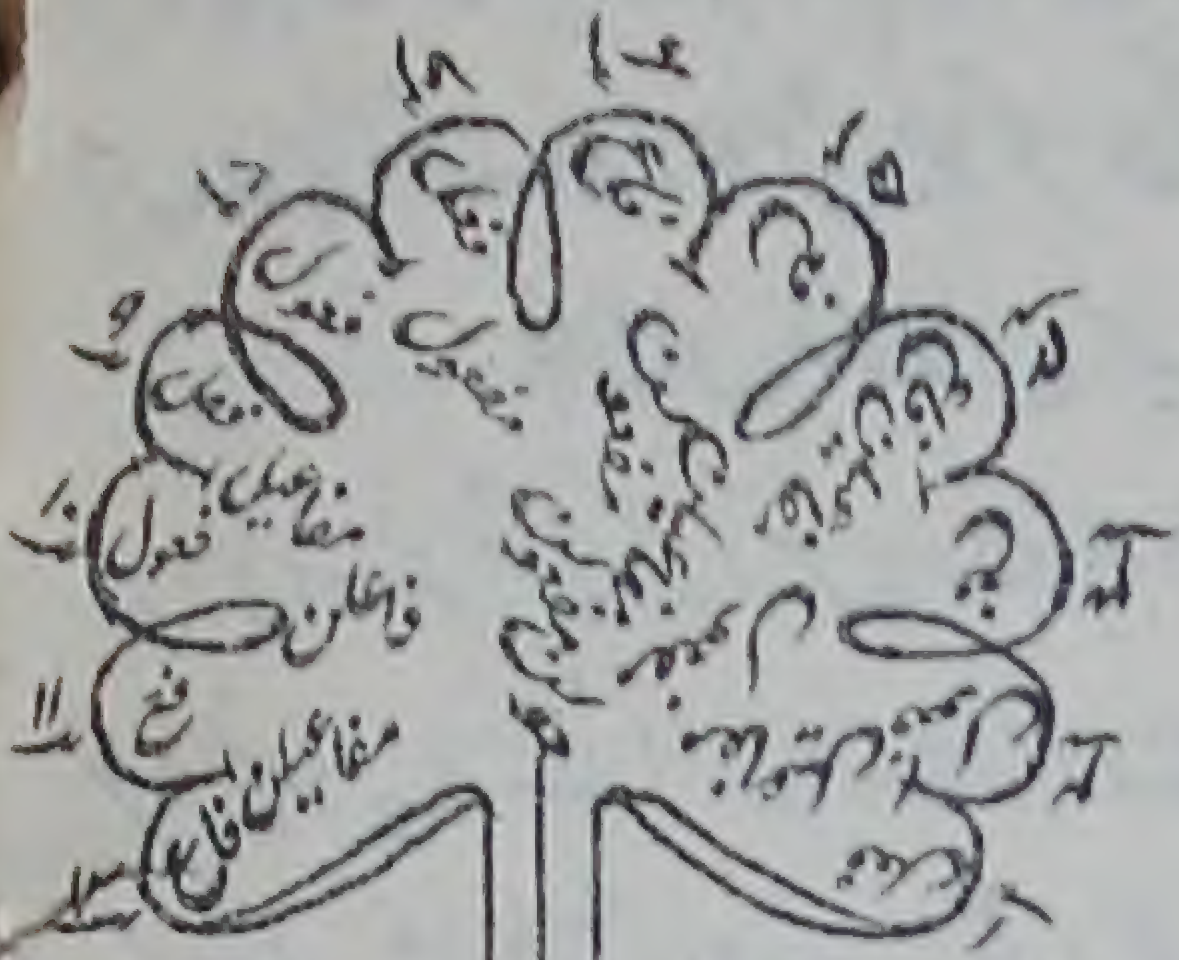
ان چھ رباعی عبدالعزیز خاں عزیز بریلوی کا ہر مصرع ایک وزن رباعی پر ہے تین رباعی اوزان اخرب کی اور تین اخرم کی اخرب کی یہ ہیں۔

بہ ترتیب نشان نمبر رباعی

ہے شبنمِ حیران[1] کو مجھ سے یہ حجاب ۸ | آنکھوں کو کرے چار نہیں یہ اُسے تاب ۴
حیرت کو مری غور اگر کرتا ہے ۱ | آئینے کی آنکھ میں بھر آتا ہے آب ۲
دیگر سرمایۂ غفلت ہی تماشائے جہاں ۳ | بینا ہے وہ جو نہ واکرے آنکھ یہاں ۱۲
ہر پردۂ دید ہے حجابِ غفلت ۱۰ | عارف کو ہی یہ کھلتا ہے رازِ نہاں ۵
دیگر ہی اہل سخا سے چرخ دوں بر سرِ جنگ ۱۱ | پایا ہے خسیسوں نے تاج و اورنگ ۶
غنچے سے چمن میں ہے یہ معلوم ہوا ۷ | زر جسکی[2] گرہ میں ہے وہی ہی دل تنگ ۹

اور رباعیات اوزان اخرم کی یہ ہیں

ہیں باغ عالم میں کیا کیا گُل و خار ۸ | لیکن ہے دیدۂ بصیرت درکار ۱۲
بینائی آنکھوں میں نرگس کے ہو ۵ | گلشن میں تب کرے تماشائے بہار ۱۰

(دیگر)

لازم ہے انسان[3] کو ہو سب سے جُدا ۱ | ہوتا ہے مشہور رہے جو تنہا ۳
وحدت سے ہے فروغ خورشید فلک ۹ | شہرت عزلت میں ہے مثال عنقا ۱۱

(دیگر)

دنیا میں ہنسنے سے بشر کون ہی پاک ۲ | لیکن ہی دیوانہ اگر ہو بے باک ۴
دیکھو تو گلشن میں گل نے یہ کیسا ۷ | ہنستے ہنستے دامن کر ڈالا چاک ۶

اور واضح ہو کہ اگرچہ اہل عروض قید اس امر کی کرتے ہیں کہ اوزان رباعی

---

[1] حیران بنون غنہ پڑھنا چاہیے۔ [2] واقعی مصرعۂ چہارم رباعی کی جان ہوتا ہے۔
[3] باعلان نون پڑھنا چاہیے۔ ۱۲

دائرہ اول و دوم ایک رباعی میں باہم جمع نہ ہوں مگر شعرا کے کلام میں یہ قید پائی نہیں جاتی۔ رباعی (میر سوز)

مدت ہوئی ہم کو جاں فشانی کرتے | کیا ہو جاتا جو مہربانی کرتے
لخت جگر و کباب دل تھے تیار | تم آتے تو ہم بھی میہمانی کرتے

مصرعہ دوم دائرہ اخرم کا باقی ہر سہ دائرہ اخرب سے ہیں۔ قطعہ[1] عبارت ہے دو یا زیادہ ابیات متفق الوزن والقوافی سے مطلع ہو خواہ نہو اور مضمون سب ابیات کا متعلق ہو جدا گانہ نہو گویا کہ قطعہ کسی غزل یا قصیدے کا ٹکڑا ہے اور اشعار قطعہ اقل۔ ۲۔ اور زیادہ۔ ۱۷۔ تک ہیں اور بعض کے نزدیک حد نہیں۔ قطعہ (ذوق)

میں نہ تڑپا جو دم ذبح تو یہ باعث تھا | کہ رہا مد نظر حسن کا آداب مجھے
ورنہ وہ شوخ کہ جو گل سے بھی نازک ہو سوا | لیوے اس طرح سے زانو کے تلے داب مجھے

مثنوی[2] یا مزدوج ابیات متفق الوزن کہ ہر بیت کے مصرعہ جداگانہ باہم مقفی ہوں۔ مثنوی (میر تقی)

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال | ہر جگہ اس کی اک نئی ہے چال
کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا | کہیں سر میں جنون ہو کے رہا
گہ نمک اُس کو داغ کا پایا | گہ پتنگا چراغ کا پایا

اور اس کے واسطے سات بحریں مخصوص ہیں اول متقارب مثمن مقصور یا محذوف الآخرین[3] اور یہ بحر مخصوص ہے ذکر جنگ سلاطین وغیرہ

---

[1] قطعہ لغوی معنی کسی چیز کا ٹکڑا [2] مثنوی منسوب بہ مثنے بمعنی دو [3] یعنی فعولن فعولن فعولن فعول یا فعل ۱۲۔

کے واسطے چنانچہ شاہنامہ اگرچہ میر حسن نے مثنوی سحر البیان میں قصہ
عشقیہ اس بحر میں لکھا ہے دوم ہزج مسدس[1] مقصور الآخر یا محذوف الآخر
اور یہ مخصوص ذکر عاشق و معشوق کے واسطے ہے جیسے نل دمن و پدماوت[2]
و اعجاز عشق۔ سوم ہزج مسدس اخرب مقبوض یا اخرم اشتر مقصور الآخر یا
محذوف الآخر اس میں بھی خصوصیت ذکر عشق کی ہے جیسے گلزار نسیم
چہارم خفیف مخبون مقصور یا محذوف[3] اس میں معاملات نصائح و حکمت
اکثر مذکور ہوتے ہیں اور مضامین عشقیہ بھی اکثر نے لکھے ہیں جیسے بہار عشق
فریب عشق۔ زہر عشق۔ دریائے عشق سراپا سوز پنجم رمل مسدس[4] مقصور الآخر
یا محذوف الآخر اس میں حکایات علما و اولیا و حقایق حکمت و نصائح
وغیرہ زیبا ہے جیسے گلزار ابراہیم و ایجاد رنگین و گلزار نشاط اور حکایات
عشق کا بھی مضائقہ نہیں ششم رمل مسدس[5] مخبون مقصور یا محذوف الآخر
اس میں بھی مضامین حکما اور اولیا وغیرہ کا زیبا ہے اس وزن کا موجد
بعض شخص امیر خسرو دہلوی کو کہتے ہیں مگر غلط ہے کیونکہ اس[6] سے بیشتر
کے شعرا کے اشعار پائے گئے ہیں ہفتم سریع مسدس مطوی مقصور یا
محذوف الآخر اس[7] وزن میں سوائے ذکر عاشق و معشوق کے اکثر اور

۱ھ یعنی مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیل ۲ھ یعنی مفعول مفاعلن فعولن یا مفاعیل و مفعولن فاعلن فعولن یا مفاعیل ۳ھ یعنی فاعلاتن مفاعلن فعلن ۴ھ یعنی فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یا فاعلن ۵ھ یعنی فعلاتن فعلاتن فعلان یا فعلن ۶ھ محمد بن علیش خوارزمی نے اپنے رسالہ عروض میں یہ وزن لکھا ہے اور اشعار اساتذہ قدیم مثال میں لکھے ہیں اور وہ امیر خسرو سے بہت پیشتر گذرا ہے ۷ھ یعنی مفتعلن مفتعلن فاعلات یا مفاعلن ۔ ۱۲

کچھ ذکر ہو تو مضائقہ نہیں جیسے قصۂ حضرت بلال اگر ان اوزان کے سوا اور وزن میں مثنوی کوئی شخص کہے تو دلچسپ نہیں ہوتی ترجیع بند اگر چند اشعار متفق الوزن والقوافی مثل قصیدے وغزل کے بعد ایک شعر متفق الوزن ومختلف القوافی لائیں اُس کو بند کہتے ہیں اور اگر چند بند کے ہموزن اِسی طرح جمع کئے جائیں بشرطیکہ شعر مختلف القافیہ ہر بند میں ایک ہی واقع ہو اس کو ترجیع بند کہتے ہیں اور اگر اور اور شعر بعد ہر بند کے لائیں اُس کو ترکیب بند کہتے ہیں۔ ترکیب بند دو قسم ہے ایک وہ کہ بند کی ہر بیت اجنبی کا قافیہ جدا گانہ ہو کہ اُن کے اجتماع سے مثنوی بن جائے دوسرے وہ کہ سب اشعار ہر بند ایک قافیہ کے ہوں ایسے کہ اُنکے اجتماع سے قصیدہ یا غزل کی صورت ظاہر ہو اور ہر بند کم۔ ۵ بیت سے اور زیادہ گیارہ بیت سے نہو۔

سے۱ چنانچہ سودا نے اس وزن پر مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن لکھا ہے شعر

یار خدا ہے وہ ایک دوسرے ہر حق نبی — اور ہے لوح وقلم جس کے لئے بنی

اور میر کی مثنوی اِسی وزن پر ہے۔ شعر

ضبط کروں میں کب تک آداب — چل اے خامہ بسم اللہ اب

اور میر نجات کی مثنوی گل کشتی شعر

بازدل بروز من برفن باتد بہرے — شیر اندام ہے توجہ کشتی گیر سے

فائدہ۔ مثنوی کی ہر ایک داستان کے شروع میں تمہید بھی لکھتے ہیں اور دیباچے میں حمد ونعت و مدح بادشاہ وتعریف سخن وسبب تالیف کتاب وغیرہ چند چیزیں بیان کرتے ہیں اور ان قواعد مثنوی کا موجد نظامی گنجوی ہے اس سے پیشتر شروع کتاب سے آغاز مطلب کرتے تھے جیسے تحفۃ العراقین خاقانی ومثنوی مولانا نادم وغیرہ۔ ۱۲

مثال ترجیع بند از مومن

لو چھوڑ کے مجھے چلا گیا دل
ہے اُس سے زیادہ بیوفا دل

دلدار کے کھینچنے پڑے ناز
افسوس کہ میرے پاس تھا دل

یہ دشمن جاں تمھیں مبارک
یعنی نہیں میرے کام کا دل

کیوں دعوئے دلربائی اتنا
مائل اُدھر آپ ہی ہوا دل

دیتا ہوں دم ایسے فتنہ گر پر
انصاف سے دیکھنا مرا دل

اُس چشم نے کر دیا خراب آہ
تھا ورنہ بہت ہی پارسا دل

کیسی مری جان پر بن آئی
اللہ بگڑ گیا ہے کیا دل

گھوٹے ہے گلے کو کوئی ہمدم
کیا بات کروں کہ ہے خفا دل

اے محرم راز کیا کروں میں
کس آفت جاں پہ آ گیا دل

اے مونس و غمگسار ہر دم
کیا پوچھے ہے کیونکہ لے گیا دل

آں شوخ چناں ربود از من
گویا کہ دلم نہ بود از من

پردے میں ہے رشک ماہ میرا
کیونکہ نہ ہو دن سیاہ میرا

کیا مرنے کے بعد پاؤں پھیلائے
ہے مقبرہ خوابگاہ میرا

بس آپ میں آؤ تم کہ شاید
ہو دل میں گذارگاہ میرا

اس سد سکندری کو توڑو
آئینہ ہے سنگ راہ میرا

میں کشتہ شہید بے دیت ہوں
ہے شوق ستم گواہ میرا

دیکھا تو نے کہ رنگ بدلا
اے شوخ فسوں نگاہ میرا

اے دوستو ہاتھ سے چلا میں
قابو میں نہیں دل آہ میرا
مرنا نہیں اختیار کی بات
خود جرم ہے عذر خواہ میرا
اے چارہ گر اب تو پھینک تبرید
ہے حال بہت تباہ میرا
ناصح انصاف تو ہی کر یار
دل دینے میں کیا گناہ میرا
آں شوخ چناں ربود از من
گویا کہ دلم نبود از من

مثال ترکیب بند از مومنؔ

دل کی طرح سے یہ بھی چلی جاں کو کیا ہوا
دم میں نہیں ہے دم مرے جاناں کو کیا ہوا
سر پیٹتا ہے شانہ پڑا دونوں ہاتھ سے
کیا جانے اُس کی زلف پریشاں کو کیا ہوا
پیتی ہے اپنا خونِ دل افسوس سے حنا
اُس دست رشکِ پنجۂ مرجاں کو کیا ہوا
شبنم کو پھر ہے جانب خورشید التفات
شرمندہ سازِ مہر درخشاں کو کیا ہوا
دل میں شکن ہے زلفِ مسلسل کدھر گئی
برہم ہے حال کاکلِ پیچاں کو کیا ہوا
لذت فزا نہیں الم اُس لب پہ کیا بنی
کچھ زخم بے مزہ ہے نمکداں کو کیا ہوا
بوئے قبائے یوسفِ گل ہے نسیم میں
اُسکی شمیم عطر گریباں کو کیا ہوا
گردش پہ اپنی ناز ہے پھر روزگار کو
اُس چشم رشکِ فتنۂ دوراں کو کیا ہوا
دعوائے ہے شوخیوں کا غزالانِ دشت کو
اُس شوخ نظر کی جنبشِ مژگاں کو کیا ہوا
کتاں ہے سینہ چاک رخِ ماہ دیکھ کر
اُس روئے غیرتِ مہِ تاباں کو کیا ہوا

عیب حجاب شمع رخانِ جہاں گیا
وہ مہر آسمان نکوئی کہاں گیا

یہ گلستاں برائے تماشا نہیں رہا — وہ نوبہار گلشنِ دنیا نہیں رہا

افسوس کوئی پردہ نشیں پردہ در نہیں — وہ حسن جس سے عشق ہو رسوا نہیں رہا

حیف اپنی تلخکامی و شوریدہ طالعی — جس سے کہ زندگی کا مزہ تھا نہیں رہا

اے چرخ چاہنے سے رہے مہر و ماہ کو — کیا چاہیں روزگار تمنا نہیں رہا

اپنی خرابیوں کو کہاں جاکے روئیے — وہ شمع روئے انجمن آرا نہیں رہا

دل میں جگہ نہ ہونے کا کس سے گلا کروں — وہ قدر دان شکوۂ بیجا نہیں رہا

کس کو گلے لگائیے اے شوق ہم کنار — وہ خوش گلوئے سینہ مصفا نہیں رہا

کس سے نباہیے کہ سوائے وفات کے — دنیا میں ہائے نام وفا کا نہیں رہا

اب کسکو دیکھیے کہ کسی کو نہ دیکھیے — وہ پردہ سوز چشم تماشا نہیں رہا

اُس نور چشم حسن کو کیونکر نہ روئیے — آنکھوں میں جو رہے کوئی ایسا نہیں رہا

ہر دم جبین آئینہ آلودہ نم سے تھی — یہ آب و تاب حسن اُسی کے دم سے تھی

مثال ترکیب بند از میر

جبتک کہ روز عید مسرت فزا رہے — جبتک کہ کعبہ قبلۂ اہل صفا رہے

جبتک کہ قبلہ مرجع خلق خدا رہے — مسجود جب تلک حرم کبریا رہے

قرباں ہو تجھ پہ عید سعادت فدا رہے — بالائے فرق سایۂ بال ہما رہے

مسجود اہل شرع ہو جبتک خدا کا گھر — جبتک نمازیوں کے جھکیں مسجدوں میں سر

جبتک کہ معتکف رہیں محراب میں بشر — جبتک وظیفہ خواں رہیں زہاد ہر سحر

یا رب صف امام کا تو پیشوا رہے — آفاق مقتدی رہے تو مقتدا رہے

مسمطؔ[1] سات قسم ہے مربع مخمس مسدس مسبع مثمن تسیع معشر اور یہ اسما باعتبار تعداد مصارع ہر بند کے ہیں پس چاہیے کہ ہر قسم کے بند اول کے سب مصرعے مقفےٰ ہوں آیندہ ہر بند کا قافیہ جدا مگر آخر مصرع اصلی قافیہ بند اول کی طرف راجع ہو اور واضح ہو کہ سواے مخمس باقی اقسام اُس کے قدما میں رائج تھے اب کم مستعمل ہیں اور شعراے زبان ریختہ نے قسم ہشتم یعنی مثلث جسکو اُن کی اصطلاح میں ٹکڑا کہتے ہیں ایجاد کیا ہے بصفت مذکور۔

مثال مثلث

برقع جو اپنے مُنہ سے صنم نے اُٹھا دیا
سب کو خدا کے نور کا جلوہ دکھا دیا

سجدے کو مہر و ماہ نے بھی سر جھکا دیا
یوسف کا حسن قصہ پارینہ ہو گیا

دل اُس کے عکس نور سے آئینہ ہو گیا
قامت نے اُس کے فتنہ محشر جگا دیا

مثال مربع

اُس کو مجرا[2] ہے جو کہتا زار آ گے جو رضا
عشق میں دلبر کے ہوں بیمار آ گے جو رضا

یار سے کہتا تھا یہ ہر بار آ گے جو رضا
آبرو رکھیو مری اے یار آ گے جو رضا

اسقدر اپنی لگا دے اب تو میرے دل میں چاہ
جو نظر آئے تو ہی ماہی سے لیکر تا بہ ماہ

جس طرف کو آنکھ جھپکے تیری برق نگاہ
سر جھکاؤں واں میں سو سو بار آ گے جو رضا

---

[1] مسمط کے معنی پرونا موتی کا ڈورے میں [2] مصرع اول مصرع سلام کا معلوم ہوتا ہے۔

مثال مخمس

گر شاد سر پہ افسر رکھکر ہوا تو پھر کیا — اور بحر سلطنت کا گوہر ہوا تو پھر کیا
ماہی علم مراتب پر زر ہوا تو پھر کیا — نوبت نشان نقارہ در پر ہوا تو پھر کیا
سب ملک سب جہان کا سرور ہوا تو پھر کیا

یاد رکھ کے فوج و لشکر کی سلطنت پناہی — پھیری دُھائی اپنی ے ماہ تا بہ ماہی
جب آنکر فنا کی سر پر پڑی تباہی — پھر بھر رہا نہ لشکر نے تاج پادشاہی
دارا و جم سکندر اکبر ہوا تو پھر کیا

مثال مسدس

ہے دام بلا طرۂ طرار کسی کا — نادیدہ ہوا دل یہ گرفتار کسی کا
یاں ہجر سے جینا ہوا دشوار کسی کا — واں بات بھی کرنے کو نہیں یار کسی کا
یاں دیدہ تو تھا طالبِ دیدار کسی کا
واں بند ہوا روزن دیوار کسی کا

یاں لب پہ مری آٹھ پہر جان حزیں ہے — جو دم کہ گذرتا ہے دمِ بازپسیں ہے
واں اُس بُتِ عیار کو پرواہی نہیں ہے — غافل مرے احوال سے وہ پردہ نشیں ہے
کہتے ہیں جو کچھ لوگ جواب اُسکا نہیں ہے
کہنا نہیں سُنتا ہے وہ زنہار کسی کا

مثال مسبع

افسوس اس چمن میں وہ سرو رواں نہیں
لطف بہارِ تازگیِ گلستاں نہیں
ایسا کوئی چمن نہیں جس میں خزاں نہیں
گل خندہ زن نہیں کہ وہ آرام جاں نہیں
سنبل میں بوے کاکلِ عنبر فشاں نہیں
بلبل کا شاخ گل پہ کوئی آشیاں نہیں
وہ چہچہے نہیں ہیں وہ شور و فغاں نہیں

سر پر اُڑاتی خاک ہے بادِ سحر کہیں
شبنم سرشکِ گرم سے ہے چشم تر کہیں
پتھر پہ باغبان پٹکتا ہے سر کہیں
بلبل کا آشیاں ہی کہیں بال و پر کہیں
لالے سے آشکار ہے داغ جگر کہیں
خالی پڑا ہے درد و مصیبت سے گھر کہیں
دل میں جگر میں آنکھ میں سر میں کہاں نہیں

مثال مثمن

قلق اُس مہ کی جدائی کا ستاتا ہی مجھے
شمع ساں داغ دلِ خستہ جلاتا ہی مجھے
عشق اُس زلف کا دیوانہ بناتا ہی مجھے
مثلِ وحشی کے شب و روز پھراتا ہی مجھے
ڈوبنا ضعف سے مشکل نظر آتا ہی مجھے
موج کے ساتھ ہی دریا بھی ڈباتا ہی مجھے
قیس محزوں جو کبھی آپ میں پاتا ہی مجھے
ناتواں جان کے سائے سے ڈراتا ہی مجھے

ہے تجھے زلف رسا کی قسم اے باد صبا
اگر اُس شوخ کے کوچہ میں گذر ہو تیرا
کہیو پیغام یہ اُس ماہ لقا سے میرا
کہ بُرا حال ہے ظالم ترے سودائی کا

ہو گیا آج غمِ ہجر سے لاغر اتنا — کہ مرے سایے کا ہوتا ہے مجھی پر دھوکا
جس طرح بے کے پر کاہ کو اُڑتی ہے صبا
رنگ چہرے کا اُڑائے لئے جاتا ہے مجھے

مثال مسبع

ہو گیا زلف گرہ گیر کا سودا ہم کو — طوق و زنجیر سے بس اُنس ہے زیبا ہم کو
بیٹھنے دیتے نہیں آبلہ پا ہمکو — پاؤں پڑ پڑ کے لئے جاتے ہیں صحرا ہم کو
کبھی ہنستے ہیں کہ اُس گل نے رُلایا ہمکو — کبھی اُس ہنسنے پہ آجاتا ہے رونا ہم کو
زور وحشت نے دکھایا ہے تماشا ہمکو — آپ ہی دل نے تو دیوانہ بنایا ہم کو
آپ ہی بھاگ گیا چھوڑ کے تنہا ہم کو

سنبلِ تر کی قسم زلفِ چلیپا کی قسم — شورِ محشر کی قسم قامتِ رعنا کی قسم
گلِ خنداں کی قسم عارضِ زیبا کی قسم — دلِ نالاں کی قسم بلبلِ شیدا کی قسم
چشمِ جادو کی قسم نرگسِ شہلا کی قسم — دُرِ دنداں کی قسم عقدِ ثریا کی قسم
غمِ مجنوں کی قسم عشوۂ لیلیٰ کی قسم — حُسنِ یوسف کی قسم عشقِ زلیخا کی قسم
کہ سوا تیرے کبھی اور نہ بھایا ہم کو

مثال معشر

نہ اُسے پاس آشنائی ہے — نہ ہمیں طاقتِ جدائی ہے
مرگ نے دیر کیوں لگائی ہے — عمر جینے سے تنگ آئی ہے

بات قسمت نے یہ بڑھائی ہے
اپنے طالع کی نارسائی ہے
ورنہ مرنے میں کیا برائی ہے
زندگی سخت بے حیائی ہے
کوفت سے جان لب پہ آئی ہے
ہم نے کیا چوٹ دل پہ کھائی ہے

اُس کے جور و جفا سہے پیہم
نہ ہوا شوق اپنے دل سے کم
بوسۂ لعل لب سے وائے ستم
نہ ہوئے کامیاب مرتے دم
اُس دہن نے دکھائی راہ عدم
آب حیواں تھا اپنے حق میں سم
کیا کہوں دوستو حکایت غم
اُس کے کوچہ میں مثل نقشِ قدم
ہو گئے خاک سے برابر ہم
واں وہی ناز خود نمائی ہے

فائدہ واضح ہو کہ شعرائے متاخرین اکثر اقسام مسمّط مسدّس و مثمن وغیرہ کو بطور ترجیع بند و ترکیب بند کے استعمال کرتے ہیں اور مخمس میں اکثر غزل کسی کی تضمین کرتے ہیں۔

مثال مسدّس ترکیب بند از امانت

[illegible]ق کے حال سے یارب کوئی آگاہ نہو
پانوں اس راہ میں رکھکر کوئی گمراہ نہو
[illegible] بحر غم واندوہ میں دل آہ نہو
خس پوست بھی نظر آئے تو کچھ چاہ نہو
مثل ہاروت اسیر چہ بابل ہوئے
دل مگر زہرہ جبینوں پہ نہ مائل ہوئے

عشق کے نام سے یارب کوئی بدنام نہو
خاص میں شورش وحشت کی خبر عام نہو
انتہا سوچ کے وارفتہ و خود کام نہو
ابتدا عمر میں الفت کا سرانجام نہو
نہ گرفتار قدِ غیرت شمشاد رہے
سرو کی طرح سے اس باغ میں آزاد رہے

مثال مسدس ترجیع بند ولہ

فراق میں یہ غم بے حساب ہو دل کو
کہ زندگی کی طرف سے جواب ہو دل کو
نہ دن کو چین نہ راتوں کو خواب ہے دل کو
خیال یار میں کیا اضطراب ہی دل کو
نہ اُس کا وصل ہے ممکن نہ تاب ہو دل کو
عجب طرح کا الٰہی عذاب ہے دل کو

جدائی اُسکی خدایا بہت ستاتی ہے
علاج کیجیے کیا کچھ نہیں بن آتی ہے
اجل بھی ہجر میں صورت نہیں دکھاتی ہے
نہ یار آتا ہے مجھ تک نہ جان جاتی ہے
نہ اُس کا وصل ہے ممکن نہ تاب ہے دل کو
عجب طرح کا الٰہی عذاب ہے دل کو

کبھی ایک مصرع بطور ترکیب بند اور ایک ترجیع بند ہوتا ہے یشعر (نظیر)

دنیا میں کوئی خاص نہ کوئی عام رہے گا
نے صاحب مقدور نہ ناکام رہے گا
زردار نہ بے زر نہ بد انجام رہے گا
شادی نہ غم گردش ایام رہے گا
نے عیش نہ دکھ درد نہ آرام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

یہ چرخ جو کہتا ہے پڑا گنبد ازرق[1] | یہ چاند یہ سورج یہ ستارے ہیں معلق
لوح و قلم و عرش بریں ثابت و مطلق | سب ٹھاٹھ یہ اک آن میں ہو جائیگا ہو حق

آغاز کسی شے کا نہ انجام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

مخمس مائل بہ تضمین غزل عشرت

غم فراق سے جو سینہ شق ابھی سے ہے | سپید چہرہ برنگ افق[2] ابھی سے ہے
جو جاؤں جاؤں کا اسکو سبق ابھی سے ہے | شب فراق میں دل پر قلق ابھی سے ہے
سحر ہے دور مرا رنگ فق ابھی سے ہے

دماغ دوستو اپنے جو کج کلاہ کا ہے | نہ حور کا نہ پری کا نہ بادشاہ کا ہے
ہر اس دل میں سمایا ہوا جو راہ کا ہے | گیا نہیں وہ ارادہ ہی سیر ماہ کا ہے
یہ نازکی کہ جبیں پر عرق ابھی سے ہے

مستزاد اصل میں ایک جزو مقفیٰ وزن رباعی کا بعد ہر مصرع رباعی کے لانا ہے اور خوبی مستزاد کی یہ ہے کہ مضمون شعر کا اس فقرے پر منحصر نہ ہو اس صورت میں اسکو مستزاد عارض کہتے ہیں اور اگر معنی فقرے پر منحصر ہوں تو اسکو مستزاد لازم جیسے **رباعی** (لمؤلفہ)

ہے جیسے عزیز تجھ سے جدائی پیارے + ہے حال تباہ | غم ہے ہے جان لب پہ آئی پیارے + انا للہ
اے کاش سمجھا نتا میں پہلے سے + ہوگا یہ حال | کرتا ہرگز نہ آشنائی پیارے + خالق ہے گواہ

---

[1] ازرق بتقدیم معجمہ بر مہملہ بمعنی کبود [2] افق بضمتین کو بفتحہ ثانی لکھا ۔۱۲

اور متاخرین نے غزل کو بھی مستزاد[1] کیا ہے جیسے **شعر** (جرأت)

جادو ہے نگہ چھب ہے غضب قہر ہے مکھڑا + اور قد ہے قیامت
غارت گر دیں وہ بت کافر ہے سراپا + اللہ کی قدرت
ہیں بال بھی بکھرے ہوئے مکھڑے پہ دھواں دھار + جوں شعلہ پر دود
اور رنگ رخ یار ہے گویا کہ بھبھوکا + اور تشبیہ ملاحت

کبھی صرف مصرع دوم میں فقرہ مستزاد لاتے ہیں جیسے **مستزاد**

جس باغ میں وہ سرو گل اندام نہیں ہے
جس بزم میں وہ شمع دل آرام نہیں ہے ویرانہ ہے گویا
پروا نہیں گر آتش جاں سوز جلائے
عاشق کا تو جلنے کے سوا کام نہیں ہے پروانہ ہے گویا

کبھی کئی فقرے مستزاد لاتے ہیں، جیسے۔ سراج۔ **شعر**

تجھ زلف کی یہ باس گئی جب سے ختن میں + ہے نافہ ہو پر مشک خطا سے
ہر غنچہ پر دل تنگ ہوا پھول چمن میں + اے شوخ سمن بو تجھ مکھ کی ہوا سے

کبھی مصرع غزل میں قافیہ نہیں بھی لاتے ہیں صرف قافیہ فقرہ مستزاد پر کفایت کرتے ہیں **شعر** (ظفر)

میں ہوں عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہیں ہے یہی میری غذا
تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہیں کھائے غم تیری بلا
طلب بوسہ پہ کیوں اتنا برا مانتے ہو ہمیں پہچانتے ہو
دیکھو ہم ہیں وہی جانباز جنھیں جانتے ہو کرتے ہیں جان فدا

---

[1] ضرور ہے کہ فقرہ مستزاد وزن مزید علیہ کے مناسب ہو یعنی اُسی کا ایک حصہ ہو یعنی اُس وزن کے اول و آخر کے مجموعہ کے برابر ہو جیسے فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن فاعلاتن فعلن۔ ۱۲

واضح ہو کہ اقسام نظم یہی ہیں جو مذکور ہوئے آئندہ اکثر نظم اپنے مضمون سے موسوم ہوتا ہے اگر تعریف ذات باری ہے تو حمد۔ اور تعریف پیمبر ہے تو نعت۔ اور تعریف بادشاہ و امرا کو مدح اور صفت اصحاب و اہلبیت کو منقبت کہتے ہیں۔ جس میں مذمت کسی کی ہو اُسکو ہجو اور جس میں معشوق سے بیزاری اور عاشق کی بے پروائی کا مضمون اور دوسرے معشوق سے دل لگانے کی چھیڑ لکھیں اُس کو واسوخت[1] کہتے ہیں اور واسوخت اکثر ترکیب بند مسدس یا مثمن ہوتا ہے اور ذکر شہادت سید الشہدا اور واقعہ کربلا اگر قصیدے کے طور پر ہو اُس کو مجرا اور سلام کہتے ہیں اور مطلع میں بھی لفظ مجرا اور سلام کا لاتے ہیں۔ اگر مستزاد ہو تو اُسکو اکثر نوحہ کہتے ہیں اور اگر مسدس یا مثمن خواہ ترجیع بند یا ترکیب بند ہو اُس کو مرثیہ کہتے ہیں اور جو کلام شکایت انقلاب زمانہ میں ہو اُسکو شہر آشوب کہتے ہیں اور جس میں سنہ کسی واقعے کے نکلتے ہوں اُس کو تاریخ کہتے ہیں۔ اقسام نثر واضح ہو کہ نثر تین قسم ہے مسجع۔ مرجز۔ عاری۔ مسجع وہ ہے کہ جس میں کلمات اواخر فقر تین مقفےٰ ہوں جیسے سبزے پر شبنم کے قطرے اس طرح نمودار جیسے زمرد کی تختی پر ہیرے کے ٹکڑے جڑے ہوں اور ہر شاخ پر بیلے چنبیلی کی کلیوں سے وہ بہار جیسے سبز پری کے گلے میں پھولوں کے ہار پڑے ہوں اور اقسام سجع باب دوم میں مذکور ہوئے مرجز وہ نثر کہ کلمات دونوں

---

[1] مشتق از واسوختن بمعنی بیزار شدن ۔ ۱۲

فقروں کے سب ہموزن ہوں مقفٰے نہ ہوں جیسے قامت موزوں
کے روبرو سرو رواں ناچیز ہے۔ اور کاکل پیچاں کے سامنے
مشک ختن بے قدر ہے نثر مرجز قلیل الاستعمال ہے۔
عاری وہ کہ مسجع و مرجز کے شرائط اُس میں نہ ہوں لیکن
سلاست و فصاحت الفاظ و متانت و بلاغت معنی رکھتی ہو
اور واضح ہو کہ یہ تینوں قسم تین تین قسم ہیں۔ سلیس[۱] دقیق[۲] رنگین[۳]۔
سلیس وہ کہ الفاظ مروج اور مانوس الاستعمال ہوں۔ دقیق[۲]
وہ کہ متانت اور دقّت زیادہ ہو اور مضمون تامل سے مفہوم
ہو خواہ وقت لفظی ہو یا معنوی یا اصطلاحی یا تخئیلی یا استعارات
مشکلہ ہوں رنگین[۳] وہ کہ تلازم اور مناسبات اُس میں ہوں مثل
تلازم باغ میں گل و بلبل و غنچہ و شگوفہ و شاخ و باد وغیرہ
لکھنا اور پھر تینوں تین قسم ہیں عالمانہ شاعرانہ منشیانہ۔ عالمانہ وہ کہ
دقائق لفظی و معنوی از قسم لغات و استعارات کے ہوں۔
شاعرانہ وہ جس میں تشبیہات و تمثیلات و تخئیلات ہوں۔
منشیانہ وہ جس میں ادائے مطلب بموجب محاورہ روزمرہ
کے مع شکستگی و رفتگی تقریر کے ہو۔

صرف کے خلاف ہو جیسے **شعر** (نسیم)

مصئون وہ قضا سے اسقدر رہے — اُس بستی کا نام امر نگر ہے

لفظ مصئون غلط ہے مصون بلا ہمزہ صحیح ہے **اور فک اضافت یا زیادہ آنا اضافت کا۔ شعر** (امانت)

اِسپہ راضی ہو قرآن اُٹھالاؤں میں — رکھ تو اے مصحفِ رو ہاتھ قسم کھاؤں میں

لفظ مصحف میں اضافت غلط واقع ہے اور اسقاط عین و ہائے مختفی وحائے حطی وغیرہ اس میں داخل ہے۔ شعر (آزاد)

ہو کے خاک عالم میں تیرے کشتگاں پھرنے لگے

مصر میں جیسے غبار کارواں پھرنے لگے

تجھکو چاہا تو ہمیں تو نے ستایا سچ ہے (ولہ) — حاصل ہوتی ہے بدی دہر میں نیکی کے بدل

ہشتم اخلال یعنی چھوڑ دینا کسی لفظ یا حرف کا کلام سے کہ معنی بدوں اسکے

---

۱ اور تذکیر تانیث کی غلطی بھی اسی میں داخل ہے۔ **شعر**

خلق یکجا ہوئی کنارے پر — حشر برپا ہوئی کنارے پر

حشر کو خلاف جمہور مؤنث لکھا۔ ۲ خاک ہو عالم میں اور ہوتی حاصل ہے لکھنا چاہئے تھا اور جیسے **شعر** (جرات)

اُس آئینۂ رخ پہ جو بالی کا پڑا عکس — بالی کا بھی عالم ہے اب عالم سے دوبالا

ملا ظہوری کے اس شعر ساقی نامہ پر لوگوں نے اسقاط عین کا اعتراض کیا ہے۔ **شعر**

بدستم وہ آں رشک یاقوت را — کہ سازم علاج عقل فرتوت را

مگر فی الواقع تحریف کاتبان ہے اصل نسخہ بجائے عقل جوان ہے کیونکہ جوان ساختن محاورہ ہے یا علاج کردن نہ علاج ساختن علاوہ ازیں لفظ فرتوت لفظ جوان کو چاہتا ہی ۳ اور جیسے **شعر** (ظفر)

دیکھے گر چشم تری اے گل شاداب حباب — شرم کے مارے وہیں بحر میں ہو آب حباب

لفظ حباب مکرر بے فائدہ ہے۔ ۱۲

تمام نہ ہوں۔ شعر

دو بوسے دیجئے نہیں آتے مجھے پسند ایسے ہزار بوسے جو تم ناخوشی سے دو

دو بوسے خوشی سے دیجئے لانا ضرور تھا جس کے بغیر شعر ناکمل ہے نہم تکلف کہ الفاظ مصنوعی غیر جائز لائیں یعنی جو الفاظ استعمال فصحا میں نہیں اپنی طبیعت سے ایجاد کر کے لکھیں جیسے ملبّب بجائے لبالب اور متقرکش بجائے تراشیدہ لفظ فارسی سے اشتقاق بطور عربی ناجائز ہے. شعر (آتش)

کلفت ایام سے پروا نہیں کچھ حسن کو خوب رویوں کو مزیب بلکچی پوشاک ہے

مزیب بجائے زیبا دہم تکرار کہ ایک لفظ معنی واحد پر چند جگہ لائیں جیسے شعر

کامیابی پر مرے کچھ آسماں کو رشک ہے اس سبب مجھ پر ستم کرتا ہے ہر دم آسماں

تکرار لفظ آسمان فضول[۱] ہے یازدہم تخلیع وزن نامطبوع و ناخوش وار کمان تقیل میں شعر لکھنا دوازدہم تضمین ایسا شعر لکھنا کہ مضمون اُسکا منحصر شعر دوم پر ہو جیسے قطع بند اشعار ہیں یہ سابق زبان عربی میں عیب تھا اب اکثر شعرا کے کلام میں قطعات پائے جاتے ہیں سیزدہم ابتذال یعنی الفاظ عامہ کہ خواص اُس کے استعمال سے احتراز کرتے ہیں کلام میں لانا جیسے شعر

آب حیات سے ہے وہ کہتا ہے نہ پی زاہد کی پارسائی کو مارے ہیں لنڈ پر

یا وہ کلام کہ اشتباہ معنی بتبذل کا رکھتا ہو۔ شعر (لاعلم)

---

[۱] نیز قافیہ موقوفہ لکھنا۔ کما عرفتہ فی عیوب القافیہ - ۱۲

وہ گرم گرم آکے مرے گھر چلا گیا　　میں کیا کہوں کہ یاروں مجھے غش سا آ گیا

چہاردہم تغیر یعنی لفظ کو بصورت دیگر استعمال کریں واسطے درستی شعر یا قافیہ جیسے مصرع (آتش)

در دوربان سے انصاف ہوا

لفظ المضاعف کے بجائے المضاف لکھا پانزدہم حشو اور صرف حشو قبیح داخل عیوب ہے جیسے مصرع

جفا معشوق اور محبوب کی سہتے ہیں عاشق

بعض الفاظ میں حشو استعمال فصحا میں داخل ہے جیسے مکتب خانہ اور حرم گاہ وغیرہ اور نیز حشو مفسد یعنی ایسا لفظ زائد جو اصل مراد میں خلل پیدا کرے شعر (عباس علی خاں بیتاب)

سحر نہ دیکھیں ہم کو نصیب ہو یارب　　شب وصال کبھی اپنی یہی دعا ہو گی

یہی فضول ہے اور مخل مطلب شعر (ظفر)

تجھے دیکھیں تو پھر اوروں کو کن آنکھوں سے ہم دیکھیں

یہ آنکھیں پھوٹ جائیں گرچہ ان آنکھوں سے ہم دیکھیں

چہ فضول ہے شانزدہم تناقض کہ کلام میں ایک معنی خلاف دوسرے معنی کے لکھیں جیسے کسی صفت میں ستمگر اور باوفا دونوں لفظ لکھیں حالانکہ ستمگر باوفا نہ ہوگا ہفدہم لکھنا ایسی صفت کا کسی چیز کے واسطے جو اس میں نہ ہو جیسے نہر آب شیریں ہشتدہم تقدیم و تاخیر یعنی جب کا دیکھے گر چشم تری میں نہ ہو

لفظ حباب مکرر ہے چاہیے آخر میں کرنا اور جو آخر میں چاہیے اسکو اول شعر (المولا

زخں ہے قسمیں بسکون سین لکھا۔ شعر (منت)

جاں بخش کی میں بات سناؤں ۔۔۔ عیسٰی بھی جو کچھ بولیں توصلوٰۃ سناؤں

خ کو، جیوان ۔ دوران ۔ ہذیان وغیرہ ۔ تحریک حرف ساکن کو

ق) کر دینا۔ شعر (سودا)

بنیے کا دیوال بند ایک قرض دار تھا
اُس کے ادا کرنے میں سخت وہ لاچار تھا

یں نین لکھا۔ شعر (ولہ)

دہ عیض سخن اُسکی ہی مداحی کا ۔۔۔ ذات پر جس کی مبرہن کہنہ عزوجل

اصبن لکھا۔ شعر (مومن)

ں جا نہیں تجھ بن مجھے آرام و چین ۔۔۔ اب جدائی میں مری کیونکر صبر پیدا ہوا

عیب یا اغلاط کلام تین قسم ہیں۔ لفظی ۔ معنوی ۔ ترکیبی ۔

تقیسر میں لفظ غلط ہو۔ جیسے۔ شعر (نادر)

ت نقش قدوم رسولِ پاک عیاں ۔۔۔ میں رکھوں چوم کے نادر وہ سنگ سینے پر

تخا قدام چاہئے ۔ معنوی وہ جسمیں معنی غلط اور خلاف مقصود حاصل ہوں جیسے شعر

ل نہیں آتے مجھے پسند ۔۔۔ ایسے ہزار بوسے جو تم ناخوشی سے دو

ں اوکی ترکیب غلط ہو۔ شعر (آباد)

غیرہ ۔۔۔ آرزو یہ ہے اسے کاٹے شب مقراض وصل
بڑھ گئے ہیں حد سے گیسو روز ہجر یار کے

ب وصل چاہئے تھا۔ فقط۔

قطعہ تاریخ اتمام کتاب از مؤلف

رسالہ جب کہ یہ پہونچا بہ اتمام   ہوئی تالیف سے تب

جو پوچھی دل سے میں نے اسکی تاریخ   کہا کہ ہے یہ معیار ال

معنی کے لکھیں جیسے
ستمگر باوفا نہ ہوگا ہفتد
دیئے تو ہم تر ہیں نہ ہو جیسے شراب
لفظ حباب مکرر ہے

چاہیئے آخر میں کرنا اور لہ آباد میں باہتمام رمضان علی شاہ